نکاح خوانِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ
بندۂ درگاہ رسول کریم المکی المدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کرنل (ر) محمد انور مدنی

یاد رکھیئے!

۱۔ ایمان دل کی کیفیت کا نام ہے۔

۲۔ دل منبع ایمان ہے۔

۳۔ اگر دل نے تصدیق نہ کی ہو تو زبانی ایمان لانا بے سود ہے۔

۴۔ بعض مصلحتوں سے ایمان دل ہی میں چھپانا پڑتا ہے۔

۵۔ ضروری نہیں کہ ایمان لانے کے لئے معروف الفاظ ہی ادا کئے جائیں۔

۶۔ بخاری شریف (باب الدیات) میں مذکور ہے کہ "اسلمتُ للہ" کہ دینے سے بھی لا الہ الا اللہ کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔

۷۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے والے الفاظ کیا تھے۔

۸۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے والے الفاظ کیا تھے۔

۹۔ زبانی اقرار کی ضد نہیں کرنی چاہئے۔

۱۰۔ علماء کرام کے فتوےٰ کہ ایمان کیا ہے۔

۱۱۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ؒ کا فتویٰ کہ معروف الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

۱۲۔ ایمان لانے کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔

انتباہ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء نہ دو

فرمان الٰہی ہے

تحقیق جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے

اس قوم کا کیا بنے گا جو مجھے میرے قرابت کے حوالے سے اذیت دیتی ہے (غصہ کی حالت) سنو۔ جس نے میرے قرابت والوں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جو مجھے اذیت دے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائے گا۔ (الدرجۃ المنیفۃ فی آباء الشریفۃ)

زندوں کو ان کے مردوں سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (الفتح الربانی، مطبوعہ قاہرہ، مصر)

سوچو

جب امتیوں کے اعمال سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور پیش ہوتے ہیں تو ان میں اگر کسی مولوی کا یہ قول بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آئے کہ اس نے آپ کے والدین، دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب کو کافر اور جہنمی لکھا ہے تو اسے پڑھ کر یا سن کر حضور ختمی مرتبت کو کتنا رنج ہوتا ہو گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے شخص سے کس قدر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوں گے۔

علامہ اقبال نے درست کہا ہے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو، تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ شریف کے فیوض و برکات

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو نہایت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیوں کا ثواب لکھے گا اور چار ہزار خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور چار ہزار درجے بلند فرمائے گا (نزہتہ المجالس) اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ۱۹ حروف ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے سے ۷۶ ہزار نیکیوں کا ثواب ۷۶ ہزار گناہ معاف اور ۷۶ ہار درجات کی بلندی سبحان اللہ! میرے رب کریم کی عطا کے کیا کہنے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اللہ رب العالمین کی آخری کتاب قرآن کریم کا جوہر ہے جب کسی دل میں اتر جاتی ہے گھر کر لیتی ہے پھر اس میں کسی اور سی کی نہ گنجائش رہتی ہے نہ ضرورت جو رفعت، راحت، برکت اور عظمت اسے عطا ہے کسی دوسرے عمل کو نہیں۔

اسی میں جلال ہے اسی میں جمال اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی، عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی بسم اللہ کی "ب" کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے ابلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی، نوری ہو یا ناری، فیض یاب ہوتی ہے جب یہ نازل ہوئی تو شیطان نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور اس پر پتھر برسائے گئے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی عزت اور جلالت کی قسم کھائی کہ جس کام میں بھی میرا یہ برکت والا نام لیا جائے گا برکت ہو گی۔ جس بیمار پہ پڑھا جائے گا شفا ہو گی۔ جو اسے پڑھے گا جنت نصیب ہو گی۔

اے مسلماں! اپنے دل سے پوچھ' ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں حرم خالی

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

اگر ہو عشق' تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو' تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

(بال جبریل ۔ علامہ اقبال)

نکاح خوان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۴۲ سال کا شفیق ساتھی

جناب ابو طالب علیہ السلام

از

بندہ درگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کرنل (ر) محمد انور مدنی

نام کتاب ---------- ۴۲ سال کا شفیق ساتھی (حضرت ابوطالب علیہ السلام)

خصوصی ذکر ---------- نکاح خواں رسول کریم ﷺ

تحریر ---------- کرنل (ر) محمد انور مدنی

اشاعت اول ---------- ربیع الاول ۱۴۱۹ جولائی ۱۹۹۸ء

اشاعت دوم ---------- ذی قعد ۱۴۱۹ مارچ ۱۹۹۹ء

تعداد ---------- گیارہ سو (ہر بار)

کمپوزنگ ---------- محمد آصف : فون نمبر ۴۴۹۵۱۴۴

ہدیہ ---------- اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں قبولیت کی دعاؤں کا متمنی۔ کیونکہ واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کریں۔

نیو فائن پرنٹنگ پریس

48/A لوئر مال لاہور

انتساب

رحمتہ للعالمین ---- رؤف رحیم ---- عالی نسب

اصل الموجودات ---- فخر موجودات ---- مقصد کائنات

مختار منتخب ---- نور مجسم ---- روح کائنات ---- محبوب خدا

احکم العاکمین کا بھیجا ہوا ---- حاکم کائنات

ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ----

(جنہوں نے مجھے جہالت کے اندھیروں سے اس وقت بچایا جب میں دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بچاتے میں تو گر چکا ہوتا۔ یہ عرض بارہا بارگاہ رسالت میں کی تھی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بارگاہ میں تمام تر نیاز مندیوں اور عقیدتوں کے ساتھ ----

بندہ درگاہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کرنل (ر) محمد انور مدنی

خصوصی نذرانہ عقیدت

بارگاہ شہنشاہ ولایت، مولائے کائنات، جناب سیدنا علی مرتضیٰ، شیرخدا کرم اللہ وجہ الکریم، قرآن ناطق باب مدینۃ العلم آپ کے متعلق آقا ﷺ نے

فرمان رسول کریم ﷺ

"یا علی! آپ ہادی ہیں، میرے بعد، راہ پانے والے آپ سے راہ پائیں گے، (یاد رکھو، شہنشاہ ولایت کی مہر لگے تو پھر ولایت ملتی ہے) ورنہ نہیں۔"

بصد احترام و اداب -----

امیر المومنین --- شہنشاہ ولایت --- سلطان الاولیاء --- امام المتقین

قرآن ناطق --- باب مدینۃ العلم --- تبسم مصطفیٰ --- داماد مصطفیٰ

مولائے کائنات ---- امام الثقلین ---- عالی نسب --- قاضی دین

حیدر کرار ---- حیدر و صفدر --- مفتی دین --- عالی جناب

مشکل کشا ---- شیر خدا ---- قاتل الکفار ---- کاسر الاصنام -----

مرتضیٰ ---- راز خدا ---- سیف خدا ---- ابو تراب

سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم ---- (جن کے بلاواسطہ حکم سے تھڑے پر کھڑا ہوں)

کی بارگاہ اقدس میں -----

بندہ درگاہ رسول کریم ﷺ

کرنل (ر) محمد انور مدنی

فہرست

صفحہ نمبر

روئے سخن

یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وآلہ

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اس کائنات کی تخلیق کا سبب اپنے محبوب ﷺ سے عشق ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار کہا۔ کہیں یہ کہ یا حبیب ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو میں یہ جہان پیدا نہ کرتا بلکہ عشق کی عظیم ترین بلندیوں سے یہ صدا گونجی لولاک لما اظہرت الربوبیہ یا حبیب ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنے رب ہونے کا ظاہر نہ فرماتا۔ چنانچہ عشق الٰہی محبوب ﷺ ایک ایسی وجہ ہے جو کہ سبب تخلیق کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس ہستی سے عشق کیا تو پھر اللہ تعالیٰ سے عشق کے دعوے کرنے والوں کے لئے اس کے محبوب ﷺ سے عشق کرنا لازم ٹھہرا۔ ملائکہ کرام نے آقا ﷺ سے عشق کیا۔ انبیاء علیہم السلام نے آقا ﷺ سے عشق کیا۔ اولیائے کرام نے آپ ﷺ سے عشق کیا۔ دیگر مخلوقات مثلاً شب معراج والا براق اور غار ثور والا سانپ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو اڑانے والا ایک جنّ تو بڑی عجیب مثالیں ہیں بلکہ ایک عاشق جن نے آپ ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ (جو کہ ترکی کے عجائب گھر میں محفوظ ہے)

۲۔ معلوم ہوا کہ عشق محمد مصطفیٰ ﷺ ہی اس کائنات کی جان ہے۔ اس کائنات کا محور ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر انعامات کی بارش کر دی جنہوں نے اس کے محبوب ﷺ سے عشق کیا بلکہ نماز گزاروں کو حکم دیا کہ نماز کے لئے قیام میں یہ دعا کیا کرو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم گویا کہ عاشقین حضرات کو اتنی تعظیم ملی کہ عام لوگوں کو ان کی پیروی کی ہدایت حکم ملا۔

۳۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کے یہ تقاضے ہیں کہ اپنے محبوب ﷺ کی ہر چیز سے عشق ہو، اسوہ حسنہ سے عشق ہو، خوشیوں سے عشق ہو تو محبوب ﷺ کے غموں سے بھی عشق ہو، عشق فاصلوں کے تکلفات ختم کر دیتا ہے، نہ کسی جامعہ میں درس پڑھنے اور نہ کوئی دنیاوی وجہ (پدرم سلطان بود والی بات) رہ جاتی ہے۔

۴۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ھُو
جس منزل تے عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ ہوئی
ھُو

آقا ﷺ کا فرمان ہے لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولد و الناس اجمعین تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ہم سے اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرتا ہو۔ معلوم ہوا ایمان تو عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ہے۔ اگر دل عشق مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہو تو چاہے روزانہ سینکڑوں تسبیحیں کلمہ طیبہ پھیرتا ہو ایک بے فائدہ مشقت ہو گی۔ منافقین مدینہ منورہ کا حال سورہ توبہ میں تفصیلاً" مذکور ہے مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھنا نمازیں پڑھنا صحابہ کرام کے ساتھ بلکہ آقا ﷺ سے گفتگو کرنا۔ بالاخر سب رائیگاں گیا اور جہنم آخری منزل بنا بیٹھے۔

۵۔ دل منبع عشق ہے۔ دل کہتا ہے کتابیں تو موافق اور خلاف دلائل سے بھری ہوئی ملیں گی ان میں قرآن پاک احادیث مبارکہ و روایات کے حوالوں کی بھرمار ہوتی ہو گی انہیں اپنی عقل اور مقیاس ذہانت کے مطابق ان کی تشریح ملے گی۔ جس کے پیچھے بھی دل ہی کی آواز ہو گی۔ بات پھر وہیں ختم ہو جاتی ہے۔

تمہارا دل کیا کہتا ہے۔

۶۔ عشق مصطفےٰ ﷺ کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین۔ دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور شفیق چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی عشق ہو۔ محبوب ﷺ پیارا ہے تو پھر یہ سب ہیں پیارے اگر ولایت چاہئے تو پھر شہنشاہ ولایت سے بھی پیار کریں۔ ان کے والد محترم سے بھی پیار کریں ان کے خلاف کفر کے فتوے دینا چھوڑ دیں۔ ورنہ ولایت نہیں ملے گی اور ساری زندگی ایک خالی ٹین کی طرح کھڑکتے ہوئے گزر جائے گی۔ گو کہ خود ساختہ القاب کتنے ہی لگاتے پھریں۔ یہ تو کوئی عشق نہیں کہ آپ ﷺ سے عشق کے دعوے کئے جائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان عظیم ہستیوں کے ایمان میں شک ہو۔ یہ کیسا دل ہے' یہ کیسا عشق ہے؟ نہیں یہ تو منافقت کے زمرے میں آجائے گا اور محبوب ﷺ کی بارگاہ اقدس میں جب ایسے لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہوں گے تو یہ جان کر کہ فلاں ویسے تو میرے ساتھ عشق کے دعوے کرتا ہے لیکن میرے ان قرابت داروں کے معاملے میں دل میں شک کرتا ہے یا کفر کا فتوی دیتا ہے۔ آقا ﷺ کتنے آزردہ ہوتے ہوں گے اور یہ ایذائے رسول ﷺ نہیں تو اور کیا ہے؟ انجام ایسا ہو گا کہ سب خود ساختہ القاب دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور حکم الٰہی جس منزل کی نشاندہی کرتا ہے یعنی جہنم وہ مقدر بن جائے گا۔ اس لئے مومن ہونے کا دعوی کرنے والے پہلے اپنے دل میں شمع عشق رسول ﷺ روشن کر۔

۷۔ اب اصل بات کی طرف آتا ہوں اتنا بتانا ضروری تھا کیونکہ اس بات میں بھی دل نے ہی فیصلہ کرنا ہے۔ اگلے صفحات میں ایمان ابوطالب علیہ السلام کے حق میں اور خلاف دلائل بہت ملیں گے۔ ان کی تشریح بھی کافی کتب میں ملے گی اس موضوع پر کتابیں بھی ملیں گی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ نہ تو یہ اعتقادیات کا مسئلہ ہے اور نہ ہی فقہ کا مسئلہ کہ فلاں صاحب نے چونکہ یہ کہا ہے اس لئے اس کی تقلید کی جائے۔ یہ تو بھئی دل کا مسئلہ ہے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ ہے شہنشاہ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عشق کا مسئلہ ہے۔ قرآن کریم کی آیات کے تو کئی معنی ہوتے ہیں۔ میرے مولا علی شیرخدا فرماتے ہیں کہ اگر میں بسم اللہ کی "با" کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹوں کا بوجھ ہو جائے۔ قرآن حکیم کے ایک ظاہری معنی اور سات باطنی معانی ہیں پھر انسان کے اپنے مقیاس ذہانت کا دخل ہے لیکن بالاخر بات وہیں دل پہ ختم ہو جاتی ہے کہ چونکہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کا معاملہ ہے اس لئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہونے کے ناطے ہمیں ان سے بھی عشق ہے۔ کیا کوئی اور ایسا رشتہ تھا جس نے اتنا لمبا ساتھ دیا ہو۔ ۴۲ سال کی رفاقت' دہر کی مشکلات' دشمنوں کی ایذا رسانیوں کے مقابلے کا ساتھ دینے کے لئے ایک شفیق اور محبت کرنے والا چچا جو کہے کہ بھتیجے تو اپنا مشن جاری رکھ جب تک میں قبر میں اتار نہ دیا جاؤں اور واقعی وہ عمر رسیدہ ۸۷ سال کی عمر میں بھی کفار مکہ (دشمنوں) کو یہ کہتا رہا کہ میرے بھتیجے کی پیروی کرو گے تو راہ پاؤ گے۔ کیا یہ اقرار نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا۔ (مولوی صاحب کچھ سمجھ آئی)

۸۔ اگلے صفحات میں قرآن پاک' احادیث پاک اور روایات (حق اور خلاف) کے متعلق بیان کے ساتھ ساتھ سے یہ دیکھیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کا ایمان برحق تھاہاں وہی بار بار رت ہے۔ دل والی بات' دل سے کیا آواز آتی ہے؟

۹۔ ان کے ایمان کی مخالفت میں اتنی شدت کیوں؟ قیامت کے دن یہ تو نہیں پوچھا جائے گا کہ تم ابوطالب کے ایمان کے متعلق کیا کہتے تھے اور نہ ہی یہ ایسا مسئلہ ہے کہ فلاں امام اور مفتی چونکہ ایمان کے خلاف ہے اس لئے اس کی تقلید کی جائے اور حضرت ابوطالب علیہ السلام کی ۴۲ سالہ رفاقت اور واقعاتی شہادتیں (Circumstancial Evidence) اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے میل جول برقرار رکھنا، خصوصاً اعلان نبوت کے بعد کے دس سال اس بات کی دلالت نہیں کرتے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام مومن تھے۔

۱۰۔ قرآنی آیات و احادیث کی سمجھ کے لئے بصیرت اور مقیاس ذہانت کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جانا پڑتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری میرے اہل بیت مین تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ یعنی ان کی نافرمانی اور بے ادبی بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔ (مشکوۃ جلد ۸ صفحہ ۴۵۸)

۱۱۔ اہل بیت میں سے شہنشاہ ولایت میرے مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کی مہر لگے تو ولی بنتا ہے غوث بنتا ہے) کے والد ماجد کے متعلق بات ہو رہی ہے جن کا اپنا فرمان ہے کہ میرا باپ تاریکی میں نور ہے۔ اس لئے بہت نازک مقام ہے۔ کہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی بات اذیت پہنچانے کا باعث نہ بنے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو پھر کیا ملے گا؟

۱۲۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن بڑے تھوڑے وقت میں لکھا گیا۔ مخالفتیں بہت تھیں میں سوچ رہا تھا کہ یہ مخالفین لوگ مدعیان علم بنتے ہیں مگر مجھے تحریری طور پر اپنے خطوط لکھ کر کیسے سوئے ظن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ زیادہ نہیں صرف تین چار لوگ ہی تھے بہرحال انہوں نے اپنے خطوط میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے متعلق کفریہ الفاظ کی رٹ لگائے رکھی اور مفتی و پیر ہونے کے باوجود بغض علی کرم اللہ وجہ الکریم کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ان کے یہ الفاظ رسول کریم

ﷺ اور شہنشاہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کے لئے ایذا کا باعث ہوں گے اور اس طرح انہوں نے قرآنی آیات کے مطابق ایذائے رسول ﷺ اور ایذائے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارتکاب کر کے اپنی پوری زندگی کی محنت پر لعنت کا پانی پھیر دیا (فرمان الٰہی ہے ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخر ولھم عذاب مھینا) میں حیران ہو گیا کہ شہنشاہ ولایت کے والد ماجد کو کافر کہتے ہیں اور بنتے ہیں پیر (ایسے پیر تو ڈبہ پیر ہی ہوئے ناں) بیوپار کیا دولت کمائی نام کمایا کہ بہت بڑے عالم ہیں۔ (دنیا تو کمائی ۔ آخرت میں کیا ملے گا؟)

چنانچہ میں نے وہ خطوط سنبھال لئے اور مولائے کائنات مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کی بارگاہ میں یہاں سے عرض کیا کہ یا مولا علی ایک تو میں یہ کتاب خود بنفس نفیس آپ علیہ السلام کے پاس نجف اشرف آکر پیش کرنا چاہتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ آپ علیہ السلام اسے قبول کر لیں اور دوسرے آپ علیہ السلام کے دشمنوں کے خطوط بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اجازت مل گئی اور کتاب پیش کرنے کے بعد رو رو کر وہ دو خطوط بھی پیش کر دیئے۔

۱۳۔ رسول کریم ﷺ کے شفیق چچا کی شان میں اس کتاب کو Revise کیا ہے اور باب الایمان میں مزید دلائل دیئے ہیں تاکہ منکرین کی عقل میں یہ بات آجائے کہ ایمان لانے کے لئے مخصوص یا معروف الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مزید استدلال کے ساتھ واقعاتی شہادتوں کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ کفار مکہ اور لوگ تھے اور حضرت ابوطالب ان میں سے نہ تھے بلکہ رسول کریم ﷺ (جو کہ صاحب کلی علم غیب ہیں) جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام مومن ہیں اور اسی وجہ سے آپ ﷺ ان سے بہت پیار کرتے تھے اور یقیناً" حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ ﷺ سے پیار کرتے تھے۔

۱۴۔ میں (بندہ رسول کرنل (ر) محمد انور مدنی جو کسی جامعہ کا پڑھا ہوا نہیں ہے) بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہوں، (ہاں) میرا عشق (اپنے محبوب آقا ﷺ اور مولائے کائنات مولا علی شیر خدا علیہ السلام) بغیر کتابیں پڑھے مجھے کہتا رہتا ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام اس دنیا میں رحلت کرنے سے پہلے مومن تھے۔

۱۵۔ یاد رہے درویش کو زمانے کے حوادث کا نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ غم (یعنی نہ ہی کسی مولوی کے فتوے کا)

۱۶۔ پہلے ایڈیشن کی ترسیل کے بعد سینکڑوں خطوط ملے جن میں اظہار اس بات کا تھا کہ ان کے ذہن کے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور ان کا ذہن تو یہ بات ماننا ہی نہیں تھا کہ رسول کریم ﷺ کی معیت میں جس کا عرصہ ۴۲ سال ہے معاذ اللہ کا فرد مشرک رہے۔ بلکہ سب سے زیادہ پیارا ہی اتنے لمبے عرصے کا دکھ اور مصائب میں ساتھ دے سکتا ہے۔ واقعی ان لوگوں نے ٹھیک کہا اور منکرین ایمان ابوطالب کے چھوٹے سے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ آخر ۴۲ سال کا ساتھ کیوں رہا خصوصاً" اعلان نبوت کے دس سال بعد۔

۱۷۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کے طفیل اور حبیب کے حبیب مولائے کائنات شہنشاہ ولایت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم کے صدقے بندہ کو توفیق دے کہ حق عشق رسول اور حق وکالت اہلبیت ادا کرتا رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بس دعا ہی کرتا ہوں ایسے ڈبہ پیر نما مدعیان علم کے لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت پانے کی توفیق نصیب کرے کیونکہ فرمان نبی کریم ﷺ ہے (انت الھادی یاعلی بک یھتدی المھتدین من بعدی) یا علی آپ ہادی ہیں۔ میرے بعد آپ سے راہ پانے والے راہ پائیں گے۔

مفکر پاکستان ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

اے مسلمان اپنے دل سے پوچھ، ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں

۱۔ اے مسلمان! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں حرم خالی
۲۔ کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے
۳۔ اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو، تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق
(بال جبریل)

کاش تم سمجھ سکو

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہنشاہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کی محبت کیا ہے بلکہ مودّت کیا ہے؟

فقط مخلص
بندہ رسول کریم المکی المدنی
کرنل (ر) محمد انور مدنی

پہلا باب

خبردار

رسول کریم ﷺ کو ایذا دینے والوں پر لعنت (دنیا و آخرت میں)

ایذا کیا ہے

رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس، کمالات، صفات و معجزات میں نکتہ چینی کر کے اور آپ ﷺ کے حسب نسب یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو کافر قرار دے کر ذہنی طور پر دکھ پہنچانا ہی ایذا دینا ہے۔

حکم الٰہی

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرہ و اعدلھم عذابا مھینا (۳۳ / ۵۷)

وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور رسول کو ان پر دنیا میں بھی لعنت اور آخرت میں بھی اور ان کے لئے درد ناک ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(روح البیان پ ۲۲، ص ۲۲۲)

تشریح

بعض علماء نے فرمایا کہ ایذا اللہ و رسولہ سے صرف رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانا مراد ہے اور اللہ تعالٰی کا نام محض تعظیم و تکریم اور تبرک کے لئے ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا درحقیقت اللہ تعالٰی کو ایذاء دینا ہے۔ (اس لئے اللہ تعالٰی نے رسول اللہ ﷺ کے ہر معاملے کو اپنا معاملہ بتایا۔ کما قال من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

آیت میں اہل ایمان کے ایذاء کو رسول اللہ ﷺ کے ایذاء ﷺ کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے ایذاء کو اللہ تعالٰی کے ایذاء کے ساتھ

ملانے میں اشارہ ہے کہ جو اہل ایمان کو ایذاء دیتا ہے وہ گویا رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ و رسول (جل جلالہ' و ﷺ) کو ایذاء دے کر لعنت کا مستحق ہے۔ ایسے ہی اہل ایمان کو ایذاء دینے والا دنیا و آخرت میں لعنت کا مستحق ہے۔

فرمان رسول کریم ﷺ

لا تو ذوا الاحیاء بسبب الاموات

ترجمہ :۔ مردوں کی وجہ سے زندوں کو ایذاء نہ دو۔

(روح البیان ۔ پ ۲۲' ص ۲۱۸)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ

حدیث قدسی

میں ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)

من اذی لی ولیا فقد بار زنی بالمحاربہ

(جو میرے کسی ولی کو ایذاء دیتا ہے جنگ کے طور میرا مقابلہ کرتا ہے)

کسی نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی تو انہوں نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔

شب معراج

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں شب معراج ایک قوم پر گزرا جو اپنی زبانوں کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں، میں نے جرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ وہ ہیں جو اہل ایمان مرد اور عورتوں پر ناحق بہتان تراشتے تھے۔

حکم الٰہی

والذین یوذون المومنین والمومنت

جو مومن مرد اور عورت کو ایذاء دیتے ہیں یعنی ان کے حق میں وہ باتیں کرتے یا ان کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں جس سے انہیں رنج پہنچتا ہے بغیر ما اکتسبوا بغیر ضرورت کے کہ وہ دکھ اور رنج پہنچانے کے مستحق بھی نہ تھے۔

کنز الایمان۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں (ص ۷۶۹)

۱۔ یہ آیت ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایذاء دیتے تھے اور ان کے حق میں بہ گوئی کرتے تھے۔

۲۔ منافقین (خوارج) حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھلم کھلا گالی دیتے اور آپ کے حق میں ایسی بکواسات کرتے جسے عام آدمی کا برداشت کرنا مشکل تھا۔

حضرت ابوطالب کے بارے میں بے ضرورت گفتگو
(ذکر خیر سے کرو یا خاموش رہو)

۱۔ تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے

اسلام ابوطالب اور معجزہ نبی پاک ﷺ

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ حجتہ الوداع سے واپس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین اور آپ کے چچا کو زندہ کیا تو یہ سب حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لائے جیسا کہ سورۃ توبہ میں گزرا۔

ابوطالب کے ایمان و کفر کے مقابلے میں بے ضرورت گفتگو اور بحث و مباحثہ اور ان کو برا کہنے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس سے حضور سرور عالم ﷺ کی طبعی ایذاء کا احتمال ہے۔ (روح البیان پ ۲۰، ص ۱۸۲)

۲۔ تفسیر نعیمی (پ ۲، ص ۱۱۴) مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں

حضرت ابوطالب پر لعنت ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ ان کے کفر پر مرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں ان کے ایمان پر موت کی روایت نقل کی۔ نیز روح البیان نے ایک جگہ ان کا بعد موت زندہ ہونا اور ایمان لانا ثابت کیا۔ بغرض محال اگر ان کی موت کفر پر ہوئی بھی ہو تب بھی چونکہ انہوں نے حضور علیہ سلام کی بہت خدمت کی اور حضور ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ اس لئے ان کو برا کہنا حضور ﷺ کی ایذاء کا باعث ہو گا۔ ان کا ذکر خیر ہی سے کرو یا خاموش رہو۔

۳۔ مدارج النبوت ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ (ج ۱، ص ۷۹ / ۸۰)

۱۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف نظر کی دیکھا کہ وہ اپنے لبوں کو جنبش دے رہے ہیں۔ تو انہوں نے اپنے کان قریب کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے کہا کہ اے بھتیجے خدا کی قسم بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھا جس کلمہ کے پڑھنے کا آپ انہیں فرما رہے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے سنا ہے۔"

۲۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا آخری کلام علی ملۃ عبدالمطلب ہے۔ پھر صاحب مدارج النبوت فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد، شرک و کفر کی نجاست سے پاک و صاف ہیں۔ کم از کم اتنا تو لازم ہے کہ اس مسئلہ میں توقف اور صرف نگاہ کریں۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں (تفسیر نعیمی پ ۱۰، ص ۱۷۹)

۱۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند اللہ مومن تھے۔

۲۔ کفر کے لئے یقین چاہئے اور یقین والی روایت کوئی نہیں

تشریح

۱۔ ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو نکلے تو اور کیا چاہئے اور جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنداللہ مومن تھے تو پھر کفر والی بات تو ختم ہو گئی ناں

۲۔ دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ کفر کے لئے یقین چاہئے اور جتنی بھی روایات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے خلاف ملی ہیں وہ سب کی سب تضاد سے بھرپور قرآن حکیم کے خلاف اور خلاف عقل ہیں۔ اس لئے تمام کی تمام ناقابل یقین ہیں

اگر دل کہتا ہے

کہ وہ عنداللہ مومن تھے تو پھر ببانگ دہل کہو کہ وہ مومن تھے۔ اگر مگر والی ذاتی مصلحتوں کو چھوڑو۔ ایسی مصلحتوں سے شاید اس فانی دنیا میں تھوڑا سا ذاتی فائدہ مل جائے لیکن آخرت میں کیا جواب دو گے۔

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

ورقہ بن نوفل کے متعلق

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں۔ شرح (مشکواۃ ج ۸، ص ۹۷)

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری (المتوفی ۷۴۳ھ) صاحب ''مشکواۃ'' نے انہیں ''صحابی'' کہا ہے

دوبارہ انتباہ

محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایذاء نہ دو

فرمان الٰہی ہے

تحقیق جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

فرمان نبی ﷺ ہے

اس قوم کا کیا بنے گا جو مجھے میرے قرابت کے حوالے سے اذیت دیتی ہے۔ (غصہ کی حالت) سنو۔ جس نے میرے قرابت والوں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جو مجھے اذیت دے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائے گا۔ (الدرجۃ المنیفۃ فی آباء الشریفۃ)

زندوں کو ان کے مردوں سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ (الفتح الربانی، مطبوعہ قاہرہ، مصر)

سوچو

جب امتیوں کے اعمال سرکار ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں تو ان میں اگر کسی مولوی کا یہ قول بھی آپ ﷺ کے سامنے آئے کہ اس نے آپ کے والدین، دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب کو کافر اور جہنمی لکھا ہے تو اسے پڑھ کر یا سن کر حضور ختمی مرتبت کو کتنا رنج ہوتا ہو گا اور آپ ﷺ ایسے شخص سے کس قدر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوں گے۔

علامہ اقبال نے درست کہا ہے۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی

نہ ہو، تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق

دل کی آواز سنیں

(دل اگر نہیں مانتا تو کیا بہتر نہیں کہ سکوت اختیار کیا جائے)

اشعار ابی طالب علیہ سلام

الم تعلموا انا وجدنا محمدا

نبیا کموسی خط فی اول الکتب

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد ﷺ کو نبی موسیٰ علیہ سلام کی طرح پایا ہے اور یہ بات پچھلی کتابوں میں لکھی گئی تھی۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامی عصمه للارامل

وہ روشن چہرے والے۔ جن کے وسیلے سے بادل سے بارش کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی آبرو ہے۔

فلسنا رب البیت نسلم احمدا

لعزاء من عض الزمان ولا کرب

رب البیت کی قسم ہم وہ لوگ نہیں جو زمانے کی صبر طلب سختی یا کسی تنگی کے سبب سے احمد ﷺ کی مدد سے دست کش ہو جائیں اور آپ ﷺ کو دشمن کے سپرد کر دیں۔ (معاذ اللہ)

بتاؤ:۔ یہ اسلام نہیں تو پھر اسلام کیا ہے؟

دوسرا باب

روایات اور راوی حضرات

صحت اور پڑتال کے معیار کے چند اہم اصول

فرمان رسول کریم ﷺ

"ایک زمانہ آئے گا تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ میرے بعد تمہارے لئے حدیثیں بہت ہو جائیں گی اس لئے جب تمہارے روبرو میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبو کر لو اور جو مخالف ہو اس کو رد کر دو۔"

حضرت امام اعظم امام ابو حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیمانہ روایت حدیث

"فرماتے ہیں انسان کو چاہئے کہ صرف اس حدیث کی روایت کرے جو سننے کے دن سے روایت کرنے کے دن تک سے حفظ ہو۔"

پس آپ کے نزدیک بجز یاد رکھنے والے کے روایت جائز نہیں (اقوال صحیحہ ص ۱۰۷، بحوالہ الخیرات)

روایات کی صحت

روایت و حدیث کے صحیح وثقہ یا وضعی و ضعیف ہونے کی تصدیق کرنے کے لئے مندرجہ ذیل معیار و اصول ہوتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں پھر احادیث صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہیئے اگر نہ ملے تو روایات سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔

۲۔ کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کی روایات و اسناد کی تنقید لازم ہے۔

۳۔ سیرت کے واقعات میں سلسلہ علت و معلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

۴۔ نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیئے۔

۵۔ روایات میں اصل واقعہ کس قدر ہے اور راوی کی ذاتی رائے و فہم کا کس قدر جزو شامل ہے۔ اس کا تعین کرنا ضروری ہے۔

۶۔ اسباب خارجیہ کا کس قدر اثر ہے۔

۷۔ جو روایت عام وجوہ عقلی مشاہدہ عام اصول مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہو گی لائق حجت نہ ہو گی۔

۸۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق و جمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیئے کہ راوی سے ادائے مفہوم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

۹۔ روایات احاد کو موضوع کی اہمیت اور قرآئن حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہیئے اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کے متعلق ہے تو انہیں قرآن حکیم پر پرکھنا چاہیئے۔

حدیثوں کے راویوں کی اقسام

فرمان مولائے کائنات شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

بعض چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط طور پر کیسے منسوب ہو جاتی ہیں تو اس کی بڑی وجہ وہ کذاب اور وضاع راوی ہیں جو اپنی محدثیت کی دکان چمکانے کے لئے طرح طرح کی حدیثیں گھڑ کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے رہے لیکن ایسی روایتوں کا اسماء الرجال کے ذریعے باسانی پتہ چلایا جا سکتا ہے' البتہ کچھ روایتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کوئی بھی راوی کذاب نہیں ہوتا اس کے باوجود ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف درست نہیں ہوتی اور اس کا سبب باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حدیثوں کے راوی تین قسم کے ہوا کرتے ہیں۔

الف۔ وہ مخلص مومن جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا اور آپ ﷺ کی گفتگو کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھا۔

ب۔ وہ اعرابی جو کسی باہر کے قبیلے سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا مگر اس کا صحیح مطلب نہ سمجھ سکا اور اپنے قبیلے میں واپس جا کر جو کچھ سمجھا تھا اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا' جس کی وجہ سے مفہوم میں تبدیلی واقع ہو گئی۔

ج۔ وہ منافق جس کا نفاق ظاہر نہیں تھا۔ اس نے جھوٹ اور افتراء کے طور پر بات گھڑی اور اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف (بالواسطہ یا بلاواسطہ) منسوب کر دیا۔ سننے والے نے اس کو سچا مومن سمجھتے ہوئے اس کی بات پر یقین کر لیا اور اس کی روایت کو دوسروں کے سامنے ذکر کر دیا۔ اس طرح وہ جھوٹی روایت پھیل گئی۔

قسم دوم اور قسم سوم میں یہ فرق تو ضرور ہے کہ ایک کو غلط فہمی ہوئی اور دوسرے نے جان بوجھ کر شرارت کی لیکن بہرصورت ان کی روایات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بالیقین غلط ہے، خواہ بعد کے راوی کتنے ہی ثقہ اور مستند کیوں نہ ہوں، اس لئے روایات کو کتاب اللہ پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی روایت قرآن کے مطابق ہوئی تو وہ بالیقین رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے جس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر مومن کے لئے ضروری ہے اور اگر قرآن کے خلاف ہوئی تو وہ کسی غلط فہمی یا نفاق کا شاخسانہ ہے اور اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف باطل ہے اور قابل قبول نہیں۔ حاصل یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کبھی، بھی قرآن کے خلاف نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک

میرے بعد تمہارے پاس بیشتر روایات پہنچیں گی۔ جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کرنا جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو۔ یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہو گا اور جو قرآن حکیم کے معارض و مخالف پائی جائے اس سے اس کو رد کر دینا۔ یقین کرو میں بری ہوں۔

نوٹ:۔ فرمان نبی ﷺ سے اور بڑی کوئی کسوٹی نہیں جس سے روایات کو پرکھا جا سکے ان حضرات کے لئے مشعل راہ ہے جو اندھا دھند ہر روایت کو مان لیتے ہیں کہ جی یہ بخاری یا مسلم میں لکھا ہے۔

غلط روایات اور غلط تشریح کی گئی احادیث میں

علماء کرام و مصنّفین پر تنقید کرنا واجب ہے

ایک شاگرد بڑے پروفیسر (Professor) سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کرنے کا شرعی حق رکھتا ہے اور اس کی کتاب کی غلطی یا بالمشافہ خود اس کی غلطی ظاہر کرنے کا مجاز ہے دنیائے اسلام میں دور حاضر کے فرقہ وارانہ ذہنیت کے مالک ایسے لوگ موجود اس نظریے میں مبتلا ہیں کہ اپنے پسندیدہ علماء کرام اور ان کی تقاریر و تصانیف کو کلیتہ اغلاط سے پاک سمجھتے ہیں اور ان کے کسی قول میں بھی مسترد ہونے کا امکان نہیں مانتے اگر کوئی شخص ان لوگوں کے نظریے کے خلاف عقیدہ حق کا اظہار کرے تو یہ لوگ حقیقت ہونے کے باوجود ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ امام شافعی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایوں، گواہوں اور مصنّفین پر جرح و تنقید کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس میں شریعت کی حفاظت ہے اور حضرت عباس دوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے جو شخص یہ دعوی کرے اس سے حدیث میں خطا نہیں ہوئی وہ کذاب ہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خود کو خطا سے مبرا سمجھے وہ پاگل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسا کون شخص ہے جو خطا نہیں کرتا (بحوالہ الاداب الشرعیہ ج ۲، ص ٦٦ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ المکرمتہ طبعہ اولی ۱۴۱۷ء) امام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے میری زندگی کی قسم تصنیف و تالیف میں خطرہ لغزش سے انسان کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہے اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے بے شک بھول چوک انسانیت کے خصائص سے ہے اور خطا و لغزش آدمیت کی علامت ہے (حوالہ درالمختار ج، ص ۹٦ ـ ۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اولی ۱۴۱۵ھ)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انبیاء کرام علیہم الصلواۃ والسلام کے سواء کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بے جا صادر ہونا کچھ کالمعدوم نہیں (حوالہ فتاوی رضویہ ج' ص ۲۸۳ مکتبہ رضویہ)

امام الحرمین عبدالمالک بن عبداللہ الجوینی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۷۸ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی ایک لغزشوں سے معصوم نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے درگزر فرمانے والا ہے پھر کیسے کسی عام شخص کے لئے عصمت تسلیم کی جائے (حوالہ کتاب الارشاد ص ۱۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' طبعہ اول ۱۴۱۶ھ)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شک نہیں کہ قاضی ممدوح گیارہویں صدی کے ایک عالم تھے مگر عالم سے لغزش بھی ہوتی ہے اور پھر اس کی غلطی سے بچنے کا حکم بھی ہے نہ کہ اتباع کا (حدیث میں ہے کہ حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم کی لغزش سے بچو اور اس کے رجوع کا انتظار رکھو۔) اسے استاد امام مسلم حسن بن علی حلوانی ابن عدی' بیہقی اور امثال میں عسکری نے حضرت عمر بن عوف مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات کیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عالم سے لغزش ہوتی ہے تو وہ اس سے رجوع کر لیتا ہے اور اس کی خبر شہروں شہروں پہنچ کر لغزش اس سے معقول رہ جاتی ہے (حوالہ فتاوی رضویہ ۹' ص ۶۶۳' مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

رب کائنات کی پاکیزہ مقدس کتاب آسمانی صحیفہ کے سوا کوئی کتاب اغلاط و اختلاف سے پاک نہیں (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ' حوالہ درالمختار ص ۱۰۵
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ' بیروت طبعہ ۱۴۱۵ھ ' خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کتاب کی ۷۰ مرتبہ بھی تصحیح کی جائے تب بھی اس کتاب میں ضرور خطا پائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی کتاب آسمانی صحیفہ کے سوا کوئی کتاب صحیح ہو۔ (حوالہ موضح اوہام بوالتغریق ج ا ' ص ٦)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آئمہ کرام و خطباء ملت کے علمائے کرام و مصنّفین کے غلط روایات اور غلط احادیث پر تنقید کرنے کے بارے میں چند قوال پڑھے رب کائنات سے دعا ہے جمیع امت مسلمہ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلاف کے طریقے پر ہمیشہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) خصوصاً" ان حضرات کے لئے ضروری ہے کہ اس طرف زیادہ توجہ دیں جو ہر روایت کو اس لئے مان لیتے ہیں کہ ان کے استاد یا پیر یہی کہتے ہیں۔ اگرچہ استاد اور پیر کی تعظیم اپنی جگہ بجا ہے لیکن روایات کی پڑتال کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے۔

ضروری ہے کہ احادیث بخاری و مسلم کی صحت کی پڑتال ہو آپ کے غور و فکر کے لئے عرض ہے

ا۔ آپ صرف اور صرف بخاری اور مسلم میں آنے والی احادیث کو جزو ایمان ہی نہ بنالیں اور دوسری کتب احادیث جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں میں آنے والی اس کے برعکس احادیث کو اس لئے ضعیف اور کمزور نہ قرار دے دیں کہ وہ بخاری و مسلم میں کیوں موجود نہیں۔

۲۔ ایک مثال حاضر ہے۔ بخاری شریف میں ایک روایت بھی ایسی موجود نہیں جس میں نماز میں رفع یدین کرنے کی نفی کی گئی ہو بلکہ اس کے برعکس تمام تر روایات میں یہی ایک بات ہے کہ رفع یدین کرنا ضروری ہے حالانکہ دوسرے محدثین مثلاً" ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ، الطبرانی، الطحاوی، الحاکم، البیہقی میں ان احادیث کا ناسخ موجود ہے اور یہ کہ ترک رفع یدین ضروری ہے۔

۳۔ قرآن مجید سے متعارض روایات وہ تمام روایات جن میں سیدالانبیاء ﷺ کے اوصاف حمیدہ، ذات اقدس، کمالات و جمالات و معجزات اور والدین کریمین دادا محترم حضرت عبدالمطلب عم محترم حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ کافر و مشرک ثابت کیا گیا ہے اور وہ جن میں رسول کریم ﷺ پر جادو کا اثر بتایا گیا ہے خواہ وہ کسی بھی کتاب حدیث میں ہوں ناقابل قبول ہیں اور راوی کو جھوٹا قرار دینا چاہئے اس قسم کی روایات سے بخاری شریف اور مسلم شریف بھی مبرا نہیں۔

کیونکہ یہ قرآن مجید سے متعارض ہیں

بخاری مسلم فاضل بریلوی کی نظر میں

ایسے ہی شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا' کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امت مرحومہ تک پہنچایا اس سب کا علم بخاری' مسلم کو حاصل نہ تھا' خود اصحابہ کرام جو گاہ وبہ گاہ سفر و حضر میں دائما بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ و علیہم صلوٰۃ اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت عبداللہ ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہ دعوی نہیں کر سکتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے' کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے. کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی مخفی رہیں تابدیگرے چہ رسد' پھر بخاری' مسلم وغیرہما کیوں کر علم کل کا دعوی کر سکتے ہیں' اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہو گا یعنی ہم کو نہیں معلوم "صفاح اللجین صفحہ ۳۳ / ۳۴)

لاکھوں حدیثیں علماء اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں' امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں' امام مسلم کو تین لاکھ' پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں آئیں۔

خود شیخین "بخاری و مسلم" وغیرہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری امام مسلم اور افراد مسلم امام بخاری اور صحاہ افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھایئے تو یوں ہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبی میں داخل نہ کیا' ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں۔ (صفاح اللجین صفحہ ۳۱ / ۳۲)

فاضل بریلوی مزید فرماتے ہیں کہ

اجلہ رواۃ بخاری و مسلم بے وجہ و جیہ و دلیل ملزم کوئی مردود و خبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر بیلسی و محمد بن فضیل بن غزوان کوفی و خالد بن مخلد ابوالہشیم بجلی مبلایہ تو بخاری و مسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ و مجال پر فقط مواخذہ ہے۔

اس سے بڑھ کر سنئے یہ حضرت نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث دانی نے صحاح ستہ کے رد و ابطال کے لئے اقوال سبعہ واضح فرمائے جس راوی کو تقریب میں صندوق رمی باشیع، یا صداوق متیشع، یا ثقہ یغرب، یا صدوق، حصی، یا صدوق یہم، یا صدوق لہ اوہام لکھا ہوں وہ سب ضعیف و مردود الروائت و متروک الحدیث ہیں۔

حالانکہ باقی صحاح ورکنار خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں دس بیس نہیں، سینکڑوں ہیں چھ قاعدے تو یہ ہوئے اور ساتواں یہ جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہوا ہو۔

مسلمانو! حضرت کے یہ اقوال سبعہ پیش نظر رکھ کر بخاری و مسلم کو سامنے لائیے اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رد ہوتی جائیں کاٹتے جائیں اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں گی (الفضل الموہبی ص ۲۳، از فاضل بریلوی)

تیسرا باب

کیا تم لوگوں نے کبھی یہ سوچا کہ

۱۔ آپ ﷺ نے ۴۲ سال کی رفاقت کیوں کی؟
۲۔ اگر حضرت ابوطالب کافر و مشرک تھے تو پھران کو کیوں نہ چھوڑا۔
۳۔ اس طرح یہ دیکھنا ہے کہ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا لمبا ساتھ کیوں دیا؟
۴۔ انہیں کیا پڑی تھی کہ اعلان نبوت کے بعد والے دس سال بڑی شدت و محبت کے ساتھ دیتے جبکہ ان کے دین کے خلاف ان کے معبودوں کو برا کہا جا رہا تھا اور ان کے پوجنے والوں کو گمراہ کہا جا رہا تھا۔

جواب

۱۔ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں (پ ۲، ص ۱۱۴)

حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کی بہت خدمت کی اور حضور ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔

۲۔ یہ ساتھ ۴۲ سال اس لئے دیا بلکہ شدت کے ساتھ دیا کیونکہ حضرت ابوطالب ایمان لے آئے تھے یہ رفاقت اسی ایمان کی بنیاد تھی نہ کہ طبعی محبت۔ کیونکہ دین میں اگر اختلاف ہو تو طبعی محبت ختم ہو جاتی ہے۔
۳۔ صاحب کلی علم غیب بھی جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب ایمان لا چکے ہیں۔
۴۔ رسول کریم ﷺ مختار منتخب ہیں جسے چاہیں ایمان سے منور فرما دیں، حتمی کہ پتھروں کو بھی۔
۵۔ اللہ تعالیٰ ان کی رضا چاہتا ہے، تو اپنے محبوب ﷺ کی رضا کے لئے ان کے محبوب کو جہنم میں نہیں پھینکے گا۔

کون ـ ابو طالب

اسم گرامی

آپ کا اسم گرامی عبد مناف بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کا نام عمران بن عبدالمطلب بھی ہے۔

کنیت

آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے کا نام طالب تھا اسی وجہ سے آپ کو ابو طالب کہنے لگے اور پھر یہ کنیت اس قدر زیادہ مشہور ہوئی کہ لوگ آپ کا اصل نام ہی بھول گئے۔

سال ولادت

آپ کی عمر مبارک سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے وقت پینتیس سال تھی۔ اس حساب سے آپ کا سال پیدائش ۵۵۶ء قمری اور ۵۳۶ء شمسی ہوتا ہے۔

سگے بہن بھائی

ماں باپ کی طرف سے آپ کو دو سگے بھائی اور پانچ بہنیں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ بھائی، سیدنا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (والد گرامی رسول اللہ ﷺ) سیدنا زبیر ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما، بہنیں سیدہ عاتکہ، سیدہ برہ، سیدہ امیمہ، سیدہ اروی، سیدہ ام حکیم بیضاء، بنات عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنھن

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمر بن عائذ ہے۔ آپ قبیلہ بنی مخزوم سے تھیں۔

زوجہ محترمہ اور اولاد

آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں (جن کو رسول اللہ ﷺ اپنی ماں کے بعد ماں فرمایا کرتے تھے آپ شروع ہی سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں تھیں اور حضرت ابوطالب کی زندگی کے آخری آٹھ سال بطور مومنہ گزارے) کے باطن مبارک سے چار لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

لڑکے

جناب طالب بن ابوطالب، حضرت عقیل بن ابوطالب، حضرت جعفر بن ابوطالب، حضرت علی بن ابوطالب

لڑکیاں

سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب، سیدہ جمانہ بنت ابی طالب، سیدہ اسماء بنت ابی طالب (ان کا نام ریط بنت ابی طالب بھی کہتے ہیں) ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک اور شادی بھی کی تھی اور آپ کی اس زوجہ محترمہ کا نام علہ بتاتے ہیں۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا طلیق بن ابی طالب پیدا ہوا۔ مگر اس کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

پھر یاد رہے :۔ شہنشاہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مومنہ تھیں۔

آپ کی اولاد کا مختصر تعارف

طالب ابن ابی طالب

طالب حضرت ابوطالب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ انہیں کے نام پر آپ کی کنیت حضرت ابوطالب ہے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر کفار مکہ مسلمانوں کے مقابلہ میں دوسرے بنی ہاشم کی طرح طالب کو بھی جبرا اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ چنانچہ جب طالب میدان میں آنے لگے تو آپ نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھے۔

لا هم يغزون طالب
فی مقنب من هذه المقائب
فليكن المغلوب غير الغالب
ولكن المسلوب غير السالب

ترجمہ :۔ یااللہ ان بھیڑیوں اور گرگوں کے ساتھ آگیا ہے اور لڑنے میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔ "مگر یااللہ" جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے اور جو چھین رہا ہے اس سے چھن جائے"

چنانچہ مشرکین قریش کو جب شکست فاش ہو گئی تو طالب نہ قیدیوں میں پائے گئے اور نہ ہی قتل ہونے والوں میں ملے نہ مکہ معظمہ میں واپس آئے نہ ہی آپ کا کوئی حال معلوم ہوا اور نہ ہی آپ کی کوئی اولاد ہے ایک روایت ہے کہ جنگ سے پہلے وہ بدر سے راستے ہی سے واپس ہو گئے تھے۔

عقیل ابن ابی طالب

آپ جناب طالب ابن ابی طالب سے دس سال چھوٹے تھے۔ آپ کو بھی کفار مکہ زبردستی جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ میں لے آئے تھے اور آپ اسیران بدر میں تھے۔ آپ صلح حدیبیہ سے پہلے ہی دولت اسلام سے مشرف ہو چکے تھے۔ آپ نے غزوہ موتہ اور کئی دوسری جنگوں میں حصہ لیا۔

آپ انساب عرب کے بہت بڑے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے اور اس علم میں آپ تمام عرب میں ممتاز تھے۔ آپ کی کنیت ابویزید ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے خاص محبت تھی۔ آپ ان کو مخاطب کر کے فرماتے تھے۔

یا ابایزید انی احبک حبالقر ابتک و حبا لما کنت اعلم من حب عمی ایاک (الاستیعاب)

اے ابویزید! میں تم سے دوہری محبت کرتا ہوں۔ ایک محبت تو تمہاری قرابت کی ہے اور دوسری محبت اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

آپ نے مورخہ ۳ ذوالحجہ ۵۹ھ بروز جمعرات انتقال فرمایا۔ آپ کے تین صاحبزادے حضرت مسلم بن عقیل، عبدالرحمٰن بن عقیل اور محمد بن عقیل ہیں یہ تینوں صاحبزادگان اعلیٰ مقام میں سے اول الذکر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین کے نائب بن کر کوفہ میں تشریف لے گئے تھے۔ جہاں انہیں کوفیوں کی بے وفائی کا سامنا کرنا پڑا اور ظالم ابن زیاد لعنتی کے حکم سے شہید کر دیئے گئے۔ یہ حادثہ کربلا کے پہلے شہید ہیں۔

حضرت جعفر طیار بن ابی طالب

آپ حضرت عقیل ابن ابی طالب سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے۔ کتب احادیث میں آپ کے بے شمار فضائل و مناقب موجود ہیں۔ آپ اول اسلام لانے والوں میں سے تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مقتدر صحابہ کرام میں سے تھے۔ حبش کا بادشاہ نجاشی آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔

۷ ھ میں حضرت جعفر مدینہ منورہ سے سیدھے خیبر پہنچ گئے۔ اس وقت خیبر فتح ہو چکا تھا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب کو دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے پناہ مسرت ہوئی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ "ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں خیبر کے فتح ہونے کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر بن ابی طالب کے آنے کی زیادہ خوشی ہے۔"

ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی منقبت میں فرمایا کہ اشبہت خلقی و خلقی یعنی اے جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

آپ ۸ ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کے سینے پر تلواروں اور نیزوں کے نوے زخم موجود تھے۔ آپ کے دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ذوالجناحین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ یعنی دو پروں والے آپ فرماتے تھے کہ ہم نے جعفر کو جنت کے ملائکہ کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں کے نام عبداللہ بن جعفر، عون بن جعفر، محمد بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔

امیر المومنین علی ابن طالب کرم اللہ وجہ الکریم

آفتاب دلیل آفتاب

آپ کی ذات اقدس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے آپ کے لئے یہ فرمایا ہے کہ جس کے ہم مولا ہیں اس کے علی مولا ہیں' جب یہ آیت نازل ہوئی انما انت منذر ولکل قوم ھاد (الرعد) (تفسیر کبیر)

آقا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا انا منذر وانت الھادی یا علی بک یھتدی المھتدین من بعدی میں ڈر سنانے والا ہوں آپ ہادی ہیں یا علی' آپ سے راہ پانے والے راہ پائیں گے میرے بعد یعنی کہ آپ شہنشاہ ولایت ہیں' آپ علی علیہ السلام کے رخ انور کو دیکھنا عبادت ہے' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہم سے ہیں اور ہم علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں ہمارا اور علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نور ایک ہے' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہماری جان ہیں' علی جسد ہیں اور ہم جان ہیں' ہم سر ہیں اور علی رضی اللہ تعالٰی عنہ جسد ہیں' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اور ہمارا گوشت ایک ہے' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اور ہمارا خون ایک ہے' فتح خیبر کے دن فرمایا کہ جس سے اللہ تعالٰی اور ہم محبت کرتے ہیں اس کو علم دیا جائے گا اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو علم عطا فرما دیا' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ساقی کوثر ہیں' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ منار الایمان ہیں' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ دوزخ اور جنت کو تقسیم فرمانے والے ہیں' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ جنت کے وارث ہیں' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ امام الاولیاء ہیں' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ مشکل کشا ہیں' باب مدینتہ العلم ہیں' علی علیہ السلام وصی و وارث رسول ﷺ' علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تاج بتول ہیں' جنت کے جوانوں کے سرداروں کے باپ ہیں' خلیفہ برحق اور امام برحق ہیں' علی علی ہیں اور علی ابن ابی طالب ہیں۔

دختران ابی طالب

ا۔ سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب

آپ کا نام ہند تھا بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہے۔ آپ کے گھر سے ہی امام الانبیاء ﷺ معراج کی رات کو جبریل علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ آپ عام الفتح کے وقت اسلام لائیں۔ آپ کے چار بچے تھے۔ ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ سرکار دو عالم ﷺ کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی۔

سیدہ جمانہ بنت ابوطالب

آپ کے زیادہ حالات تو نہیں ملتے تاہم خیبر کی پیداوار سے سرکار دو عالم ﷺ نے تیس وسق کھجوریں آپ کے لئے وقف فرمائی تھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اسلام بھی لائی تھیں اور فتح خیبر کے وقف حیات بھی تھیں۔

۳۔ اسماء بنت ابی طالب

اپ کے حالات بھی وضاحت سے نہیں مل سکے۔ تاہم اپ کا اسم گرامی تاریخ کی معتبر کتب میں موجود ہے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام خاندان مبارک عظیم تر ہے جس کا ہر فرد "نور علی نور" ہے۔

جناب فاطمہ بنت اسد (زوجہ محترمہ)

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ شروع ہی سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھیں پھر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ کتب احادیث میں آتا ہے کہ جب آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتار گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے اور فرمایا کہ۔

"ہم نے اپنا کرتا اس لئے دیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جنت کا حلہ عطا فرمائے اور ساتھ اس لئے لیٹے ہیں کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔"

آپ ان کے لئے یہ بھی فرماتے تھے کہ میری ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہ میری ماں ہیں اور یہ بات ان کے لئے بالعموم فرمایا کرتے تھے کہ ابو طالب علیہ السلام کے بعد میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ان کے سوا کوئی نہ تھا۔

انتہائی ضروری بات

بعض حضرات حضرت ابو طالب کے کفر پر فوت ہونے کی ایک یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ آپ نے ان کی وفات کے بعد کبھی ان کا ذکر خیر سے نہیں کیا۔ حالانکہ یہ قطعی نادرست اور خلاف حقیقت ہے۔

مدینہ میں بارش

جب مدینہ منورہ میں لوگوں نے بارش کے لئے آقا ﷺ سے عرض کی۔ پھر بارش شروع ہو گئی اس پر آپ ﷺ نے خوش ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے فرمایا اگر آج ابو طالب ہوتے تو خوش ہوتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھه

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (سیرت ابن ہشام)

کیا یہ ذکر خیر نہیں؟

پھر حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر یہ فرمانا کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ ابو طالب علیہ السلام کے حسن سلوک کا اعتراف اور ذکر خیر نہیں تو اور کیا ہے؟

سیرت و کردار

شیخ بطحا حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار و سیرت کی اگر پورے طور پر تصویر کشی کی جائے تو ہزاروں صفحات درکار ہیں۔ تاہم انتہائی اختصار سے آپ کی زندگی کے مختلف پہلو ہدیہ ناظرین ہیں۔

شراب سے اجتناب

خواجہ بطحا سیدنا ابوطالب نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب اور اس جیسی دیگر ہلاکت خیز چیزوں سے قطعی پرہیز رکھا ہے۔ چنانچہ سیرت حلبیہ شریف و دیگر کتب میں آتا ہے وکان ابو طالب ممن حرم الخمر علی نفسه فی الجاهلية کابيه عبدالمطلب ابوطالب نے اپنے باپ ہی کی طرح زمانہ جاہلیت میں شراب کو اپنی ذات پر حرام کر لیا تھا۔

شراب کو خود پر ترک کر لینا بظاہر معمولی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس زمانہ جاہلیت کے سیاہ دور کا تصور کر لیں جس کی تصویر کشی کرتے ہوئے مورخین کے قلم کانپ اٹھتے ہیں تو پھر اس چیز کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوطالب اپنے والد مکرم سیدنا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری پوری تصویر تھے اور تمام محرمات کو آپ نے اپنے باپ ہی کی طرح خود پر حرام قرار دے رکھا تھا اور ایسا کرنا آپ کے لئے ضروری بھی تھا۔ کیونکہ ان ہی کی آغوش رافت میں آفتاب نبوت سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروان چڑھنا تھا اور اس پاک ہستی کی پرورش ناپاک ہاتھوں میں ہونا غیر ممکن ہی نہیں بلکہ سخت ترین محالات سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں ہوئی تھی تو قدرت کاملہ نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے لئے دودھ پلانے کی خدمت ان ہی کی ماں سے لی تھی۔

امام الانبیاء ﷺ کی عصمت و پاکیزگی پر ایمان رکھنے والے لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو ناپاک ہاتھوں کی ناپاک غذا سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے اور ایسا ہونا آپ ﷺ کی ذات اقدس کیلئے انتہائی ضروری تھا۔

وجاہت

حضرت عبدالمطلب کی تمام اولاد وجاہت و نجابت کی عظیم تصویر تھی۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ تمام عرب میں فرزندان عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کسی باپ کی اولاد نہیں تھی اور نہ ہی دنیا میں کوئی ایسا تھا جو ان سے زیادہ شریف و نجیب، جسیم و خوبصورت وجیہہ و وسیم، بلند بینی اور روشن پیشانی والا ہو۔

حضرت ابوطالب اپنے باپ ہی کی طرح خوش خلق، معاملہ فہم، بردبار، سخی امین نکتہ دان، فصیح البیان، بے مثال ادیب، فی البدیہہ شاعر، ساقی حجاج، غریب پرور، کم گو، حلیم الطبع، منکسر المزاج، جوانمرد، زیرک، طاقتور اور عزم صمیم کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح لوگ آپ کو شیخ بطحا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور ہر مشکل و مصیبت کے وقت انہی کی طرح رجوع کرتے تھے آپ کا کیا ہوا فیصلہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا تھا۔ صحن حرم میں آپ کے لئے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح مسند بچھائی جاتی۔ قریش مکہ مکرمہ مکمل طور پر آپ کو اپنا سردار مانتے تھے اور آپ کے کئے ہوئے فیصلہ کو چیلنج کرنے کی کسی کو جرات نہ تھی۔ آپ کی بلند و بالا شخصیت تمام عرب پر واضح تھی۔ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے علاوہ دیگر قریش بھی آپ کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی ہونے کی وجہ سے آپس میں بے پناہ محبت رکھتے تھے اور جب

قرعہ فال بنام عاشقاں نکلا

یعنی سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منت کے مطابق ایک بیٹا قربان کرنے کے لئے قرعہ اندازی ہوئی تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نکلا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باپ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کے پیش نظر قربان ہونا منظور کر لیا تو حضرت ابوطالب بے قرار ہو گئے اور فی البدیہہ اشعار میں باپ سے کہا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچا لیا جائے۔ چنانچہ وہ قرعہ بعد میں اونٹوں پر ڈالا گیا۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بھائیوں کی محبت کی تصویر کشی اس طرح فرماتے ہیں۔

ابوطالب کہ عم اعیانی آنحضرت بود در عہدہ کفالت آنحضرت در آوردہ و اگرچہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب نیز اعیانی آنحضرت بود لیکن میاں عبداللہ و ابوطالب زیادت محبت و ارتیفا بود

(مدارج النبوۃ جلد دوم، ص ۲۳)

حضرت ابوطالب حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے۔ اسی وجہ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفالت کے لئے لائے اور اگرچہ حضرت زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے لیکن حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان رابطہ محبت بہت زیادہ تھا۔

جشن میلاد النبی ﷺ

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال سمعت ابا طالب یحدث ان آمنه بنت وهب لما ولدت النبی ﷺ جاء ه عبدالمطلب فاخذه و قبله ثم رفعه الی ابی طالب فقال هو و دیعتی عندک لیکونن لا بنی هذا شان ثم امر فنحرت الجزائر و ذبحت الشاة و اطعم اهل المکه ثلاثاثم نحر فی کل شعب من شعاب مکه جزورا لا یمنع منه انسان ولا سبع ولا طائر

(دلائل النبوة جلد اول ص ۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کو گود میں لیا۔ پھر چوم کر دے دیا۔ پھر فرمایا یہ میری آپ کے پاس امانت ہے میرے اس بیٹے کی ایک اعلیٰ شان ہو گی اور فرمایا کہ ابوطالب جا کر اونٹ قربان کرو اور بکریاں ذبح کرو تمام اہل مکہ کی تین دعوتیں کرو۔ پھر مکہ کے قریب تمام قبیلوں سے ہر قبیلے کی دعوت کرو اور نہ منع کیا جائے انسانوں کو اور نہ جانوروں کو اور نہ پرندوں کو۔

مندرجہ ذیل بالا روایات کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ محافل میلاد کا اہتمام کرنے والے حضرات خود ہی فیصلہ کرلیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری پر اس قسم کی خوشی کا اہتمام کرنے والے کا مقام کیا ہو سکتا ہے۔ شیخ بطحا سیدنا عبدالمطلب نے اس عظیم دعوت انتظام و انصرام کا حکم کس کو دیا ہے۔ یہ سیدنا ابوطالب ہی تھے جن کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوتے ہی بتا دیا گیا تھا کہ یہ میرا بیٹا بہت بلند مرتبے والا ہے اور پھر اس نور اولین کو جس کو گود میں لینے کے لئے جنت کی ہر حور بے قرار اور منتظر تھی۔

اپنے باپ کے بعد گود میں اٹھانے کی سعادت حضرت ابوطالب ہی حاصل کرتے ہیں اور محبوب ﷺ کی محفل میلاد منانے کا اہتمام بھی آپ ہی

کرتے ہیں یہ محفل میلاد ہی تو تھی جس میں پہلے حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عظیم پوتے کا مرتبہ بیان کیا اور چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھتیجے کی آمد پر عام دنیا میں لنگر تقسیم کیا۔

گویا دنیا والوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی محفل میلاد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منعقد کی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

کفالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

در روایت آمده که آنحضرت رامخیر ساختند که کفالت کدام یکے ازاعمام خود رامیخواہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب را اختیار کرد۔

(مدارج النبوت ۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی)

روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے چچاؤں میں سے کس کی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہیں؟ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو طالب کو پسند فرمایا۔

کیا سمجھے؟

جسے ہمارے آقا نور مجسم رحمتہ للعالمین رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرمالیں اور یہ اختیار فرمائیں کہ ان کے پسندیدہ کون ہیں؟ تو پھر اے عقل کے غلام! سمجھنے کی کوشش کر کہ وہ ہستی کیا جہنمی ہو سکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

آپ ﷺ تو کائنات کے ہونے والے قیامت تک کے واقعات ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی مبارک کو۔۔۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ایک جہنمی کے ساتھ ۴۲ سال گزارنا اختیار فرمایا۔ (استغفراللہ)

عقلی دلیل

سب سے بڑی عقلی دلیل ہی یہی ہے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے۔

کردار و ایمان ابی طالب علیہ السلام

علامہ محمد بن سعد کی تحریروں کے آئینہ میں

مسند ابوطالب علیہ السلام

سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد سیدنا ابوطالب ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ تو ان کے لئے بھی حضرت عبدالمطلب کی طرح صحن کعبہ میں سرداری کی مسند بچھائی جاتی۔ جس پر ان کے لئے دوہرا تکیہ لگایا جاتا ایک دن رسول اکرم ﷺ تشریف لائے۔ تو مسند بچھا کر اس پر لیٹ گئے ابوطالب تشریف لائے اور تکیہ لگانا چاہا تو وسادہ یعنی وہ تکیہ وغیرہ نہ ملا۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا وسادہ کہاں گیا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ وہ آپ کے بھتیجے نے لئے لیا۔

ابوطالب نے کہا حل بطحا' کی قسم حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا بھتیجا نعمت کی پوری قدر کرتا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی عمر اس وقت نو یا دس سال تھی۔

(طبقات ابن سعد ا ۔ ۱۹۶)

۴۲ سال کی شفقت اور ساتھ کی حقیقت

آقا ﷺ کی طبعی عمر مبارک ۸ سال اور نگہداشت کی سعادت ۔ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی آپ نے خدمت گزاری کا حق ادا کر دیا

۱۔ گھر میں اپنے بچوں سے بھی زیادہ حضور ﷺ سے پیار کرتے تھے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے رات کو حضور ﷺ کو اپنے پہلو میں لٹاتے۔ حضور ﷺ کے جسم مبارک سے کوئی چیز مس ہو جائے تو اسے آگ چھوتی نہیں۔ ایمان کی جو بات ہے آقا ﷺ نے فرمائی ہے کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ ایمان تو نام ہے عشق مصطفیٰ ﷺ کا پھر باقی کون سا ایمان رہ گیا۔

۲۔ حضرت ابو طالب کی مالی حالت بھی اچھی نہ تھی لیکن کھانے کا وقت ہوتا تو اس وقت تک دسترخوان نہ چنا جاتا جب تک حضور ﷺ تشریف نہ لاتے اگر حضور ﷺ موجود نہ ہوتے تو اپنے کسی بچے کو بھیجتے تاکہ حضور ﷺ کو ڈھونڈ کر لے آئے۔ حضور ﷺ کے آنے کے بعد کھانا شروع کیا جاتا۔ حضور ﷺ کی شرکت سے کھانے میں برکتیں ظہور پذیر ہو جاتیں۔ اگر حضرت ابو طالب کے بچے حضور کے بغیر کھانا کھاتے تو کھانا پورا نہ ہوتا تھا اور بھوکے اٹھ آتے۔ لیکن جب حضور تشریف فرما ہوتے تو سارے خوب سیر ہو کر کھاتے اور کھانا بچ بھی جاتا یہ دیکھ کر ابو طالب کہتے "انک لمبارک" بے شک آپ (اے میرے بیٹے) بڑے بابرکت ہیں۔ کھانا کھانے سے پہلے حضور بسم اللہ الاحد پڑھتے اور کھانے سے فراغت پر الحمد اللہ کہتے (تفسیر کبیر) "ہیں ناں

صاحب کلی علم غیب" ۸ سال کی طبعی عمر میں اللہ تعالیٰ کا پتہ بتا دیا۔ ابھی جبریل علیہ السلام تو ۳۲ سال بعد غار حرا میں تشریف لائیں گے (ان بے چاروں کی عقل کی حد تو کم ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جبریل آتے تھے تب ہی کسی بات کا پتہ چلتا تھا) جبریل علیہ السلام کا آنا یا آنا آپ ﷺ کے لئے نہ تھا وہ تو شریعت کی وقتی ضرورتوں کے تحت تھا۔ کاش یہ بات تیری سمجھ میں آجائے اے منکر علوم مصطفیٰ ﷺ۔

۳۔ حضرت ابوطالب کے بیٹھنے کے لئے گدا بچھایا جاتا تھا کیونکہ وہ قریش کے سردار تھے۔ آپ ﷺ تشریف لے جاتے تو بے دانگ اس پر بیٹھ جاتے۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کہتے۔ میرا بیٹا بابرکت ہے۔ میرے بھتیجے کا حال عظیم مستقبل کی غماز کی کرتا ہے۔ (سیرت النبوہ از زینی دحلان ص ۸۸ جلد ا)

ظاہر ہے کائنات کے حاکم نے اس وقت کے قریش کے سردار کے گدے پر ہی بیٹھنا تھا۔

۴۔ سفر شام:۔ اب آپ ﷺ کی طبعی عمر مبارک ۱۲ سال ہے۔ حضرت ابوطالب تجارت مقاصد کے لئے ساتھ لے گئے جب یہ قافلہ 'بصری' پہنچا تو وہاں عیسائی راہبوں کی ایک خانقاہ کے نواح میں شب بسری کے لئے قیام کیا۔ یہاں بحیرہ نامی ایک راہب سکونت پذیر تھا۔ اس نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک بچہ پر بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ہے اور شجر و حجر نے سجدہ کیا ہے۔ (مطالع المسرات) بحیرہ نے جب یہ منظر دیکھا اسے خیال آیا کہ جس نبی صادق و امین کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ جوان وہی تو نہیں اسے قریب سے دیکھنا چاہئے تاکہ ان کی نشانیوں کے بارے میں پورا وثوق ہو جائے۔ اس نے قافلے کو دعوت ضیافت دی۔ سب آگئے راہب نے پوچھا آپ میں سے کوئی باقی رہ تو نہیں گیا۔ بتایا گیا کہ تمام لوگ آگئے ہیں صرف ایک بچہ رہ گیا ہے اسے ہم اپنے خیموں اور اونٹوں کے لئے چھوڑ آئے ہیں راہب نے اصرار کیا اسے بھی بلاؤ

اس قافلے کا کوئی فرد چھوٹا ہو یا بڑا غلام ہو یا آزاد کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ تشریف لائے۔ راہب کے دل بے قرار کو قرار آگیا اور وہ ٹکٹکی باندھ کر رخ انور کو دیکھنے میں محو ہو گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد راہب حضور ﷺ کے قریب آیا اور کہا میں تم سے لات عزیٰ کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ جس بارے میں آپ سے پوچھوں آپ مجھے اس کا جواب دیں آقا ﷺ نے فرمایا مجھ سے لات و عزیٰ کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو۔ بخدا جتنی مجھے ان سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں۔

راہب! تو میں اللہ کے واسطہ سے عرض کرتا ہوں۔ جو میں آپ ﷺ سے پوچھوں اس کا جواب آپ مجھے مرحمت فرمائیں۔

حضور ﷺ اب جو تمہارا جی چاہے پوچھو میں اس کا جواب صحیح صحیح دوں گا۔

راہب! آپ ﷺ سے نیند بیداری وغیرہ کی کیفیات اور دیگر باتیں جن سے نبی آخر الزمان کی تصدیق ہوتی ہے پوچھتا رہا۔ آخر میں اس نے پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا وہاں اسے مہر نبوت کو بعینہ اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی بے ساختہ اس نے جھک کر مہر نبوت کو چوم لیا۔ اس کے بعد راہب حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا اس بچے کا آپ سے کیا رشتہ ہے حضرت ابوطالب نے جواب دیا یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا یہ آپ کا بیٹا نہیں اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا: یہ میرا بھتیجا ہے راہب نے پوچھا اس کا باپ کہاں ہے ان کا انتقال ہو گیا جب کہ ابھی یہ شکم مادر میں تھے۔ راہب نے کہا اب آپ نے سچی بات کہی ہے پھر ان کی ماں کہاں ہے حضرت ابوطالب نے فرمایا تھوڑی مدت گزری وہ بھی انتقال کر گئی ہیں۔

بحیرہ راہب نے ابوطالب سے کہا

آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت

ہوشیار رہیں۔ اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ انہیں نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ کے بھتیجے ☆کی بڑی شان ہو گی یہ چیز ہماری کتابوں میں مکتوب ہے اور ہمارے آباؤ اجداد نے یہی بتایا ہے دیکھو میں نے آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کا فرض ادا کر دیا ہے انہیں جلدی اپنے وطن واپس لے جاؤ۔ روایت میں ہے بحیرہ نے صراحتہ انہیں بتا دیا ھذا سیدالعالمین ھذا رسول رب العلمین ھذا یبعثہ اللہ رحمۃ للعلمین یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ رحمتہ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

اس کے بعد حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو لے کر مکہ واپس آگئے۔

ایمان ابوطالب تو یہیں پختہ ہو گیا تھا

مہر نبوت دیکھی۔ بحیرہ راہب کے سوال اور آقا ﷺ کے جوابات سنے بحیرہ راہب نے نصیحت کی آپ ان کی حفاظت کریں یہ رحمتہ اللعالمین ہیں نبی آخر الزمان ہیں اور پھر اگلے چالیس سال حفاظت کرنے میں گزار دیئے حتی کہ قبر میں اتارنے کا وقت آگیا کیا یہ ایمان نہیں؟

اگر ایمان نہ ہوتا

تو حضرت ابوطالب کہتے کہ یہ جوان (نعوذ باللہ) ہمارے خداؤں کو مٹا دے گا ہمارے دین کو برا کہے گا۔ ہمارے قبیلوں کو لڑائے گا۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بھتیجا ہے تو پھر کیا اس سے تو جان چھڑا لینی چاہئے اور یقیناً" جان چھڑوا لیتے لیکن نہیں ایسا نہیں ہوا کیونکہ ایمان دل میں اتر چکا تھا۔

بارش سفید رنگت والے رخ انور کا واسطہ سے ملی

مکہ مکرمہ میں شدید قحط سالی تھی عرصہ دراز سے بارش نہ ہوئی تھی۔ اہل مکہ نے کہالات و عزی کے پاس چلیں۔ ایک شخص نے کہا نہیں ابراہیم و اسماعیل

خاندان کی یادگار موجود ہے۔ یعنی ابوطالب کے پاس جائیں۔ جا کر دروازہ کھٹکھٹایا آپ باہر نکلے۔ سب لوگ آپ کی طرف دوڑے عرض کی ابوطالب بارش کے لئے دعا کریں حضرت ابوطالب روانہ ہو گئے ہمراہ ایک نوخیز نوجوان بھی تھا۔ ابوطالب نے آپ ﷺ کو پکڑا اور پشت مبارک کعبہ کے ساتھ لگا دی۔ اس نواجوان نے سراپا عجز و نیاز بن کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں کے اٹھتے ہی جگہ جگہ سے بادل نمودار ہونے لگے اور چند لمحوں میں بارش برسنے لگی۔

بعثت کے بعد ۔ کفار مکہ کی ایذا رسانیاں

بارش کے واقعہ کے ضمن میں ابھی ایک یاد دلانا ضروری ہے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقا ﷺ کی شان میں قصیدہ لکھا اور اپنی قوم کو آپ ﷺ کا یہ واقعہ یاد دلایا اشعار ملاحظہ ہوں۔

و ابیض یستقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی و عصمه للا رامل

سفید چہرے والے خوبصورت رخ انور کے واسطے بارش کی بھیک مانگی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ ہیں اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

نکتہ| نعت مصطفیٰ ﷺ تو کوئی مومن ہی کرے گا۔ کافر و مشرک نہیں کرے گا۔

مدینہ طیبہ آقا ﷺ کا حضرت ابوطالب کو یاد کرنا

ایسی ہی صورت حال ہوئی لوگ مسجد نبوی میں آپ ﷺ سے بارش کی درخواست کرانے کے لئے آئے۔ بارش ہوئی پھر آئے اب بارش بند ہو جائے۔ آقا ﷺ ہنس پڑے۔ فرمایا اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر خوش ہوتے کون ہے جو ان کا شعر سنائے۔ حضرت علی مرتضیٰ شیرخدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ کہا آپ ﷺ کی مراد اس شعر سے ہے۔ (شعر پڑھا) حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔

کیا سمجھے؟

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوشی میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ حضرت ابوطالب مومن تھے اور دوسری بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی کسی کافر و مشرک کو اس اہتمام کے ساتھ یاد نہ فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں جھانک کر تو دیکھ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابوطالب کو یاد کرنا ان کے ایمان کی بہت فطری دلیل ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کافر و مشرک کو ایسے یاد نہ کرتے اور نہ ہی کبھی کیا۔ صحابہ کرام بھی جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے تھے اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کو ان کی وفات کے کئی سال بعد یاد فرمایا۔

ذرا ان دلوں میں جھانک کر تو دیکھ۔

اگر بصیرت ہے تو یقیناً" ایمان ابوطالب کی دلیل نظر آئے گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر تجارتی قافلہ کے ساتھ

ابوطالب علیہ السلام کے تصورات

جب یہ تجارتی قافلہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گیا اور دور شام کے راستے کی طرف نکل گیا تو یہ روانگی دو شخصوں حضرت خدیجہ اور حضرت ابوطالب پر نہایت شاق گزری اور ان دونوں کے دل و دماغ اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ دن بھر رنجیدہ اور پریشان رہے اور ان کی رات کی نیند اڑ گئی بلکہ ان کے تصورات اس قافلے کی طرف مبذول رہے جو شمال کی سمت جا رہا تھا۔

ان دو شخصوں میں سے ایک آپ کے چچا ابوطالب تھے اور دوسری حضرت خدیجہ تھیں یہ عجیب و غریب اتفاق ہے کہ ان دونوں کے رنج و غم اور خوف و قلق کے جذبات بعینہ اسی قسم کے تھے جس قسم کے خوف و پریشانی کے جذبات اس وقت تھے جب جناب عبداللہ (آنحضرت صلعم کے والد محترم) تجارتی قافلہ کے ساتھ اول اور آخری مرتبہ شام کی طرف روانہ ہوئے تھے اس وقت بھی دو افراد یعنی عبدالمطلب بن ہاشم اور آمنہ بنت وہب پریشان اور اداس تھیں۔

گذشتہ حادثات پر غور

جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خوف و پریشانی میں اضافہ اس وجہ سے بھی ہوا تھا کہ انہیں (روانہ کرنے کے بعد) اپنے فعل پر پشیمانی اور افسوس ہوا تھا جو اب بے کار اور بے سود تھا۔ جناب ابوطالب اپنے آپ کو سخت ملامت کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے بھتیجے کی حفاظت نہیں کی حالانکہ وہ کسی حالت میں انہیں جدا نہیں کرتے تھے اور گردش ایام و حوادث زمانہ سے انہیں محفوظ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بنو ہاشم کے خاندان کو اس سے پہلے کئی حادثات سے سابقہ پڑا تھا اس لئے انہیں گزشتہ تجربات سے

فائدہ اٹھانا چاہئے تھا اور محمد ﷺ کو ان خطروں سے محفوظ رکھنا ضروری تھا جو ان کے والد محترم عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوئے تھے۔

حضرت ابوطالب اپنے دل میں سوچ رہے تھے کہ انہیں اپنے بھتیجے کو سفر پر جانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے تھی۔ ایسے موقع پر وہ بحیری راہب کی گفتگو کو یاد کر رہے تھے کہ اس نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ انہیں یہود و نصاری کے مکرو فریب سے بچائیں چنانچہ اس کی ہدایت کے بموجب وہ انہیں فوراً" مکہ مکرمہ واپس لے آئے اور اپنے تجارتی سامان کی خرید و فروخت خود نہیں کی بلکہ وہ سامان کسی دوسرے کے سپرد کر کے خود اپنے بھتیجے کو لے کر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔

جناب ابوطالب کو یہ واقعات یاد آرہے تھے کہ واپس مکہ مکرمہ آنے کے بعد وہ پھر کبھی تجارتی سفر پر روانہ نہیں ہوئے بلکہ لازمی طور پر مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے اور کبھی اپنے بھتیجے سے جدا نہیں ہوئے ایسی صورت میں انہوں نے اپنے بھتیجے کو ایسے تجارتی سفر کی اجازت کیوں دی جس کا انجام خطرناک ہے؟

خیالات پریشاں

اس موقع پر جناب ابوطالب کے دل میں بھی وہی تصورات اور وسوسے پیدا ہوئے رہے جو جناب عبدالمطلب کے دل میں اس وقت گزرے تھے (جب انہوں نے جناب عبداللہ کو سفر پر روانہ کیا تھا) اس موقع پر وہ اپنے آپ سے باز پرس کرتے تھے کہ آیا انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجویز کو قبول کر کے خیر خواہی سے کام لیا یا انہوں نے اپنے بھتیجے کے ساتھ مکرو فریب کیا یا اللہ کی طرف سے الہامی طور پر یہ بات ان کے دل میں ڈالی گئی تھی ورنہ یہ شیطانی وسوسہ ہو سکتا تھا؟ اس قسم کے خیالات پریشان بوڑھے چچا کو عجیب کش مکش میں مبتلا کر رہے تھے۔

پھر جناب ابوطالب کے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ انہوں نے اپنے بھتیجے کے بجائے اپنے فرزند طالب یا عقیل کو کیوں نہیں بھیجا انہوں نے اس یتیم

نوجوان کو کیوں بھیجا جن کی والدہ فوت ہو چکی تھیں اور ان کے والد بھی اسی قسم کے تجارتی سفر میں فوت ہوئے تھے جس قسم کے تجارتی سفر پر وہ خود روانہ ہوئے ہیں۔

اس تصور کے نمودار ہونے پر وہ خود ہی اس کی تردید اس طرح کرتے تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے سامنے ان کے کسی فرزند کو اجرت پر بھیجنے کی درخواست نہیں کی تھی بلکہ ان کے بھتیجے کا نام پیش کیا ایسی حالت میں وہ اپنے فرزند طالب یا عقیل کا نام کیسے تجویز کر سکتے تھے اور یہ بھی کوئی خاص مصلحت ہو گی کہ انہوں نے گزشتہ سالوں کی طرح اپنی تجارت دوسرے لوگوں کے سپرد نہیں کی بلکہ خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد اپنا تجارتی کاروبار کیا۔

ندامت میں اضافہ

تاہم اس قسم کی تاویلیں آپ کے بزرگ چچا کی دلی اطمینان و سکون میں مہیا کر رہی تھیں اور نہ ان کی اپنی لغزش اور غلطی کو قابل معافی قرار دے رہی تھیں اور تصورات سے ان کا رنج و الم کم نہیں ہوا بلکہ ان کی ندامت او رپشیمانی میں اضافہ ہی ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ حد اعتدال میں نہیں رہ سکے اور ان کی متانت اور وقار میں بھی فرق آگیا تھا۔

جناب ابوطالب بارہا اس بات پر آمادہ ہو گئے تھے کہ وہ سوار ہو کر اپنے بھتیجے کے پاس پہنچ جائیں وہاں پہنچ کر یا تو انہیں واپس لے آئیں یا ان کے سفر میں ان کے ساتھ رہیں گے وہ اس بات سے جھجک رہے تھے کہ کہیں قریش کے لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ ابوطالب اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اسے اس نوجوان پر بھی بھروسہ نہیں رہا ہے جو پچیس سال کی عمر میں پہنچ گئے ہیں یہ بات نہ صرف ان کے شان کے خلاف تھی بلکہ ان کے بھتیجے کی شان میں بھی اس سے فرق آتا تھا۔

اظہار محبت

جناب ابوطالب ان خیالات و تصورات سے اس قدر تنگ آگئے تھے کہ انتہائی کوشش کے باوجود وہ انہیں پوشیدہ نہیں رکھ سکے اور اپنے فرزندوں اور بھائیوں سے یہ بات بیان کر دی اور نہایت شرما کر اس خیال کا اظہار کیا کہ بہتر یہ ہے کہ ان میں سے کوئی شخص ان کے پاس چلا جائے۔ انہوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا کہ انہیں وہاں جانا چاہئے تھا اور اب وہ قافلے سے پیچھے رہنے پر بہت پریشان ہیں۔

ان باتوں پر ان کے فرزندوں اور بھائیوں نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر نہایت شفقت اور محبت سے یہ جواب دیا۔

بے جا محبت پر ملامت

"بخدا! آپ اس نوجوان (آنحضرت ﷺ) کے بارے میں بے حد خوف زدہ ہیں اور حد اعتدال سے بڑھ گئے ہیں یہاں تک کہ عوام میں بھی اس کا چرچا ہوا ہے اور وہ آپ پر کمزوری کا الزام لگا رہے ہیں بلکہ وہ آپ کے اس قدر بے بنیاد اندیشوں کو ناپسند کرتے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ آپ کو اس یتیم نوجوان سے بے حد محبت ہے مگر اس قسم کی محبت تکلیف دہ ہوتی ہے اور ایسا بے جا لاڈ و پیار اس نوجوان کے لئے مضر ہو گا لہٰذا آپ انہیں آزاد چھوڑ دیں تاکہ وہ روئے زمین پر چل پھر کر خود اپنی روزی کمائے۔ کیونکہ آپ آخر وقت تک زندہ نہیں رہیں گے۔

قافلے کی آمد کی خبر

بہرحال یہ دونوں افراد خوف اور بے اطمینانی کی زندگی بسر کرتے رہے جو نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں ان کی زندگی تلخ کرتے رہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اپنے دل کا حال ایک دوسرے کو نہیں بتا سکتا تھا لہٰذا جب ان دونوں کو قافلے کی آمد کی خوش خبری ملی تو دونوں کے قلوب مطمئن ہو گئے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کا نہایت بے چینی کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔

جناب ابوطالب نے تو اسی وقت ارادہ کر لیا تھا کہ وہ چاشت کے وقت ہی مکہ مکرمہ سے اپنے بھتیجے سے ملاقات کے لئے روانہ ہو جائیں مگر ان کے بھائیوں اور فرزندوں نے انہیں اس عزم سے باز رکھا اور وہ ملامت کرنے لگے۔ انہوں نے جناب ابوطالب کو دھوپ اور دوپہر کی تپش سے ڈرایا اور سب سے زیادہ انہوں نے اس صورت میں قبیلہ قریش میں ان کی بدنامی سے بھی آگاہ کیا جو قافلہ کی آمد کی خوش خبری سے خوش ہے تاہم وہ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور (شام کو) نکلنے کے وقت سے پہلے روانہ ہونے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امید (ابولہب کے متعلق)

کہ شاید ابولہب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ان کی صف میں آکھڑا ہو۔

ابوسلمہ بن عبدالاسد

ابن اسحق نے کہا ابوسلمہ بن عبدالاسد کے متعلق مجھ سے ابواسحاق ابن یسار نے سلمہ بن عبداللہ بن عمر بن ابی سلمہ سے روایت کی جب انہوں نے ابوطالب کی پناہ لی تو بنی مخزوم کے چند آدمی ان کے پاس گئے اور کہا اے ابوطالب! اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو تم نے ہمارے مقابلے میں پناہ دی۔ خیر لیکن یہ تمہیں کیا ہو گیا کہ ہمارے آدمی کی حفاظت ہمارے مقابلے میں کرتے ہو۔ انہوں نے کہا اس نے مجھ سے پناہ طلب کی اور وہ میرا بھانجا بھی ہے' اگر میں اپنے بھانجے کی حفاظت نہ کروں گا تو اپنے بھتیجے کی بھی حفاظت نہ کروں گا۔ ابولہب کھڑا ہو گیا اور کہا اے گروہ قریش! واللہ! تم نے اس بڑے بوڑھے آدمی کی بہت مخالفت کی۔ اس کی قوم میں سے اس کی پناہ میں آئے ہوئے افراد پر ہمیشہ تم لوگ چھاپے مارتے رہے ہو۔ واللہ! تمہیں اس طرح کے سلوک سے باز آنا ہو گا۔ ورنہ ہر اس مہم میں جس میں وہ مستعد ہو کر کھڑا ہو جائے' ہم بھی اس کے ساتھ صف بستہ ہو جائیں گے۔ کہ وہ اپنے ارادے پورے کر سکے۔ راوی نے کہا پھر تو سب کے سب کہنے لگے اے ابوعتبہ! (اس قدر برہمی کی ضرورت نہیں) بلکہ ہم خود ان باتوں سے باز آجائیں گے جنہیں تم ناپسند کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف یہی شخص ان سب کا سرغنہ اور حمایتی تھا' پس انہوں نے اسے اس حمایت پر قائم رکھنا چاہا۔ جب ابوطالب نے اس سے ایسے الفاظ سنے جو وہ کہہ رہا تھا وہ اس کے متعلق بھی یہ امید کرنے لگے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی وہ ان کی صف میں آکھڑا ہو۔

اشعار ابی طالب برائے ابولہب

حضرت ابوطالب نے ابولہب کو اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی مدد پر ابھارنے کے لئے یہ اشعار کہے۔

ان امرا ابو عتیبه عمه
لفی روضیه ما ان یسام المظالما

جس شخص کا چچا ابو عتیبہ ہے، بے شبہ وہ شخص ایسی روش پر ہے، جس کے ساتھ ظلم کا برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔

اقوال له واین منه نصیحتی
ابا معتب ثبت سوادک قائما

میں اس سے کہتا ہوں کہ اے ابو معتب! اپنی قوم کا جتھا مستعدی سے مستحکم بنا لیکن میری نصیحت کہاں اور وہ کہاں؟

فلا تقبلن الامر ما عیشت خطه
تسب بها اما هبطت الموا سما

زمانے میں جب تک تو زندہ ہے، ایسی چیز قبول نہ کر کہ اگر قومی مجمعوں میں سے کسی مجمع میں تو جائے تو اس چیز کی وجہ سے تجھ پر عیب لگایا جائے۔

ودل سبیل العجز غیرک منهم
فانک لم تخلق علی العجز لازما

لوگوں میں سے لوگ مجبوریوں کے تحت کوئی راستہ اختیار کرتے ہیں وہ مجبوری کا راستہ ان کے لئے چھوڑ دے، کیونکہ یہ بات قطعی ہے کہ تو تو مجبوری کا راستہ اختیار کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

وحارب فان الحرب نصف ولن تری
اخا الحرب یعطی الخسف حتی یسالما

اور جنگ جو بنارہ کیوں کہ جنگ ہی انصاف (حاصل کرنے کا ذریعہ) ہے جنگ جو کو کبھی تو ذلیل نہ دیکھے گا۔ یہاں تک کہ لوگ اس سے صلح کے طالب ہوں۔

وکیف ولم یجنوا علیک عظیمۃ

ولم یخذنوک غا نما اومغا رما

تو اپنی قوم سے کس طرح الگ ہوتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی بڑی غلطی کر کے تجھ پر اس کا بار نہیں ڈالا اور نہ انہوں نے تیری مدد سے کنارہ کشی کی خواہ تیری حالت غنیمت حاصل کرنے والے کی رہی یا ڈنڈ بھرنے والے کی۔

جزی اللہ عنا عبد سمس ونو فلا

وتیما و مخزوما عقوقا و ما ثما

اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بنی عبد شمس، بنی نوفل، بنی تیم اور بنی مخزوم کو ان کی سرکشیوں اور غلطیوں کا بدلہ دے۔

بتفر یقھم من بعدود و الفۃ

جما عتنا کیما ینالوا المحار ما

ممنوعہ چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ہماری جماعت کی محبت و الفت میں جو رکاوٹ ڈالی اللہ انہیں اس کا بدلہ دے۔

کذبتم و بیت اللہ نبزی محمدا

ولما تروا یوما لدی الشعب قاتما

بیت اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم سے محمد ﷺ کو چھین لیا جائے گا حالانکہ ابھی تو تم نے راستے کے پاس (دھواں دار گرد و غبار کا) تاریک روز دیکھا ہی نہیں۔

(سیرت ابن ہشام)

طالب بن ابی طالب اور ستائش رسول اللہ ﷺ

طالب بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کی ستائش اور جنگ بدر میں قلیب والے افراد قریش پر مرثیے کے طور پر کہا

فما ان جنینا فی قریش عظیمۃ
سوی ان حمینا خیر من وطی التربا

بجز اس کے کہ ہم نے روئے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین فرد کی حمایت کی قریش کا ہم نے کوئی بڑا جرم تو نہیں کیا تھا۔

اخاثقتہ فی النائبات مرزاء
کریما ثناہ لا بخیلا ولا ذربا

(ہم نے اس فرد کی حمایت کی ہو) شریف اور آفتوں کے موقعوں پر بھروسے کے قابل، تعریف و توصیف کے لحاظ سے بڑے مرتبے کا ہے (وہ) نہ بخیل ہے (اور) نہ فسادی

یطیف بہ العافون یغشون بابہ
یووبون نھرا لا نزورا ولا صربا

اس کے دروازے پر مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے وہ ایسی نہر پر آکر جاتے ہیں جس کا پانی نہ تھوڑا ہے اور نہ سوکھ جانے والا۔

(سیرت ابن ہشام)

طالب بن ابی طالب کی بدر کے راستے سے ہی واپسی

جنگ بدر کے لئے جب کفار مکہ مکرمہ کا لشکر نکلا تو حضرت ابوطالب کے بیٹے طالب بھی اسی لشکر میں شریک تھے ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ اثنائے سفر کسی قریش کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی اسی قریشی نے طالب کو کہا بخدا اے بنی ہاشم ہم جانتے ہیں کہ بظاہر اگرچہ تم ہمارے ساتھ ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر طالب کو بہت غصہ آیا اور اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ وہ بھی واپس لوٹ گیا۔

(سیرت ابن کثیر ج ۲، ص ۴۰)

اشعار ورقہ بن نوفل (رسول کریم ﷺ کی ستائش)

ببطن المکتین علی رجائی
حدیثک ان اری منہ خروجا

اے خدیجہ! میں سمجھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات کا ظہور مکہ کے دونوں بطنوں کے درمیان ہو گا۔

بمنا خبرتنا من قول قس
من الرھبان اکرہ ان یعوجا

میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ بات جس کی تم نے ہمیں خبر دی ٹیڑھی یا غلط ہو جائے۔

بان محمد اسیسود فینا
ویخصم من یکون لہ حجیجا

کہ محمد ﷺ ہم میں عنقریب سردار ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

ویظھر فی البلاد ضیاء نور
یقیم بہ البریہ ان تموجا

اور تمام شہروں میں اس نور کی روشنی پھیل جائے گی جو خلق خدا کو سیدھا چلائے گی اور منتشر ہونے سے بچائے گی۔

فیلقی من یحاربہ خسارا
ویلقی من یسالمہ فلوجا

اس کے بعد جو آپ سے جنگ کرے گا' نقصان اٹھائے گا اور جو آپ سے مصالحت کرے گا فتحمند رہے گا۔

فیالیتی اذا ما کان ذاکم
شھدت و کنت اکثرھم و لوجا

کاش! میں بھی اس وقت رہوں، جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار ہوں۔

ولو جا فی الذی کرهت قریش

ولو عجت بمکتها عجیجا

اس دین میں داخل ہو جاؤں جس سے قریش کو کراہت رہے گی اگرچہ وہ اپنے مکہ میں بہت کچھ چیخ پکار کریں۔

ارجی بالذی کرهوا جمیعا

الی ذی العرش ان سفلوا اعووجا

جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہو گی اس چیز سے ہی میں مالک عرش کے پاسِ سے سرفرازی کا امیدوار ہوں جب انہیں ذلت ہو گی۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ (شرح مشکوۃ ج ۸، ص ۹۷)

امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری المتوفی ۷۴۳ھ صاحب مشکوۃ نے انہیں ''صحابی'' کہا ہے۔

چوتھا باب

نکاح خواں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رفاقت میں ۱۷ سال گزر گئے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبعی عمر مبارک ۲۵ سال ہے۔ حضرت ابوطالب، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں جاتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپ میرے چچا کے پاس جائیں اور اپنے بھتیجے کے لئے رشتہ طلب فرمائیں۔ حضرت ابوطالب نے اس پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور کہا "هذا اصنع الله" یہ قدرت الہٰی کا کرشمہ ہے۔ اس طرح دولہا اور دلہن کے بزرگوں کی منظوری سے یہ منگنی انجام پذیر ہوئی اور نکاح کے لئے تاریخ مقرر ہوئی۔ مقررہ تاریخ پر قبیلہ مضر کے روساء مکہ مکرمہ کے شرفاء اور امراء اکٹھے ہوئے۔ حضرت خدیجہ کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے حضرت ابوطالب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ نے ایک فصیح بلیغ خطبہ نکاح ارشاد فرمایا:۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذریته ابراهیم وزرع اسماعیل و ضئضئی معد و عنصر مضر، وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا و حرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد ابن عبدالله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) لا یوزن برجل الا رجع به وان کان فی المال قلا وان المال ظل زائل و امر حائل و محمد (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) من قد عرفتم قرابه وقد خطب خدیجه بنت خویلد وقد بذل لها من الصداق ما اجله وعا جله اثنتا عشرة اوقیه ذهبا ونشاء وهو والله بعد هذا له نبا عظیم وخطر جلیل

ترجمہ :- سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی اولاد سے، حضرت اسماعیل کی کھیتی سے، معد کی نسل سے اور مضر کے اصل سے پیدا فرمایا نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم حکمران مقرر فرمایا ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے۔ نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر فرمایا حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبداللہ ﷺ ہے۔ اس کا دنیا کے جس بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ آپ کا پلڑا بھاری ہو گا۔ اگر یہ مال دار نہیں تو کیا ہوا؟ مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ ہے اور ختم ہو جانے والی چیز ہے اور محمد ﷺ جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو۔ اس نے خدیجہ بنت خویلد کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر مقرر کیا ہے اور بخدا مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہو گی اور اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہو گی۔

کیا سمجھے!

حضرت ابوطالب نے جو کچھ ارشاد فرمایا مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

الف۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار سب کے سامنے ہو رہا ہے۔

ب۔ ملت ابراہیمی پر ہونے کا اعلان۔ (تصدیق ہوئی کہ آپ ملت ابراہیمی پر تھے اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ملت ابراہیم پر ہی تھے)

ت۔ محمد ﷺ کا پلڑا بھاری ہے جس بڑے سے بڑے آدمی سے موازنہ کیا جائے۔ یہ آپ ﷺ کی عظمت بڑائی اور تعظیم و توقیر کا اقرار و اعلان ہے یعنی نعت خوانی ہے۔

ث۔ واللہ بعد هذا له نباء عظیم و خطر جلیل (اللہ کی قسم مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہو گی اور اس کی قدر و منزلت جلیل ہو گی) یہ گویا کہ آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق اشارہ ہے جس کا حضرت ابوطالب کو علم تھا سفر شام کے دوران اور اس خطبہ میں حضرت ابوطالب نے اس کی طرف اشارہ کر کے اپنے دل کی تصدیق نبوت کی منادی کر دی۔

(شادی ہونے تک) ۱۷ سالوں میں حضرت ابوطالب کے گھر میں

آپ ﷺ نے کیا دیکھا ہو گا۔

شادی ہوتے وقت ہر انسان اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک نیا باب شروع ہو گیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سے پہلے کے سترہ سالوں میں حضرت ابوطالب کے گھر میں رہ کر یہ دیکھا ہو گا۔

الف۔ حضرت ابوطالب کے گھر میں نہ تو کوئی بت تھا اور نہ ہی بت پرستی تھی۔

ب۔ حضرت ابوطالب کے دسترخوان پر سب حلال چیزیں کھانے کو ملتی تھیں۔

ت۔ حضرت ابوطالب کے دل میں یقیناً" توحید الٰہی موجزن تھی۔

ث۔ حضرت ابوطالب اپنی اولاد سے بڑھ کر آپ ﷺ سے پیار کرتے۔

ج۔ حضرت ابوطالب کا دلی یقین تھا کہ آپ ﷺ مستقبل میں اس قوم کی طرف مبعوث ہوں گے یعنی نبی ہوں گے۔

چ۔ حضرت ابوطالب نے دلی ایمان و یقین ہی کی وجہ سے اب تک سترہ سال شفقت کا ساتھ دیا۔

ح۔ اگر ایمان نہ ہوتا تو پہلے سفر شام (جب بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کی نبوت کی پیش گوئی کی تھی) کے بعد کب کے چھوڑ چکے ہوتے۔

پانچواں باب

اعلان بعثت

۳۲ سال گزر گئے ۔ اعلان نبوت

کفار مکہ مکرمہ کی مخالفت کا آغاز

ایمان ابوطالب کی آزمائش کے اگلے دس سال شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک عاشق صادق اپنے محبوب ﷺ کے لئے اس کے دشمنوں سے مقابلہ کیسے کرتا ہے۔

سوال :۔ کیا دشمنان رسول ﷺ کی مخالفت مفت میں مول لی تھی؟

جواب :۔ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے تو نادان نہ تھے۔ یہ ایمان کی چنگاری تھی جس نے اس بڑھاپے میں حضرت ابوطالب کو کفار کے مقابل چٹان کی طرح کھڑا کیا اور کفار کو بے بس کر دیا۔

دعوت حق کا پہلا ستون

یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور صرف اللہ ایک ہی ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (یہ بات حضرت ابوطالب خوب جانتے تھے)

بت پرستی کے خلاف اعلان

کفار مکہ مکرمہ کو جب پتلا چلا کہ آقا ﷺ نے جو دعوت حق دی ہے اس میں سب سے پہلے ان کے معبودوں (جھوٹے) سے اعلان بیزاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان ہے اور اسے قبول کرنے کا نام حق کا راستہ اختیار کرنا ہے یہ دعوت پہلے تو اپنے قریبی رشتہ داروں کو دی گئی جس کی وجہ سے ابولہب آپ ﷺ کا شدید مخالف بن گیا اور اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے صرف حضرت ابوطالب نے فرمایا واللہ لنمنعنه ما بقينا اللہ کی قسم جب تک ہمارے

جسم میں جان ہے ہم محمد ﷺ کی حفاظت اور دفاع کریں گے۔

حیرت ہے

حضرت ابوطالب آپ ﷺ کی حفاظت اور دفاع کا اعلان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے یعنی ہم اپنی جان کو محمد ﷺ کے دفاع میں قربان کر دیں گے لیکن کفار کی ایذا رسانیوں سے بچائیں گے۔

کیوں ؟ سوچیں ۔ آخر کیوں؟

کفار مکہ کا پہلا وفد ۔ حضرت ابوطالب کے پاس

کفار مکہ کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اے ابوطالب آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں (الھتنا) کو برا کہتا ہے۔ ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے ہمیں بیوقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ یا تو آپ اسے روک لیں۔ یا درمیان سے ہٹ جائیں۔ حضرت ابوطالب نے ان کو بڑی نرمی سے جواب دیا اور بڑی خوبصورتی سے انہیں ٹال دیا۔ (یہ حکمت عملی تھی) کفار واپس چلے گئے۔

مخالفت کے نکات

۱۔ ہمارے معبودوں (الھتنا) کو برا کہتا ہے۔

۲۔ ہمارے دین میں عیب ہمیں بیوقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔

۳۔ آپ اسے روک لیں۔ ۴۔ یا درمیان سے ہٹ جائیں۔

کیا حضرت ابوطالب نے وفد کے نکات کی ان باتوں سے اتفاق کیا؟

نہیں۔ تو پھر کیوں؟

جواب :۔ اس لئے کہ حضرت ابوطالب جانتے تھے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

سوالات

۱۔ کیا حضرت ابوطالب نے آقا ﷺ کو دعوت حق دینے سے روکا؟
۲۔ کیا حضرت ابوطالب کفار کے مشورہ کے مطابق درمیان سے ہٹ گئے؟
۳۔ کیا آقا ﷺ نے اپنے چچا کے لئے کفار کی مخالفت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دیا؟
۴۔ کیا اس وقت حضرت ابوطالب جب پچھتر سال کی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے کفار مکہ مکرمہ کی اس مخالفت سے گھبرا تو نہیں گئے۔ کیونکہ اتنی بڑھاپے کی عمر میں انسان جسمانی اور ذہنی طور پر کافی کمزور ہو جاتا ہے۔

جواب نہیں میں ملے گا۔ وہ اس لئے کہ حضرت ابوطالب جب خود دل سے ایمان لا چکے تھے تو وہ آقا ﷺ کو کیوں روکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کفار کا مشورہ کہ درمیان سے ہٹ جائیں۔ ابوطالب درمیان سے ہٹنا تو کیا اور ڈٹ گئے اور فرمایا کہ آپ ﷺ اپنا مشن جاری رکھیں جب تک میں قبر میں اتار نہ دیا جاؤں اور واقعی انہوں نے ایسا کر دکھایا۔ کیوں؟

اگر حضرت ابوطالب ایمان نہ لا چکے ہوتے تو فرماتے

بھتیجے تو اب ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ ہمیں بیوقوف کہتا ہے۔ ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ یہ کام بند کر دو ورنہ میرا تمہارا تعلق ختم۔۔۔۔ وہ کونسی طاقت تھی جو ایک عمر رسیدہ ستر اسی سالہ بزرگ کو اتنا طاقتور بنا دیتی تھی کہ وہ پورے کفار مکہ مکرمہ سے مقابلہ کرتا ہے۔ وہ تھی قوت ایمانی اور عشق رسول (مولوی صاحب عشق رسول سمجھنے کی کوشش کرو)

کفار کی مخالفت میں شدت اور

حضرت ابوطالب کا چٹان کی طرح ڈٹ جانا

کفار مکہ کا دوسرا وفد۔ حضرت ابوطالب کے پاس

کفار مکہ نے دوسری بار پھر حضرت ابوطالب کے پاس جا کر اپنی انہی باتوں کو دہرایا۔ حضرت ابوطالب نے آقا ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور اس گفتگو سے آگاہ کیا جو ان کے اور کفار کے درمیان ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں گا۔ تو یہ ناممکن ہے یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دے گا یا میں اس کے لئے جان دے دوں گا اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اس پر حضرت ابوطالب نے یہ شعر کہا۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم

حیی اوسد فی التراب دفینا

اللہ کی قسم یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے۔

(سیرت حلبیہ ج ۱، ص ۴۷۲)

غور کریں !:۔ یہ نکات ہیں.

۱۔ واللہ (اللہ کی قسم)

۲۔ یہ سارے مل کر بھی آپ ﷺ تک نہیں پہنچ سکتے

۳۔ تم اپنا مشن جاری رکھو

۴۔ جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے

جواب

۱۔ قوت ایمانی کی حدیں نظر آرہی ہیں۔ صاحب نبوت کی حفاظت اور اپنی زندگی کا مقصد بیان کیا جارہا ہے۔

۲۔ اللہ کی قسم جب کوئی شخص کھائے تو پھر اس پر یقین کرلینا چاہئے چونکہ اللہ تعالیٰ کو درمیان میں لا رہا ہے اور یہ وہی کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان ہو۔ (ورنہ آپ کہتے لات منات کی قسم)

کفار مکہ کا تیسری بار ابوطالب کے پاس جانا

حضرت ابوطالب نے فرمایا واللہ اگر تم لوگ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیتے۔ تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ یہاں تک کے ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔

عبداللہ بن ثعلبہ صعیر العذری وغیرہ سے مروی ہے کہ جب قریش نے اسلام کا ظہور اور مسلمانوں کے کعبہ کے گرد بیٹھنا دیکھا تو وہ حیران ہو گئے ابوطالب کے پاس آئے اور کہا۔

آپ ہمارے بزرگ اور ہم لوگوں میں افضل ہیں۔ ان بے وقوفوں نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہو کر جو کچھ کیا ہے وہ بھی آپ نے دیکھا ہے۔ (مثلاً) ہمارے معبودوں کو ترک کر دینا اور ان کا ہم پر طعنہ زنی کرنا اور ہمارے نوجوانوں کو احمق کہنا (وغیرہ)

یہ (قریش کے) لوگ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو بھی اپنے ہمراہ لائے تھے ان لوگوں نے کہا، ہم آپ کے پاس ایسے شخص کو لائے ہیں جو نسب و جمال و بہادری اور شعر گوئی میں جو ان قریش ہے اسے آپ کے حوالے کرتے ہیں تاکہ اس کی مدد و میراث آپ کے لئے ہو۔ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں یہ طریقہ خاندان کو ملانے والا اور انجام کار کے اعتبار سے بہترین ہو گا۔

حضرت ابوطالب نے کفار سے فرمایا

ابوطالب نے کہا، واللہ تم لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا! تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو تاکہ میں تمہارے لئے اس کی پرورش کروں اور تمہیں اپنا بھتیجا دے دوں تاکہ تم اسے قتل کرو یہ تو انصاف نہ ہوا تم لوگ مجھ سے غریب و ذلیل کا سا سودا کرتے ہو۔

غور کریں!

کفار مکہ مکرمہ کی ناانصافی کو ٹھکرا کر قوت ایمانی کا ثبوت دیا۔

اگر ابوطالب کافر ہوتے؟

تو کفار مکہ کی اس تجویز کو قبول کر لیتے اور دل ہی دل میں شکر کرتے کہ ان کے اس بڑھاپے میں جو مشکلات پیدا ہو رہی ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔

ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو بلا بھیجا تاکہ ہم فیصلہ و انصاف انہیں کے سپرد کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے یہ لوگ آپ کے چچا اور آپ کی قوم کے شرفا ہیں اور آپ سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ کہو میں سنوں گا۔ ان لوگوں نے کہا آپ (ﷺ) ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیجئے اور ہم لوگ آپ (ﷺ) کو اور آپ (ﷺ) کے معبودوں کو چھوڑ دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم لوگوں کی رائے ہے کہ اگر میں تمہیں یہ قول دے دوں تو تم بھی ایک ایسے کلمے کا قول دو گے کہ اس کی وجہ سے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجم بھی تمہارے لئے اسی کو دین بنائے گا۔

ابوجہل نے کہا۔ یہ کلمہ تو بہت ہی نفع مند ہے آپ کے والد کی قسم ہم اسے اور اس کے سے دس کلموں کو ضرور ضرور کہیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا

لا الہ الا اللہ

کہہ دو۔

وہ لوگ سخت ناخوش ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ اپنے معبودوں پر سختی سے جمے رہو یہی چیز مقصود و مراد ہے۔

حضرت ابوطالب کا اندیشہ

آپ ﷺ کو نہ پاکر سمجھے کہ خدانخواستہ قریش نے آپ ﷺ کو قتل نہ کر دیا ہو۔ وہ اس لئے کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ ہم ان کے پاس دوبارہ کبھی نہ جائیں گے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ محمد ﷺ کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔

جب یہ شب گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نظر نہ آئے۔ ابوطالب آپ کے چچا قیام گاہ پر آئے مگر آپ ﷺ کو نہ پایا اندیشہ ہوا کہ خدانخواستہ قریش نے آپ کو قتل تو نہیں کر دیا۔

ابوطالب نے بنی ہاشم و بنی مطلب کو جمع کیا اور کہا تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تیز تلوار لے کر میری پیروی کرنا چاہئے جب میں مسجد حرام میں داخل ہوں تو تم میں ہر نوجوان کو چاہئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے جن میں ابوجہل بھی ہو کیونکہ اگر محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں تو (وہ ابوجہل) شر سے جدا نہیں ہے (یعنی وہ بھی اس میں ضرور شریک ہے)

نوجوان نے کہا کہ ہم کریں گے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو انہوں نے ابوطالب کو اسی حال پر پایا۔ حضرت ابوطالب نے کہا اے زید تم نے میرے بھتیجے کا پتا بھی پایا۔ انہوں نے کہا جی ہاں میں تو ابھی ان کے ساتھ ہی تھا۔

ابوطالب نے کہا تاوقت کہ میں انہیں دیکھ نہ لوں اپنے گھر نہ جاؤں گا

زید تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کوہ صفا پر ایک مکان میں تھے اور ساتھ اصحاب بھی تھے۔ جو باہم باتیں کر رہے تھے زید نے آپ ﷺ کو یہ واقعہ بتایا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطالب کے پاس آئے انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے کہاں تھے اچھی طرح تو تھے؟ فرمایا جی ہاں انہوں نے کہا اپنے گھر جایئے۔

حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر مجلس قریش پر کھڑا کر کے اپنے منصوبے کے متعلق بتایا۔ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لئے گئے صبح ہوئی تو ابوطالب نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر مجالس قریش پر کھڑا کر دیا۔ ابوطالب کے ساتھ ہاشمی و مطلبی نوجوان بھی تھے۔

حضرت ابوطالب نے کہا:۔ اے گروہ قریش! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس بات کا قصد کیا تھا ان لوگوں نے کہا نہیں حضرت ابوطالب نے انہیں واقعہ بتایا اور نوجوانوں سے کہا کہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے کھول دو۔ ان لوگوں نے کھولا تو ہر شخص کے پاس تلوار تھی۔

حضرت ابوطالب نے کہا:۔ واللہ اگر تم لوگ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔ ساری قوم بھاگی اور ان میں سب سے تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوطالب کی کفار سے لڑنے کی مکمل تیاری

ذرا حضرت ابوطالب کے الفاظ پر غور کریں جو انہوں کفار مکہ مکرمہ کو کہے واللہ اگر تم لوگ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔

حضرت ابوطالب کا یہ قدم اسلام کی راہ میں تھا

اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ حضور ﷺ کی حفاظت و نصرت حضرت ابوطالب سے کروائی جائے اور وہ اپنی دانشوری اور حکمت عملی سے کفار مکہ کو باز رکھیں مگر اس مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب کا یہ اقدام کے دین محمد ﷺ کی حفاظت میں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔۔۔ کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

والذین کفر و ایقاتلون فی سبیل الطاغوت اور واقعی ابوجہل وغیرہم شیطان کے کارندے تھے اور اس طرف مومنین تھے۔ تو اس آیہ کی رو سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوطالب مومن تھے۔

اگر حضرت ابوطالب مومن نہ ہوتے تو؟

انہیں کیا پڑی تھی کہ ایسی گھمسان کی لڑائی کی منصوبہ بندی کرتے جو بقول ان کے ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔

ذرا اس مقام پر رک جائیں اور غور کریں

حضرت ابوطالب کا قوم کفار سے اعلان جنگ

اعلان ابوطالب علیہ السلام

واللہ لو قتلتموہ مابقیت منکم احدا حتی نتفانی نحن و انتم (فانکسر القوم و کان اشدھم انکسار ابی جھل)

ترجمہ :۔ اللہ کی قسم اگر تم لوگ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے (ساری قوم بھاگی اور ان میں سب سے تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا)

سوالات

۱۔ اعلان جنگ کرنے والے کون تھے حضرت ابوطالب

۲۔ کن کو کہا کہ میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ قوم کفار کو

۳۔ کون سی قوم بھاگی ــــــ قوم کفار

۴۔ سب سے تیز بھاگنے والا کون تھا ــــــ ابوجہل ۔ کیوں؟

۵۔ قوم کفار کا مخالف کون ــــــ حضرت ابوطالب

۶۔ پھر حضرت ابوطالب کون ــــــ مومن یا کافر؟

جواب

کافر سے لڑائی صرف مومن ہی کرے گا۔ حضرت ابوطالب مومن تھے۔

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبعی مدنی زندگی کے دس سالوں کے ۲۷ غزوات

۱۔ عشاق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب ہی تھے۔ بڑے بڑے جاں نثار مجاہد' غازی اور شہید تھے جنت کی خوشخبریاں بہت سوں کو ملیں۔ غزوات میں شمشیر زنی کے جو ہر دکھا کر مثالیں قائم کر گئے۔ کفار کو للکار کر لڑتے خود پہل نہ کرتے تھے۔ بے مثال تھے۔

سوال

کیا یہ الفاظ اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرو گے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ پھر کبھی سنے گئے؟؟

لیکن

جب مکہ مکرمہ میں کفار بہت سرکش تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر طیش میں آکر لڑنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ اشتعال ان کی فطرت میں رس بس چکا تھا۔

ایسے الفاظ کون کہہ سکتا ہے

جو مرد مومن تھا۔ جو بیاسی سال کی عمر میں قوت ایمانی سے جوان تھا۔ جس کے پایہ استقلال کی بنیادیں ایمانی تھیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے بغیر چین سے نہ بیٹھتا تھا۔ جو قبر میں اتار دیئے جانے تک کفار سے لڑنے کا عہد کرتا تھا۔

حضرت ابوطالب کا کفار مکہ سے مقابلہ کے لئے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو پکارنا

مشہور قصیدہ

پیش خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

و لما رایت القوم لا ود فیھم
و قد قطعوا کل العری و الوسائل

جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ انہوں نے محبت و قرابت کے سارے رشتے توڑ دیئے ہیں۔

و قد صار حونا بالعداوۃ والاذی
و قد طاوعوا امر العدو و المزایل

اور انہوں نے کھلم کھلا ہماری دشمنی اور ایذا رسانی شروع کر دی اور انہوں نے ہمارے دشمن کا حکم ماننا شروع کر دیا۔

و قد حالفوا قوما علینا اظنۃ
یعضون غیظا خلفنا بالانامل

انہوں نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا ہے اور ہمارے پس پشت غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

صبرت لھم نفسی بسمراء سمحۃ
و ابیض ماض من تراث المقاول

میں نے اپنے نفس کو صبر کی تلقین کی اور میرے ہاتھ میں گندم گوں لچک دار نیزہ تھا اور سفید کاٹنے والی تلوار جو بزرگ سرداروں سے ہمیں ورثہ میں ملی تھی۔

و احضرت عند البیت رھطی و اخوتی
و امسکت من اثوابه بالوصائل

میں نے بیت اللہ شریف کے پاس اپنی قوم اور اپنے بھائیوں کو جمع کیا اور میں نے بیت اللہ کے سرخ دھاریوں والے غلاف کو پکڑ لیا۔

کذبتم و بیت اللّٰہ نترک مکه
و نظعن الا امرکم فی بلابل

خانہ خدا کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ چھوڑ جائیں گے اور یہاں سے کوچ کر جائیں گے یہاں تک کہ تمہاری حالت مضطرب ہو جائے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادی جائے۔

کذبتم و بیت اللّٰہ نبزی محمدا
و لما نطاعن دونه و نناضل

خانہ خدا کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمد کو چھوڑ دیں گے جب تک ان کا دفاع کرتے ہوئے نیزوں اور تیروں سے تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔

و نسلمه حتی نصرع حوله
و نذھل عن ابنائنا و الحلائل

اور ہم اسے تمہارے حوالے کر دیں گے اس سے پیشتر کہ ہمارے لاشے اس کے ارد گرد خاک آلود پڑے ہوں اور ہم اپنے بچوں اور اپنی بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں گے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی و عصمه للارامل

میرا بھتیجا گوری رنگت والا ہے جس کے چہرے کی برکت سے بادلوں سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی ناموس کا محافظ ہے۔

یلوذ به الهلال من آل هاشم

فهم عنده فی رحمه و فواضل

یہ وہ جواں مرد ہے کہ جس کی پناہ آل ہاشم کے مفلس لیتے ہیں پس وہ جب اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو وہ ان پر اپنے رحم و کرم کی بارش برسا دیتا ہے۔

خلاصہ اشعار

۱۔ اپنی قوم بنی ہاشم اور بنی مطلب کو کفار مکہ کے مقابلہ کے لئے پکارا۔

۲۔ اپنی قوم نے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا ہے۔ یعنی کفار مکہ کے ساتھ

۳۔ میں نے بیت اللہ کے سرخ دھاریوں والے غلاف کو پکڑ لیا۔

۴۔ بیت اللہ کی قسم تم نے جھوٹ بولا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ دیں گے۔

۵۔ اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمہارے حوالے کر دیں گے اس سے پیشتر کہ ہمارے لاشے اس کے ارد گرد خاک آلود پڑے ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں۔

۶۔ گوری رنگت والے کے چہرے کے طفیل بادلوں سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

کچھ سمجھ آئی؟

(۱) اقرار توحید (۲) اقرار رسالت اور نعت گوئی (۳) دشمن کون، کفار مکہ مکرمہ

ایک واقعہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ

مقدس پانی

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذوالمجار کے مقام پر کہا۔

عطشت و لیس عندی ماء فنزل النبی و ضرب بقدمه الارض فخرج الماء فقال اشرب

مجھے پیاس لگی ہے اور میرے پاس پانی نہیں اس پر حضور علیہ السلام سواری سے نیچے اترے اور اپنا قدم مبارک زمین پر مارا جس سے زمین سے پانی نکل آیا اور حضرت ابو طالب سے کہا پی لو۔

اگرچہ راوی حضرات کا یہ اختلاف ہے کہ شاید یہ معجزہ اعلان نبوت سے پہلے کا ہے یا بعد کا لیکن غور طلب نکتہ ہے کہ یہ مقدس پانی حضرت ابو طالب کے لئے نکالا گیا اور اس لئے کہ وہ مومن تھے۔ جہنمی کے لئے تو ایسی چیزیں حرام ہیں۔ قرآن پاک میں سورہ اعراف میں ہے۔

ونادی اصحب النار اصحب الجنه ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمهما علی الکفرین

(اہل جہنم جنتیوں سے ندا کریں گے ہمیں بھی فیض یاب کرو اس پانی اور رزق سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا۔ جنتی بولیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

نتیجہ

کفار کے لئے تو پانی اور کھانا (مقدس) حرام ہے' یہ تو صرف مومنوں کے لئے تھا اور ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ معجزہ اس لئے دکھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک میں حضرت ابو طالب کا مومن ہونا تھا۔

شعب ابی طالب ۷ھ سے ۱۰ھ تک

(رفاقت کے ۳۹ ویں سال سے ۴۲ واں سال)

کیا بات ہے، ایمان پختہ ہو تو ایسا ہو، سال ہا سال گزار دیئے ساتھ۔

قریش کا عہد مقاطعہ

ابن اسحاق نے کہا جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ملک میں جا بسے ہیں جہاں انہوں نے امن و سکون حاصل کر لیا ہے اور ان میں سے جس نے نجاشی کے پاس پناہ لی ان کی حفاظت و حمایت ہوتی رہی ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام اختیار کر لیا ہے۔ وہ اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو گئے ہیں اور اسلام قبیلوں میں پھیلنے لگا ہے تو وہ لوگ جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ ایک کاغذ لکھیں جس میں بنی ہاشم و بنی المطلب کے خلاف ایک معاہدہ کیا جائے کہ ان سے شادی بیاہ یا خرید و فروخت کے تعلقات قائم نہ کئے جائیں۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو یہ باتیں ایک کاغذ پر لکھیں۔ سب نے مل کر اقرار کیا۔ یہ کاغذ بیت اللہ کے اندر لٹکا دیا کہ وہ خود اس عہد پر مضبوطی سے جمے رہیں اور کوئی شخص اس کے خلاف کوئی بات نہ کر سکے۔ اس کاغذ کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ (بن عامر بن ہاشم بن مناف بن عبدالدار بن قصی) تھا۔

ابن ہشام نے کہا بعض کہتے ہیں کہ اس کا لکھنے والا نضر بن الحارث تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی تو اس کی چند انگلیاں بیکار ہو گئیں۔ (سیرت ابن ہشام)

بنی ہاشم اور بنی المطلب

ابن اسحاق نے کہا جب قریش نے یہ معاہدہ کیا تو بنی ہاشم اور بنی المطلب ابوطالب بن عبدالمطلب کے پاس پہنچے اور ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں جمع ہو گئے۔ بنی ہاشم میں سے صرف ایک ابولہب عبدالعزی بن عبدالمطلب نکل کر قریش کی جانب ہو گیا اور انہیں کی امداد کی۔ (کدھر گئی ابولہب کی طبعی محبت۔ مولوی صاحب غور کرو)

اشعار ابی طالب (شعب ابی طالب میں کہے گئے)

جب قریش اس معاہدے پر متفق ہو گئے اور اس کے متعلق انہیں جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکے تو ابوطالب نے کہا

الا ابلغا عنی علی ذات بیننا
لیویا و خصا من لؤی بنی کعب

سن لو، ہمارے آپس کے تعلقات کی نسبت بنی لوی کو یہ پیام پہنچا دو اور بنی لوی میں سے بھی خاص کر بنی کعب کو یہ سنا دو۔

اقرار نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الم تعلموا انا وجدنا محمدا
نبیا کموسی خط فی اول الکتب

کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم نے محمد کو ایسا نبی پایا ہے کہ موسیٰ کی طرح اگلی کتابوں میں اس کا حال لکھا ہے۔

وان علیه فی العباد محبه
ولا خیر ممن خصه اللہ یاحب

بندوں کا میلان انہیں کی جانب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے (اپنی) محبت کے لئے خاص کر دیا ہو، اسی سے بھلائی حاصل نہ ہو؟

وان الذی الصقتم من کتابکم
لکم کائن نحسا کراغیه السقب

اور تمہارا وہ نوشتہ، جسے تم نے چسپاں کیا ہے وہ تمہارے ہی واسطے منحوس ثابت ہو گا جس طرح صالح علیہ السلام کے اونٹنی کے بچے کی آواز۔

فلسنا و رب البیت نسلم احمدا

لعزاء من عض الزمان ولا کرب

رب البیت کی قسم! ہم وہ لوگ نہیں، جو زمانے کی کسی صبر طلب سختی یا کسی تنگی کے سبب سے احمد ﷺ کی مدد سے دست کش ہو جائیں۔

و لما تبن منا و منکم سوالف،

و اید اترت بالقساسیه الشهب

ہماری تمہاری گردنیں اور ہمارے تمہارے ہاتھ قساسی چمکتی ہوئی تلواروں سے کٹے ہیں۔ اب تک کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔

بمعترک ضیق تری کسر القنا

به و النسور الطخم یعکفن کالشرب

ایسے گتھے ہوئے معرکوں میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے، جہاں ٹوٹے ہوئے نیزوں کے ٹکڑے پڑے تجھے نظر آئیں گے اور جہاں بھورے رنگ کے گدھ شرابیوں کے جتھوں کی طرح ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔

کان مجال الخیل فی حجراته

و معمه الابطال معرکه الحرب،

جس کے نواح میں گھڑ دوڑ اور پہلوانوں کی آوازوں سے خارشی اونٹوں کا ایک ہنگامہ معلوم ہوتا ہے۔

الیس ابونا هاشم شد ازره

و اوصی بنیه بالطعان و بالضرب

کیا ہاشم ہمارا باپ نہ تھا جس نے اپنی قوت کو مستحکم کیا تھا اور اپنی اولاد کو نیزہ زنی اور شمشیر زنی کی نصیحت کی تھی۔

و لسنا نمل الحرب حتی تملنا

و لانشتکی ما قد ینوب من النکب

ہم جنگ سے بیزار ہونے والے نہیں یہاں تک کہ خود جنگ ہم سے بیزار ہو جائے جو آفت بھی آئے، ہم اس کے متعلق شکایت کرنے والے نہیں۔

و لکننا اھل الحفائظ والنھی

اذا طار ارواح الکماۃ من الرعب

لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ جب ہتھیار میں چھپے ہوئے بہادروں کی روحیں رعب اور خوف سے اڑی جا رہی ہوں۔ اس وقت بھی ہم قابل حفاظت چیزوں کی حفاظت کرنے، غصے میں بھرجانے والے اور باوجود اس کے عقل سے کام لینے والے ہیں۔

ذرا سوچو تو!

ان اشعار کے الفاظ میں توحید و رسالت کی منادی ہے جو حضرت ابوطالب اپنی قوم کے سامنے کر رہے تھے۔ ان اشعار کے پیچھے قوت ایمانی تھی جس نے قدم قدم پر کفار مکہ کے خلاف ثابت قدم رکھا۔ شعر تو دل کی آواز ہوتا ہے جسے زبان بار بار ادا کرتی ہے اور پھر اسے بہترین الفاظ میں ڈھال کر کتابت کی صورت میں محفوظ کر لیا جاتا ہے تاکہ بعد میں مل سکے۔ دیکھ لیں آج چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود بھی حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار جو قوت ایمانی سے لبریز ہیں۔ کتابوں میں ملتے ہیں اور یہی سب سے بڑی نشانی ہے آپ کے ایمان کی۔

کاش

کہ تیری سمجھ میں آجائے یہ عام فہم بات

شعب ابوطالب کے محاصرے کا اختتام

صاحب کلی علم غیب نے بتایا اس کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ عہد نامہ کو سوائے جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لکھا ہے۔

عہد نامہ کے کاتب منصور بن عکرمہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ (آقا ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے)

ا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا چمک دار ستاروں کی قسم تیری بات بالکل سچی ہے تو نے آج تک کبھی غلط بیانی نہیں کی۔ پھر حضرت ابوطالب کفار مکہ کے پاس گئے اور فرمایا اے گروہ قریش! اس طویل مدت میں ایسے واقعات رو پذیر ہوئے جن کے بارے میں ہم تمہیں نہیں بتا سکتے۔ تم اس صحیفہ کو کعبہ سے باہر لے آؤ۔ ممکن ہے ہمارے اور تمہارے درمیان مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ کفار کعبتہ اللہ شریف میں گئے اور معاہدہ کو لے کر واپس آئے انہوں نے ابوطالب سے کہا کہ اب وہ وقت آگیا ہے تم حضور کی اعانت و نصرت سے باز آجاؤ۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا میں ایک منصفانہ حل لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ محمد ﷺ نے بتایا ہے اور وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ کہ یہ دستاویز جو کہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک باقی ہے اب تم اسے کھولو اگر یہ بات سچ نکلی تو پھر میں کسی قیمت میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا خواہ اس کے لئے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا پڑے۔ پھر جب دیکھا تو۔۔۔۔ وہی تھا جو صاحب کلی علم غیب نے فرمایا تھا۔

چھٹا باب

دینی محبت اور طبعی محبت میں فرق

اگر حضرت ابوطالب مومن نہ ہوتے تو انہیں کیا پڑی تھی کہ تین سال کے سوشل بائیکاٹ کا سامنا کرتے۔ راشن کی کمی کی وجہ سے درختوں اور بیری کے پتے کھاتے۔ پھر کفار مکہ کو ایسے الفاظ کہتے کہ محمد ﷺ کی حفاظت کریں گے خواہ ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا پڑے۔ کیا اس لئے کہ وہ ان کا چچا تھا۔ لیکن ابولہب بھی تو ان کا چچا تھا۔

ابولہب اپنے علی الاعلان کفر کی وجہ سے کفار کے ساتھ جا ملا اور اپنی نسبی حمیت سے دست بردار ہو گیا اور اپنے اہل دین سے جا ملا ادھر حضرت ابوطالب اپنے دین ہی کی وجہ سے آقا ﷺ کے ۴۲ سال رفیق رہے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ محبت دین کی ہوتی ہے طبعی محبت کوئی چیز نہیں۔ بدر کے میدان میں باپ بیٹا، ماموں بھانجا، بھائی بھائی آمنے سامنے ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کر رہے ہیں۔ طبعی محبت والی بات ہوتی تو کبھی نہ کرتے۔ اب صرف دین کی رشتہ داری رہ گئی تھی۔ جو حضرت ابوطالب کے ۴۲ سال ساتھ کو طبعی محبت قرار دیتے ہیں۔ ان کی ذہانت کی پستی پر تو بس افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

آج کل

اپنے ارد گرد دیکھیں کہ ایک ہی دین کے مختلف مسالک (مذاہب) ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر رہے، مسلک کی بات ہو تو سب طبعی رشتہ داریاں بھول جاتے ہیں مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں اور اس وہ تو مختلف ادیان یعنی دین اسلام اور دین کفر کا معاملہ تھا۔

وفات ابوطالب ۔ آقا ﷺ کے لئے غم کا سال

تفسیر ابن ہشام میں ہے کہ جب حضرت ابوطالب کا آخری وقت آیا تو آپس میں مشورہ کیا کہ ابوطالب کے پاس جائیں کہ وہ اپنے بھتیجے سے ہمارے متعلق (کوئی عہد) لیں اور ہم سے (کوئی عہد) لے کر اسے دیں۔ کیونکہ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ یہ لوگ ہماری امارت چھین لیں گے۔

ابن اسحاق نے کہا۔ مجھ سے عباس بن عبداللہ (بن معبد بن عباس) نے انہوں نے اپنے بعض خاندان والوں سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت بیان کی، کہا۔ لوگ ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی۔ ان میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب، اور ان کے علاوہ قوم کے اور برسر آوردہ افراد بھی تھے، ان لوگوں نے کہا اے ابوطالب! آپ سے ہمارے جیسے تعلقات ہیں، آپ خوب جانتے ہیں۔ ان سے بھی آپ واقف ہیں، اس لئے انہیں بلایئے ان کے لئے ہم سے (عہد) لیجئے اور ہمارے لئے ان سے (عہد) لیجئے۔ کہ وہ ہم (ہم پر دست درازی) سے دست کش رہیں اور ہم ان (پر دست درازی) سے دست کش رہیں، حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلوایا۔ آپ ﷺ آئے تو کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! یہ لوگ تمہاری قوم کے سربر آوردہ ہیں اور تمہارے لئے جمع ہوئے کہ کچھ تم سے (عہد) لیں اور کچھ (عہد) تمہیں دیں۔

راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اچھا ایک بات کا تم مجھے قول دو جس کے عوض تم عرب کے مالک بن جاؤ گے اور اس کے سبب سے عجم بھی تمہاری اطاعت کریں گے۔

روای نے کہا ابوجہل بولا۔ بہت اچھا تمہارے باپ کی قسم! (ایک نہیں) دس باتوں کا قول اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اقرار کرو کہ۔

تقولون لا اله الا اللہ و تخلعون ماتعبدون من دونه

(اقرار کرو کہ) تم اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں کہو گے اور اس کے سوا جس کی بھی تم پوجا کرتے اسے چھوڑ دو گے۔

راوی نے کہا۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ واللہ ان باتوں میں سے، جو تم چاہتے ہو کسی بات پر بھی یہ شخص تمہیں قول دینے والا نہیں، پس چلو اور اپنے بزرگوں کے دین پر چلتے رہو یہاں تک کہ اللہ تم میں اور اس میں کوئی فیصلہ کر دے۔

ابوطالب کی آمادگی

راوی نے کہا۔ پھر وہ لوگ ادھر ادھر چلے گئے اور ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ بھتیجے! واللہ! تم نے ان سے کوئی بعید (از عقل) بات کا سوال نہیں کیا۔ راوی نے کہا۔ جب ابوطالب نے یہ بات کہی تو رسول اللہ ﷺ کو خود ان کے متعلق امید پیدا ہو گئی۔ راوی نے کہا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔

ای عم فانت فقلها استحل لک بها الشفاعه یوم القیامه چچا جان! تو آپ وہی بات کہہ دیجئے تاکہ اس کے سبب سے قیامت کے روز میری سفارش آپ کے لئے جائز ہو جائے۔

راوی نے کہا۔ جب انہوں نے اپنے متعلق رسول ﷺ کی خواہش دیکھی تو کہا۔ بھتیجے! اگر میرے بعد تم پر اور تمہارے بھائیوں پر طعنہ زنی کا اور قریش کی اس بدگمانی کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے یہ الفاظ موت کی سختی پر صبر نہ کر کے کہہ دیئے ہیں تو ضرور کہتا اور یہ الفاظ بھی تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سے تمہیں خوش کر دوں۔

راوی نے کہا۔ جب موت ابوطالب کے قریب ہو گئی تو عباس نے دیکھا کہ ہونٹ ہل رہے ہیں۔ عباس نے کان لگا کر سنا اور کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! واللہ! بے بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ کہا، جس کے کہنے کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔

راوی نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لم اسمع میں نے نہیں سنا۔ مدراج النبوت میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے سنا۔"

قوم کو وصیت

میں تمہیں وصیئت کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی کرنا۔ کیونکہ سارے قبیلہ قریش میں وہ الامین کے لقب سے ملقب ہے اور سارے اہل عرب اسے الصدیق کہتے ہیں۔ جن خصائل حمیدہ کی میں نے وصیت کی ہے۔ وہ ان تمام کا جامع ہے بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے دور دراز علاقوں میں رہنے والوں نے کمزور اور ضعیف لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا ہے۔ اس کے دین کی تعظیم کی ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی برکت سے لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔ عرب کے سارے باشندے ان کے ساتھ دل سے محبت کرنے لگے ہیں اپنے دلوں کو اس کی محبت و عقیدت کے لئے انہوں نے مخصوص کر دیا ہے اور اپنی زمام قیادت اس کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

اے گروہ قریش! اپنے بھائی کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ۔ جنگوں میں اس کے حامی اور ناصر بن جاؤ۔ خدا کی قسم جو شخص اس کی راہ پر چلے گا ہدایت پا جائے گا اور جو اس کے دین ہدایت کو قبول کر لے گا وہ نیک اور بلند اقبال بن جائے گا اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اس کی کفالت کرتا اور تمام آلام و مصائب سے اس کا دفاع کرتا۔

اس وصیت کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

کچھ سمجھ آئی!

حضرت ابوطالب قوم قریش کو وصیت کر کے فرماتے ہیں۔ اگر میری زندگی میں گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اس کی کفالت کرتا اور تمام آلام و مصائب سے اس کا دفاع کرتا۔ ۴۲ سال کی رفاقت کے بعد بھی۔ مزید وقت میں دفاع اور حفاظت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادے۔ یہ ایمان نہیں تو پھر ایمان کیا ہے؟

نوٹ :۔

۱۔ وقت نزع والی روایات جو کہ ابن ہشام نے لکھی ہیں۔ اگر بالفرض اسے مان ہی لیا جائے تو پھر اس پر بحث اگلے صفحات میں تفصیل کے ساتھ آئے گی۔ (اگرچہ یہ روایت سند کے لحاظ سے مردود ہے کیونکہ لفظ بعض آیا ہے)

۲۔ قوم کو جو وصیت فرمائی۔ اس کے نکات کی مزید تشریح بھی آگے آئے گی جس میں حضرت ابوطالب کے ایمان کے دلائل آپ کے ایک ایک لفظ سے پھوٹ رہے ہیں۔

۳۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی گواہی کا مقام اور اس کے ساتھ مزید گواہیاں خصوصاً شہنشاہ ولایت مولائے کائنات مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے اپنے والد محترم کے متعلق اشعار اگلے صفحات میں پیش خدمت ہیں۔

گذارش

۱۔ یہ ہے کہ اس روایت اور مزید نکات پر جتنی بھی بحث اگلے صفحات میں آئے گی اسے بلا تعصب کھلے ذہن کے ساتھ پڑھیں۔ مطلب یہ کہ ذہن میں پہلے ہی ابوطالب کے کفر کا فیصلہ نہ کریں ورنہ ذہن مزید الجھ جائے گا۔

۲۔ بغیر تعصب کے پڑھنے کے بعد انشاء اللہ دل خود بخود گواہی دے گا کہ روایات آخری حرف نہیں ہوتیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی محبت ایسی روایات سے بلند ترین ہوتی ہے۔

باب الایمان

قرآن حکیم احادیث مبارک

اور

علماء کرام کے فتوے

یاد رکھیئے!

۱۔ ایمان دل کی کیفیت کا نام ہے۔

۲۔ دل منبع ایمان ہے۔

۳۔ اگر دل نے تصدیق نہ کی ہو تو زبانی ایمان لانا بے سود ہے۔

۴۔ بعض مصلحتوں سے ایمان دل ہی میں چھپانا پڑتا ہے۔

۵۔ ضروری نہیں کہ ایمان لانے کے لئے معروف الفاظ ہی ادا کیئے جائیں۔

۶۔ بخاری شریف (باب الدیات) میں مذکور ہے کہ "اسلمت اللہ کہ دینے سے بھی لا الہ الا اللہ کا مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔

۷۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے والے الفاظ کیا تھے۔

۸۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے والے الفاظ کیا تھے۔

۹۔ زبانی اقرار کی ضد نہیں کرنی چاہیئے۔

۱۰۔ علماء کرام کے فتاویٰ کہ ایمان کیا ہے۔

۱۱۔ مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کا فتوی کہ معروف الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔

۱۲۔ ایمان لانے کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔

ساتواں باب

باب ایمان

ایمان کا لفظ

ایمان کا لفظ امن سے مشتق ہے۔ لغت میں ایمان کے معنی تصدیق کرنے کے ہیں یعنی خبر دینے والے کے حکم کا یقین کرنا۔ اس طرح کہ حکم قبول کیا جائے اور بتانے والے کو سچا قرار دیا جائے۔ گویا کہ جس پر ایمان لایا جائے اسے تکذیب و مخالفت سے امن دے دیا جائے۔

ایمان کے معنی

ایمان کے اصل معنی کسی کے اعتبار اور اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں اور دین کی اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں کے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کی حدود سے ماوراہوں جو کچھ بتلائیں ان کو حق مان کر قبول کرلیں۔ جتنی باتیں اللہ تعالیٰ کے رسول بیان فرمائیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر ماننے کا نام اصطلاح شریعت میں ایمان ہے۔

صدیق اور یقین

مفسرین اور محققین کے تصدیق و یقین اور اقرار کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول :۔ ایک شخص اسلام اور ایمان کے بارے میں دل سے تو قائل ہے لیکن اس کی زبانی اقرار کا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے اسلام کو ظاہر کرتا اور اسی اثنا میں وہ راہی ملک بقاء ہوا تو ایسے شخص کے بارے میں دو رائے ہیں۔ (کتاب شفا ج ا، قاضی عیاض مالکی اندلسی)

ا۔ وہ زبانی اقرار اور اعلان اسلام سے قاصر رہا۔ لہٰذا اس کو اس تصدیق بالقلب

سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ کیونکہ ایمان کے لئے قول و شہادت ضروری ہیں۔
۲۔ دوسرے اصحاب علم نے اس کو مستحق جنت قرار دیا ہے اور یہ دلیل پیش کی ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ سے وہ شخص بھی نکال دیا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بلکہ کم ایمان بھی ہو گا یہ ارشاد مبارک اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان موجود تھا وہ نہ گنہگار ہے اور نہ زبانی شہادت کی عدم موجودگی پر قصور وار ہے۔ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ بالکل درست اور قابل قبول ہے۔

آقا ﷺ کی تصدیق نہ کرنے والوں پر جہاد کا حکم

(آپ ﷺ کو یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا)

ابو محمد خشنی نے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جہاد و قتال کروں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کے ساتھ ان باتوں کی تصدیق نہ کریں جو مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائی ہیں اور جب ان لوگوں نے ایسا کر لیا تو انہوں نے میرے ہاتھوں سے اپنے جان و مال محفوظ کر لیا سوائے حق اسلام کے۔

(شفاء قاضی عیاض مالکی اندلسی)

اگر حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافر ہوتے تو

رسول کریم ﷺ نے مندرجہ بالا حکم الٰہی کے تحت ان کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟

جواب :۔ آپ ﷺ تو وہی کرتے ہیں جس کی آپ ﷺ کو وحی

ہوتی ہے۔ (اتبع مایوحی الی) چنانچہ آپ ﷺ کے علم مبارک میں تھا کہ حضرت ابوطالب آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاچکے ہیں اس لئے آپ ﷺ نے ان کے خلاف جہاد نہ کیا۔ کیونکہ مومن کے خلاف جہاد نہیں کرتے۔ اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید جاننا ہو

یعلم انہ لا الہ الا اللہ..... مشکوۃ شریف باب الایمان

عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من مات وھو یعلم لا الہ الا اللہ دخل الجنہ (رواہ مسلم)

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ آپ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو یہ جانتے مرگیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام جانتے تھے

الف۔ مندرجہ بالا حدیث پاک کی رو سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے اور "جاننا" والی بات کا تعلق دل سے ہے۔ زبانی اقرار والی بات ہو جائے تو اچھی ہے لیکن اگر کسی وجہ سے نہ ہو سکے تو دل کی تصدیق ہی معتبر ہے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور آقا ﷺ کی رسالت اور نعت اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ توحید و رسالت کو جانتے تھے اور مانتے تھے۔

ب۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ صلہ رحمی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنے کی تعلیم لے کر آیا ہوں۔ اس وقت (نماز' زکوۃ' حج' روزہ اور جہاد فرض ہی نہ ہوئے تھے)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا الہ الا اللہ جانتے ہیں

جیسا کہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ میں صلہ رحمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنے کی تعلیم لے کر آیا ہوں ان احکامات پر حضرت ابوطالب عمل کر رہے تھے۔ مندرجہ ذیل دلائل واضح ہوں۔

الف۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبعی عمر مبارک ۸ سال سے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہنا شروع کیا اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقیناً مشاہدہ کیا ہو گا کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں کوئی بت نہیں ہے جس کی پرستش ہوتی ہو۔

ب۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو وہ منظر عام پر آتی یعنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نہ کوئی ارشاد مبارک ملتا کہ "اے چچا یہ بت کیوں رکھے ہیں اور ان کو کیوں پوجا جا رہا ہے؟ (یہ بات تو ۸ سال کی طبعی عمر والے کے مشاہدے میں زیادہ آتی ہے کیونکہ بچہ گھر کے ماحول کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اپنے بزرگوں سے پوچھتا ہے کہ ایسا کیوں ہے اور یہ کیوں ہے۔؟)

ت۔ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تو بتوں کی موجودگی کا کیا ہونا بلکہ جب کفار مکہ کے سرداران ان کو شکایتیں کرنے آجاتے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ فرماتے " کہ یہ کہتے ہیں کہ تم ان کے خداؤں کو برا کہتے" (تفسیر در منثور میں الھیتم ہے) کہیں بھی یہ تذکرہ نہیں کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہو کہ بھتیجے تم میرے خداؤں کو برا کیوں کہتے ہو؟

ث۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر ان کے لب پر آیا اس لئے تھا کہ آپ لا الہ اللہ اللہ کا مطلب جانتے بھی ہیں اور تصدیق قلب بھی کرتے ہیں۔

فلسنا و رب البیت نسلم احمدا

ہم وہ لوگ نہیں رب البیت کی قسم کہ کر ہم احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے دست کش ہو جائیں۔

نکتہ :۔ پھر توحید کا اقرار کیا ہے؟ بلکہ یہ تو منادی ہے۔

ایمان چھپانے والا تین صدیقین میں سے ایک صدیق

تفسیر روح البیان پارہ ۲۴ صفحہ ۱۷۳ میں مذکور ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدیقین تین ہیں۔ (حواشی ابن الشیخ)

الف۔ حبیب النجار مومن آل یٰسین۔

ب۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ ان تمام سے افضل ہیں)

ت۔ مومن آل فرعون جس نے کہا تھا اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ (کیا تم ایسے مرد کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے)

قرآن حکیم میں اس شخص کا ذکر ہے

قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ (بولا مردِ مومن آل فرعون سے جس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا)

واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے دعویٰ خدائی کیا ہوا تھا اور آخرکار اس نے اپنے امراء سے صلاح مشورہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرا دے اور پھر فرعون کی آل سے یہ شخص بولا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے متعلق دو باتیں کہیں۔ ایک یہ کہ وہ مومن تھا اور دوسری بات یہ کہ اس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا۔۔۔۔ جو کہ مصلحت کے تحت تھا

مصلحت کے تحت۔ ایمان چھپانا یعنی کہ زبانی اقرار نہ کرنا

مندرجہ بالا آیہ مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے اپنے ایمان کو زبانی اقرار یا اعلان نہ کر کے صرف اپنے دل کی تصدیق تک رکھنا بھی عین شریعت کے مطابق ہے۔ اس دلیل اکبر کی روشنی میں اگر مصلحتوں کی بناء پر حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا تو ان کے ایمان میں کوئی نقص نہیں آتا۔ بلکہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے رویے' اپنے برتاؤ' اپنے اشعار مبارک کی بناء پر یہ منادی کردی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی گواہی دل کی گہرائیوں سے دے رہے تھے۔

اگر ایسا نہ ہوتا تو

۱۔ تو آقا ﷺ کبھی بھی ان سے معاملات قائم نہ رکھتے خصوصاً اعلان نبوت کے بعد کے دس سال جو کہ حقیقتاً مسلمانوں پر کفار مکہ کی طرف سے اذیتوں کا دور تھا۔ چنانچہ مصلحت کی بنا پر ایمان کو زبان پر لا کر ظاہر نہ کرنا عین شریعت کے اندر ہے۔ آقا ﷺ نے تو اسے تین صدیقوں میں سے ایک صدیق فرمایا حالانکہ وہ آل فرعون سے تھا اور تم تو جانتے ہو کہ آقا ﷺ تو وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ (وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی)

۲۔ دس سال کا عرصہ یعنی اعلان نبوت سے بعد کے دس سال تو مکی زندگی کے بہت اہم سال ہیں اور ان سالوں میں آقا ﷺ کا ساتھ حضرت ابوطالب نے خوب دیا۔ کیا کبھی کوئی ایسا لمحہ آیا کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے حضرت ابوطالب سے کوئی شکوہ شکایت کی ہو۔ کہ آپ میرے دین حق کی کیوں مخالفت کر رہے ہیں اگر ایسا ہوتا۔ تو یقیناً آقا ﷺ حضرت ابوطالب کو چھوڑ چکے ہوتے جیسے ابولہب کو چھوڑ دیا تھا۔

۳۔ بلکہ ایک موقع پر تو حضرت ابوطالب نے ابولہب کو ترغیب دی کہ وہ بھی ان سے آملیں اور کفار کا ساتھ چھوڑ دیں۔ حضرت ابوطالب نے اشعار کی صورت میں ابولہب کو مخاطب کیا۔ لیکن ابولہب پر کوئی اثر نہ ہوا ابولہب پر طبعی محبت کا بھی اثر نہ ہوا جیسا کہ منکرین ایمان ابوطالب حضرت ابوطالب کی رفاقت کو طبعی محبت قرار دیتے ہیں۔

ایمان کی حالت میں کلمہ کفر کہنا
(بات دل پہ ختم ہوتی ہے)

قرآن حکیم میں ارشاد ہے (النحل ۱۶، ۱۰۶)

من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان

یعنی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر بعد میں انکار کرے مگر وہ جسے مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ شان نزول، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ نے پکڑ کر سخت قسم کی اذیت دی اور کہا کہ ہم تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا نہیں کہو گے اور ہمارے معبودوں کی تعریف نہیں کرو گے حتی کہ انہوں نے کفار کہ کہنے پر عمل کر کے وہاں سے گلو خلاصی کرائی۔ بعد ازاں حضرت عمار بن یاسر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات ادا کرتے وقت تمہارے دل کی حالت کیا تھی۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں نے اپنے دل کو ایمان کے ساتھ مطمئن پایا اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمار اگر تمہیں دوبارہ بھی اس پر مجبور کیا گیا تو پھر بھی ایسا ہی کرنا اور ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست کرم سے اس کے آنسو خشک فرماتے۔

زبان کا کہا بے اثر تھا اس لئے کہ دل نے تصدیق کی تھی

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے ناروا الفاظ جو کہ کفریہ تھے کیوں بے اثر ہو گئے وہ اس لئے کہ دل نے ایمان کی تصدیق کی تھی اور جب دل میں ایمان یقین کے ساتھ رچا بسا تھا زبان کی بات غیر اہم ہو گئی۔

ایمان۔ دل کا معاملہ ہے۔ دل چیر کر دیکھیں؟
کیا تم نے ان کا دل چیر کا دیکھا؟ (فرمان نبوی ﷺ)

زبان کے اقرار کے باوجود بات پھر دل پہ آ کے ختم ہو جاتی ہے۔ ایک غزوہ میں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کفار کے ساتھ نبرد آزماں تھے تو ایک کافر نے جب وہ ایک مسلمان کی تلوار کی زد میں آیا زبان سے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا لیکن اس کے زبانی اقرار کے باوجود اس صحابی نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ جنگ کے بعد جب اس بات کی خبر آقا ﷺ کے پاس پہنچی۔ آپ ﷺ نے اس صحابی سے اس بابت پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کافر نے جان کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر آقا ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ (ھل شفقت قلبہ)

ہوئی نا بات دل پر ختم

زبان سے اقرار اگر ہو جائے تو اچھا ہے لیکن معاملہ پھر دل پر ختم ہو جاتا ہے۔ ایک مرد مومن نے مصلحتہ ایمان چھپایا (آل فرعون والا) آپ ﷺ نے فرمایا وہ تین صدیقین میں سے ایک تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلمہ کفر زبان سے ادا ہو گئے لیکن دل اطمینان کے ساتھ ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر پھر دوبارہ ایسا ہو تو یہی کہنا۔ اس کافر کو جب زبانی اقرار کے باوجود قتل کر دیا گیا تو آقا ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ دل تو ایک سمندر ہے۔۔ یقین اور تصدیق دل سے ہی ہوتی ہے۔

(۴۲ سال کے ساتھ میں) ہو سکتا ہے
زبان سے بھی اقرار کیا ہو؟ ممکن تو ہے

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلحتوں کی وجہ سے زبان سے اقرار نہ کیا۔
ذرا غور فرمائیے۔

الف۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں دل ہی کے متعلق بات کرے۔

ب۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دل ہی کے متعلق بات کریں۔

ت۔ کیا ۸۷ سالہ بزرگ سے وقت نزع یہ امید کرتے ہیں کہ وہ اتنی اونچی بات کر لے کہ کان ہونٹوں کے ساتھ لگا کر سننے والے کے علاوہ ذرا فاصلے پر دوسرے بھی سنیں۔

ث۔ کیا اس عمر میں جسمانی طور پر انسان اتنا کمزور نہیں ہو جاتا کہ اس کی آواز بہت ہی کمزور ہو جائے اور صرف لبوں کی جنبش ہی نظر آئے۔

ج۔ وقت نزع والی روایت (یعنی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمانا کہ میرا بھائی وہی الفاظ کہہ رہا ہے) کہ آگے پھر دو روایات ہیں۔

ح۔ ایک یہ کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا "کہ میں نے نہیں سنا" اور دوسری روایت یہ کہ "میں نے سنا" تو کیا اخلاقیات اور قانون کی رو سے "میں نے سنا" والی روایت قبول نہ کر لیں۔ (مدارج النبوت)

خ۔ حسن ظن سوئے ظن سے بہتر ہے۔

د۔ زبان کا اقرار تو بہت پیچھے رہ گیا۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توحید و رسالت کی تصدیق کی منادی اپنی قوم کے سامنے بار ہا کی اور اسے تحریروں کی صورت میں ڈھال دیا کیا یہ تحریریں (جو آج چودہ سال بعد بھی ہماری کتابوں میں مل رہی ہیں) ببانگ دہل یہ اعلان نہیں کر رہیں کہ یہ شخص اپنے ایمان کی منادی کر رہا ہے اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نعت خواں ہے؟

زبان سے اقرار کرنے کے باوجود دلی تصدیق نہ کرنے والوں کا انجام

منافقین مدینہ طیبہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اینڈ کمپنی

جیسا کہ تاریخ مدینہ طیبہ میں ہے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے پیرو کار یا ساتھی آقا ﷺ اور دیگر صحابہ کرام کی ہجرت کے بعد بظاہر اسلام لے آئے اور انہوں نے اقرار باللسان والی بات پر عمل تو کیا لیکن دل سے تصدیق نہ کی۔ یعنی کہ آقا ﷺ کی ذات اقدس، صفات، کمالات، جمالات، معجزات میں نکتہ چینی کرتے تھے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے دل سے نہ مانا تھا۔ اگرچہ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے سامنے عبداللہ بن ابی ابن سلول آقا ﷺ کے سامنے زبانی طور پر تعریفی الفاظ کہا کرتا تھا۔ جس پر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے ٹوک دیتے کہ بیٹھ جاؤ۔ تم یہ الفاظ ایسے ہی کہہ رہے ہو تمہارا دل تصدیق نہیں کرتا۔ تم منافق ہو۔

زبان سے اقرار کے باوجود۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے

یہ منافق لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات۔ آقا ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے متعلق ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ خصوصا آپ ﷺ کے علم مبارک میں نکتہ چینی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں ان کے خلاف اپنے فیصلے صادر کر دیئے (سورہ توبہ ملاحظہ ہو)

الف۔ قل ابالله و ایاته و رسوله کنتم تستهزؤن لا تعتذرو قد کفر تم بعد ایمانکم آپ فرمایئے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا ٹھٹھا اڑاتے ہو۔ اب بہانے مت بناؤ۔ تم کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد۔

ب۔ یحلفون بالله ما قالوا و لقد قالوا کلمه الکفر و کفر و ابعد اسلامهم (توبہ)

یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا اور بیشک انہوں نے کفر کے کلمے کہے اور کافر ہو گئے اسلام لانے کے بعد۔

زبانی اقرار کے باوجود۔ کفر کا سرٹیفکیٹ

دیکھ لیں۔ زبان کا اقرار کسی کام نہ آیا۔ کیونکہ دل نے تصدیق نہ کی تھی اور دل کی تصدیق کے بغیر کفر کے سرٹیفکیٹ مل گئے۔ اسی دنیا میں ہی کافر قرار دے دیئے گئے ان کے اعمال یعنی نماز' روزہ' زکوۃ' حج جہاد اور کلمہ پڑھنا سب ضائع ہو گئے ان کے متعلق سورۃ توبہ کے علاوہ سورۃ منافقوں میں بھی تفصیل سے ذکر ہے۔ اس لئے زبانی اقرار کی رٹ کے ساتھ ساتھ دل کی کیفیت بھی دیکھیں کیونکہ معاملہ دل پہ ہی آکر ختم ہوتا ہے۔

دین کی سمجھ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور یہ بصیرت کی صورت میں در مصطفےٰ ﷺ سے ہی ملتی ہے۔ انہوں نے بات دل پر ہی ختم کی۔

ایک بہت بڑا سوال

کیا (اقرار باللسان) زبانی اقرار کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے؟ (نکاح کی طرح)

جواب :۔ نہیں

جلیل القدر علماء کرام کے فتوے

ا۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ زبان سے اقرار اجائے احکام سے مشروط ہے حتی کہ جو شخص رسول ﷺ کی طرف آنے والی چیز کی تصدیق کر لے اور اس کی جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ کرے۔

۲۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے منہاج العابدین میں علامہ حلیمی علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل فرمایا کہ قول معروف لا الہ الا اللہ دوسرے غیر معروف الفاظ سے اقرار توحید کرنا ایمان کے خلاف نہیں حتی کہ اگر کوئی شخص کہے لا الہ غیر اللہ۔ لا الہ الا الرحمٰن ایسے ہی ہے جیسے لا الہ الا اللہ کہنا۔

جیسا کوئی آدمی یہ کہے کہ محمد اللہ کے نبی ہیں یا اس کے مبعوث کردہ یا احمد ہیں یا حامی ہیں یا اس کے علاوہ آپ کے دوسرے اسماء تو اس سے لغت عجمیہ کے مطابق اس کے اسلام کے درست ہونے کا مفہوم روا ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان کے حکم میں داخل ہو گا۔

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے اور کلمہ نہ پڑھنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ وہ بے شک مسلمان ٹھہریں گے اگرچہ کلمہ طیبہ کا ترجمہ نہ جانیں۔ بلکہ اگرچہ کلمہ طیبہ بھی نہ پڑھا ہو کہ اتنا بھی کہنا کہ میں نے وہ دین چھوڑ کر دین محمدی قبول کر لیا۔ ان کے اسلام کے لئے کافی ہے۔

(محیط اور نفع الوسائل ۔ فتاوی افریقہ ص ۱۴۹

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

کافر کہہ دے میں مسلمان ہو گیا (میں اللہ تعالیٰ کا تابعدار بن گیا) قال اسلمت للہ --- ایسا کہنے پر اسے قتل نہ کرو کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا اور مسلمان کا قتل ناحق ہو گا۔ (بخاری شرف کتاب الدیات ج ۳' ۷۳۵)

کیوں جناب ؟؟

نہ یہاں لا الہ الا اللہ کہے اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے---
لیکن مسلمان ہے وہ اس لئے کہ اسلمت للہ سے یہ سارا مفہوم ادا ہو گیا۔

حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو

جدثنا عبد ان حدثنا عبداللہ حدثنا یونس عن الزهری حدثنا عطاء بن یزید ان عبید اللّٰہ بن عدی حدثه ان المقداد ابن عمر و الکندی حلیف بنی زھرة حدثه و کان شھد بدرا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یارسول اللّٰہ ان لقیت کافر افا قتتلنا فضرب یدی بالسیف قطعها ثم لا ذبشجرة و قال اسلمت للّٰہ اقتله بعد ان قالها قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا تقتله قال یارسول اللّٰہ فانه طرح احدی یدی ثم قال ذلک بعد ما قطعها اقتله قال لا تقتله فان قتلته فان بمنزلتک قبل ان

تقتله و انت بمنزله قبل ان یقول کلمته التی قال وقال حبیب بن ابی عمرة عن سعید عن ابن عباس قال قال النبی صلی الله علیه وسلم للمقداد اذا کان رجل مومن یخفی ایمانه مع قوم کفار فاظهر ایمانه فقتله فکذلک کنت انت تخفی ایمانک یمکه من قبل۔

ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن مبارک نے، کہا ہم کو یونس نے خبر دی انہوں نے زہری سے، کہا مجھ سے عطا بن یزید نے بیان کیا، ان سے عبیداللہ بن عدی بن خیار نے، ان سے مقداد بن عمرو کندی نے جو بنی زہرہ کے حلیف تھے، وہ بدر کی جنگ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک تھے، انہوں نے کہا یارسول اللہ! اگر میں ایک کافر سے مقابلہ کروں، اس سے لڑائی شروع ہو، وہ تلوار سے میرا ایک ہاتھ اڑا دے، پھر ایک درخت کی آڑ لے کر کہنے لگے میں اللہ کا تابعدار بن گیا (مسلمان ہو گیا) کیا ایسا کہنے پر بھی میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس کو قتل نہ کر میں نے عرض کیا (یہ تو بڑی مشکل ہے) اس نے میرا ایک ہاتھ اڑا دیا (مجھ کو لنجہ کر دیا) اب ایسا کرنے کے بعد (اپنے بچانے کے لئے) کہتا ہے میں خدا کے لئے مسلمان ہو گیا، کیا میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس کو قتل نہ کر۔ اگر تو اس کو (اسلام لانے کے بعد قتل کرے گا تو وہ تو ایسا ہو جائے گا جیسا تو اس کے قتل کرنے سے پہلے تھا۔ (یعنی مظلوم معصوم الدم) اور تو ایسا ہو جائے گا جیسا وہ تھا اسلام لانے سے پہلے (یعنی ظالم مباح الدم) اور حبیب بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، کہ آنحضرت ﷺ نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب کافروں کے ساتھ ایک مومن آدمی ہو جو (ڈر کے مارے) اپنا ایمان ان سے چھپاتا ہو، پھر وہ ایمان ظاہر کر دے اور تو اس کو مار ڈالے (یہ کیونکر درست ہو گا) خود تو بھی مکہ میں پہلے ایمان چھپاتا تھا۔

سوال :۔ ا۔ کیا معروف الفاظ لا الا الا اللہ ادا کرنا ضروری ہے؟

۲۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کیا تھے؟

جواب :۔ نہیں ۔ صرف یہ کلمہ جان لینا ہی ضروری ہے۔

حضرت سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ تھے

"میں بھی اس کے دین پر ہوں۔ میں وہ کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔"

سیرت ابن ہشام

ابو جہل کی بد زبانی

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے بنی اسلم کے ایک شخص نے جو بڑا یاد رکھنے والا تھا بیان کیا کہ کوہ صفا کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ابو جہل گزرا۔ اس نے آپ کو تکلیف دی اور سخت سست کہا۔ آپ کے دین کی عیب جوئی اور آپ کے معاملے کو کمزور بتانے کا کچھ موقع پا لیا۔ جسے آپ ناپسند فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور عبداللہ بن جدعان (بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرۃ) کی ایک لونڈی جو اپنے گھر میں تھی۔ ابو جہل کی یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے تو آپ نے قریش کی مجلس کا قصد فرمایا۔ جو کعبتہ اللہ کے پاس تھی اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمان گلے میں ڈالے شکار سے واپس ہوتے ہوئے وہاں آگئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد

وہ شکاری تھے تیر سے شکار کیا کرتے اور اکثر شکار کے لئے نکل جایا کرتے' جب کبھی وہ شکار سے واپس آتے تو اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاتے' جب تک کعبتہ اللہ کا طواف نہ کر لیتے۔ طواف کر چکتے تو قریش کی مجلس میں ٹھہرتے اسلام کرتے اور ان سے بات چیت کئے بغیر نہ جاتے وہ قریش میں اعزاز رکھنے والے جواں مرد اور سخت طبیعت تھے۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لونڈی کے پاس سے گزرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر واپس ہو چکے تھے تو اس نے کہا اے ابو عمارۃ کاش آپ اس آفت کو دیکھتے جو آپ کے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ابوالحکم بن ہشام کی جانب سے آئی اس نے انہیں یہاں بیٹھا ہوا پایا تو ایذا پہنچائی اور گالیاں دیں جو باتیں ناپسندیدہ تھیں' ان کی انتہا کر دی اور چلتا بنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بات بھی نہ کی۔

ابو جہل سے بدلہ اور اعلان اسلام

چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بااعزاز رکھنا چاہتا تھا' حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصے نے برانگیختہ کر دیا اور وہ تیزی سے نکلے کسی کے پاس نہ رکے کہ ابو جہل کے لئے تیار ہو جائیں اور جب اس سے مقابلہ ہو تو اس سے چمٹ جائیں جب مسجد میں داخل ہوئے تو ابو جہل کو دیکھا کہ لوگوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ اسی کی طرف چلے جب اس کے سر پر پہنچ گئے تو کمان اٹھائی اور اس زور سے ماری کہ اس کا سر زخمی کر دیا اور کہا کیا تو انہیں گالیاں دیتا ہے؟ لے' میں بھی انہیں کے دین پر ہوں میں بھی وہی کہتا ہوں۔ جو وہ کہتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو وہی برتاؤ مجھ سے بھی کر پس بنی مخزوم کے لوگ حمزہ رضی اللہ عنہ کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابو جہل کی امداد کریں۔ ابو جہل نے کہا ابو عمارۃ کو جانے دو کیونکہ واللہ میں نے بھی ان کے بھتیجے کو بری بری گالیاں دی ہیں۔

تاریخ طبری

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

حمزہ بن عبدالمطلب کمان کاندھے پر ڈالے ہوئے اپنے پھندے کے شکار سے واپس آرہے تھے۔ یہ بڑے شکاری تھی اور اکثر شکار کھیلنے جایا کرتے تھے۔ ان کا دستور تھا کہ جب شکار سے واپس ہوتے تو گھر آنے سے پہلے کعبہ اللہ کا طواف کر لیتے پھر قریش کی چوپال آکر ٹھہر جاتے سلام کرتے اور جو لوگ وہاں ہوتے ان سے بات چیت کرتے۔ یہ قریش میں سب سے زیادہ طاقتور آدمی تھے' جب یہ اس لونڈی کے پاس سے گزرنے لگے اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر گھر آگئے تھے۔ اس نے ان سے کہا کہ اے ابوعمارہ اگر تم یہاں کچھ دیر پہلے آئے ہوتے تو ابوالحکم بن ہشام یہاں بیٹھا ہوا ملتا۔ اس نے تمہارے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو گستاخی اور بیہودگی کی ہے وہ تم کو معلوم ہوتی اس نے ان کو ستایا اور گالیاں دیں اور بہت ہی برا سلوک کیا۔ پھر وہ چلا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ نہ کہا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کرامت سے سرفراز کرنا چاہتا تھا یہ سنتے ہی ان پر سخت جوش اور غضب طاری ہو گیا۔ وہ تیز قدم بڑھاتے ہوئے اس کے لئے راہ میں نہ ٹھہرے' حسب عادت کعبہ کے طواف کے لئے آج اس ارادے سے چلے کہ ابوجہل دیکھتے ہی اس کی خبر لیں گے۔ چنانچہ مسجد میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ابوجہل کو قوم کے ساتھ بیٹھا جو دیکھا یہ اس کی طرف بڑھے اور اس کے سراہنے پہنچ کر اپنی کمان سے اسے ایسی سخت ضرب لگائی کہ وہ لہولہان ہو گیا اور بری طرح زخمی ہوا۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو ان کو گالیاں دیتا ہے تجھے معلوم نہیں کہ میں ان کا ہم مذہب ہوں ان کے عقائد کا قائل ہوں' اگر ہمت ہے تو اب میرے سامنے کہہ کیا کہتا ہے' اتنے میں بنی مخزوم کے کچھ آدمی ابوجہل کی حمایت میں حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اٹھے مگر ابوجہل نے ان سے کہا کہ ابوعمارہ سے کوئی تعرض نہ کرو بے شک میں نے اس کے بھتیجے کو نہایت سخت گالیاں دی تھیں اس لئے ان کو جوش آگیا ہے۔

مدارج النبوت

سید الشہداء حضرت حمزہ کا ایمان لانا

نبوت کے چھٹے سال میں رسول اللہ ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ آپ قریش میں سب سے زیادہ غیرتمند، بڑے شہہ زور اور بہادر تھے۔ حضورؐ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے قریش پر غالب و قوی ہو گئے۔

منقول ہے کہ ایک دن ابوجہل نے حضور اکرم ﷺ کو بہت ایذا اور گالیاں دی تھیں اس کی خبر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکار سے واپسی پر خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ملی۔ یہ خبر سنتے ہی غضبناک ہو کر سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے کمان ان کے کندھے پر تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمان کھینچ کر ابوجہل کے سر پر رسید کی اس بدبخت کا سر پھٹ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو محمد ﷺ کو گالیاں دیتا اور ایذا پہنچاتا ہے حالانکہ میں ان کے دین پر ہوں۔

تاریخ کامل (علامہ ابن اثیر)

ذکر اسلام حمزۃ بن عبدالمطلب (اقتباس)

یا ابا عمارۃ لو رایت مالقی ابن اخیک محمد من ابی الحکم بن ہشام فانہ سبہ، و اذاہ ثم انصرف عنہ ولم یکلمہ محمد قال : فاحتمل حمزۃ الغضب لما اراد اللّٰہ بہ من کرامتہ، فخرج سریعاً" لا یقف علی احد کما کان یصنع یرید الطواف بالکعبہ معداً" لا بی جھل اذا لقیہ ان یقع بہ، حتی دخل المسجد، فراٰہ جالسا فی القوم، فاقبل نحوہ وضرب راسہ بالقوس فشجہ شجہ منکرۃ، وقال : اتشتمہ وانا علی دینہ اقول مایقول؟ فاردد علی ان استطعت

مدارج النبوۃ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بدر کے قیدی بنے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دے دیا تھا کہ جس کسی کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملیں وہ ان کو قتل نہ کرے اس لئے کہ انہیں جبراً لایا گیا ہے یعنی ناگواری اور عدم رضا کے ساتھ آئے ہیں۔ چنانچہ بدر کے واقعہ سے پہلے وہ مسلمان تھے۔ سہمی کتاب الفضائل میں نقل کرتے ہیں کہ ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی خوشخبری سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت آزاد فرما دیا۔

(مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۸۴۶)

۲۔ طبقات ابن سعد

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب جس وقت مدینہ لائے گئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عباس اپنا، اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب، نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم برادر بنی الحارث بن فہر کا فدیہ دو کیونکہ تم مالدار ہو۔

انہون نے کہا، یارسول اللہ میں تو مسلمان تھا لیکن قوم نے مجھ پر جبر کیا فرمایا جو کچھ تم بیان کرتے ہو اگر حق ہے تو اللہ تمہارے اسلام کو زیادہ جانتا ہے تمہیں اس کا اجر دے گا۔ لیکن تمہارا ظاہر حال وہی ہے جو ہمارے سامنے تھا۔

اسحاق بن افضل نے اپنے اشیاخ سے روایت کی کہ عقیل ابن ابی طالب نے نبی علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے جن اشراف کو قبول کر لیا آیا ہم لوگ انہیں میں سے ہیں، پھر کہا کہ ابوجہل قتل کر دیا گیا۔ فرمایا کہ اب تو وادی مکہ مکرمہ بالکل تمہارے ہی لئے ہو گیا۔ عقیل نے عرض کی کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اسلام نہ لے آیا ہو۔ فرمایا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرے ساتھ ہو جائیں (اور میرے ہی ساتھ مدینے میں رہیں)

۳۔ تاریخ طبری (رافع کی روایت)

رسول اللہ ﷺ کے موالی رافع سے مروی ہے کہ میں عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا اور ہمارا پورا گھر اسلام لے آیا تھا ام الفضل مسلمان ہو گئی تھیں میں اسلام لے آیا تھا عباس چونکہ اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور اس کی مخالفت سے بچتے تھے اسی لئے وہ اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب عباس مدینہ پہنچ گئے رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا چونکہ تم دولت مند ہو تم اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب، نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن مجدم متعلقہ بنی الحارث بن فہر کا فدیہ ادا کرو۔ عباس نے کہا اے رسول اللہ میں مسلمان تھا مجھے تو میری قوم نے بہ جبراً اس مہم میں شریک کر لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے اسلام سے اللہ زیادہ واقف ہو گا اگر تمہارا بیان سچا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس اجزائے خیر دے گا۔ مگر بظاہر تو تم بھی آئے تھے لہٰذا اپنا فدیہ دے دو۔

۴۔ مواہب لدنیہ

مشرکین سے ستر آدمی قتل کئے گئے اور ستر قید کئے گئے اور ان قیدیوں میں افضل حضرت عباس ابن عبدالمطلب اور عقیل ابن ابی طالب اور نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب تھے یہ کل مسلمان ہو گئے اہل علم نے تاریخ میں کہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم مسلمان تھے اور اپنا اسلام چھپاتے تھے اور یوم بدر میں مشرکین کے ساتھ نکلے تھے نبی ﷺ نے اصحاب سے فرما دیا تھا کہ جو شخص حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے وہ ان کو قتل نہ کرے اس لئے کہ وہ کراہیت سے نکلے ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نفس کا فدیہ دیا۔

خلاصہ باب الایمان

۱۔ ایمان کے لئے معروف الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں جان لینا اور یقین کر لینا ہی کافی ہے

۲۔ بعض مصلحتوں کے تحت ایمان دل میں چھپانا پڑتا ہے۔

۳۔ اگر دل نے تصدیق نہ کی ہو تو زبان پر ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ جیسا کہ منافقین مدینہ منورہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کرتے تھے۔

۴۔ ایمان لانے کے لئے دو گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی جس طرح نکاح کے لئے ہوتی ہے۔

آٹھواں باب

سیرت ابن ہشام والی روایت کا تجزیہ (وقت نزع)

اس روایت کے راوی حضرات جن کے متعلق کوئی قابل یقین حوالہ نہیں مل رہا کہ لفظ بعض خاندان والوں' سے روایت کی گئی ہے۔ لفظ بعض' سے روایت کا وزن ختم ہو جاتا ہے مندرجہ ذیل باتیں زیر بحث ہوں گی۔

الف۔ آقا ﷺ کا کفار کے سرداران کو فرمانا کہ ایک کلمہ پڑھ لو۔ اس پر حضرت ابوطالب کا ردِ عمل۔

ب۔ وقت نزع کے وقت ہی آقا ﷺ کو حضرت ابوطالب کے متعلق امید کا پیدا ہونا کیا عجیب بات نہیں؟

ت۔ کیا وقت نزع سے پہلے کبھی ۴۲ سال آپ ﷺ نے حضرت ابوطالب کو کلمہ پیش نہ کیا ہو گا۔

ث۔ قوم کو وصیت کے نکات کیا ظاہر کرتے ہیں۔ کیا یہ ایمان کی منادی نہیں؟

ج۔ کیا وقت نزع مرنے والے کو کلمہ پڑھنے کا حکم دینا چاہیئے؟

ح۔ کیا صرف لا الہ الا اللہ ہی کہنا چاہیئے؟

خ۔ کیا "اللہ تعالیٰ کی قسم" کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت عباس نے کہا کہ (واللہ) اللہ تعالیٰ کی قسم بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ کہا جس کے کہنے کا آپ نے حکم دیا تھا۔

جوابات

حضرت ابوطالب نے فرمایا واللہ تم نے ان سے کوئی بعید (از عقل) بات کا سوال نہیں کیا۔

ان الفاظ سے حضرت ابوطالب کا دلی ایمان اور یقین اس بات کی تصدیق کر رہا تھا جو آپ ﷺ نے سردار ان کفار کو کہی۔ یعنی کلمہ طیبہ کا پڑھنا۔

اگر ایمان نہ ہوتا تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

کہ بھتیجے یہ بار بار کلمہ کی کیا رٹ لگا رکھی۔ (استغفر اللہ) میری ساری زندگی تمہاری اسی وجہ سے تکالیف و مصائب میں گزری ہے تم نے سب لوگوں کو اپنا اور میرا دشمن بنا لیا ہے۔ (معاذ اللہ)

راوی کہتا ہے۔ حضور ﷺ کو خود ان کے متعلق امید پیدا ہو گئی (قوم کو وصیت کرنے کے بعد)

حیرت ہے کہ ۴۲ سال کی رفاقت کے بعد سے پہلے کیا کبھی ایمان لانے کی بات نہ ہوئی ہو گی؟ کہ اب آپ ﷺ نے جب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قوم کو وقت نزع یہ وصیت کرتے سنا تب ہی ان کے متعلق امید پیدا ہو گئی۔ کیا آقا ﷺ نے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار جن میں آپ ﷺ کی نبوت و نعت پھر کفار مکہ مکرمہ کی شکایتوں کے جوابات یعنی آپ اپنا مشن جاری رکھیں جب تک قبر میں اتار نہ دیا جاؤں۔ وغیرہ وغیرہ سب بھلا دیئے تھے (استغفر اللہ)

نکتہ

ایسی بے تکی باتیں آقا ﷺ کے اوصاف حمیدہ یعنی علم مبارک اختیارات اور شان شفاعت میں تنقیص کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ایک سنگین گستاخی ہے اور ان سے ایمان برباد ہو جاتا ہے۔ لوگ عموماً بغیر تحقیق کئے ہوئے یہ باتیں کہہ دیتے ہیں کہ جی ان کو کلمہ پڑھنے کا کہا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا وغیرہ وغیرہ ایسی فضول غیر ذمہ دارانہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔

حضرت ابو طالب کی قوم کو وصیت کے نکات

(اقرار نبوت)

۱۔ محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی کرنا۔
۲۔ وہ امین اور صدیق ہیں۔
۳۔ تمام خصائل حمیدہ کے حامل ہیں۔
۴۔ میں دیکھ رہا ہوں دور دراز رہنے والوں نے ان کی دعوت قبول کر لی ہے۔ (دعوت کونسی ؟؟)
۵۔ ان کے دین کی تعظیم کی ہے۔
۶۔ دین کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں۔
۷۔ قریش کے سردار پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں (کفار مکہ کے)
۸۔ عرب کے سارے باشندے ان سے محبت کرنے لگے ہیں۔ اپنے دلوں کو اس کی محبت و عقیدت کے لئے انہوں نے مخصوص کر لیا ہے۔
۹۔ اپنی زمام قیادت محمد ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے۔
۱۰۔ اے گروہ قریش آپ (محمد ﷺ) کے مددگار اور دوست بن جاؤ (کیسے؟ دین قبول کر کے)
۱۱۔ جنگوں میں اس کے حامی و ناصر بن جاؤ (علم ابو طالب) نے دیکھا کہ مستقبل میں جنگوں کا سامنا ہو گا)
۱۲۔ جو دین ہدایت قبول کرے گا وہ نیک بخت اور بلند اقبال بن جائے گا۔
۱۳۔ اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی۔ تو
۱۴۔ میں ساری جنگوں میں اس کی کفایت کرتا اور تمام آلام و مصائب سے دفاع کرتا۔

سوالات

۱۔ کیا یہ آقا ﷺ کی نبوت پر ایمان نہیں؟

۲۔ کیا اقرار باللسان کے لئے گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ اگر ہے تو کس حوالہ سے؟

منکرین ایمان ابوطالب

ذرا دل گہرائیوں کی میں جھانک دیکھو' ذرا سوچو' وصیت کے ان الفاظ کو۔

وقت نزع کلمہ پڑھنے کے لئے حکم دینا
حدیث پاک کے خلاف ہے

ابن ہشام کی روایت جو کہ ویسے بھی ناقابل اعتبار ہے۔ بالفرض اسے مان لیا جائے تب بھی وہ ایک حدیث پاک سے ٹکراؤ کے باعث رد ہو جاتی ہے۔

روایت کے الفاظ

کفار مکہ کے چلے جانے کے بعد جب حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ سے کہا واللہ تم نے ان سے کوئی بعید از عقل سوال نہیں کیا۔ راوی نے کہا جب ابوطالب نے یہ بات کہی تو رسول اللہ ﷺ کو خود ان کے متعلق امید پیدا ہو گئی۔ راوی نے کہا آپ نے ان سے فرمایا

ای عم فانت فقلها استحل لک بها الشفاعه یوم القیامه

چچا جان! آپ وہی بات کہہ دیجئے تاکہ اس کے سبب سے قیامت کے روز میرے لئے آپ کی شفاعت جائز ہو جائے۔

نزع کے وقت حکم نہیں دیا جاتا
لا الہ الا اللہ کہنے کا

اس لئے جو موت کی تلخی کے لمحات سے گزر رہا ہے وہ انکار بھی کر سکتا ہے۔

حدیث نزع

حضرت ابو سعید و ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ (نہ کہ پڑھنے کا حکم دو) لقنو اموتا کم لا الہ الا اللہ (رواہ مسلم) مراۃ شرح مشکوۃ ج ۲ مرنے والوں کو تلقین کرو)

سکھانا کیسے؟

اس طرح کہ اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو۔ اس کا حکم نہ دو۔

کیا آقا ﷺ ایسا حکم دیں گے؟

نہیں آپ ﷺ تو معلم کائنات ہیں آپ ﷺ کا فرمان تو پوری امت کے لئے رحمت ہو گا اس لئے عقل نہیں مانتی کہ آپ ایسا حکم دیں جو آپ ﷺ ہی کی تعلیم کے خلاف ہو۔

ابن ہشام کی روایت رد

اس حدیث پاک کی بنا پر ہی یہ ناقابل یقین روایت (جس کے راوی مشکوک ہیں) رد ہو جاتی ہے۔ اس کی دوسری باتیں متضاد ہیں اور گھڑی ہوئی ہیں۔

طعنہ والی بات کا نفسیاتی تجزیہ

راوی نے کہا جب حضور ﷺ نے خواہش ظاہر کی آپ وہی بات کہہ دیجئے تاکہ اس کے سبب سے قیامت کے روز میری سفارش آپ کے لئے جائز ہو۔ اس پر حضرت ابوطالب نے کہا۔ اگر میرے بعد تم پر اور تمہارے بھائیوں پر طعنہ زنی اور قریش کی اس بدگمانی کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے یہ الفاظ موت کی سختی پر صبر نہ کر کے کہہ دیئے ہیں تو ضرور کہتا اور یہ الفاظ بھی تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سے تمہیں خوش کر دوں۔

نکات

دیگر روایات میں بھی تقریبا ایسے ہی الفاظ ہیں۔ ان سب کا مفہوم تقریبا ایک ہی ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل نکات نکلتے ہیں۔

الف۔ موت کے خوف سے پڑھنا

عربوں میں ایک چیز بہت عیاں تھی اور وہ یہ کہ وہ بہادر تھے اور موت سے ڈرنے کو عار سمجھتے تھے۔ نسل در نسل قبائل کی لڑائیاں جاری رہتی تھیں اور بوقت موت بھی ایسے الفاظ ادا نہ کرتے تھے جسے دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ موت کے ڈر کی وجہ سے کہہ رہا ہے۔ اس کو ان کی نسلی حمیت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ چیز ان میں بہت نمایاں تھی۔ اس لئے ادائے کلمہ وقت نزع پر نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ دل میں ایمان نہ تھا بلکہ اس وجہ سے کہ یہ ان کی نسلی حمیت کے خلاف تھا۔ جو کہ نفسیاتی بات ہے۔

ب۔ کفار کی بدگمانی

اس لفظ کا بھی تعلق اسی طعنہ سے ہے کہ کفار کو بدگمانی ہوتی کہ ابوطالب بہت بزدل نکلا اور موت کے خوف سے اس نے کلمہ پڑھا۔

نکتہ

اس بات کو کلمہ ادا نہ کرنے کی طرف لے جانا ایک نہایت ہی کم عقل اور پست ذہانت والی دلیل ہے۔

ت۔ آپ ﷺ کی خوشی

ہاں پھر تصدیق قلب نے وہ الفاظ ادا کروا دیئے کہ یہ الفاظ میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سے تمہیں خوش کر دوں۔ ظاہر ہوا کہ ۴۲ سال حضرت ابوطالب آپ ﷺ کی خوشی میں لگے رہے اور وقت نزع تک لگے رہے۔ آقا ﷺ کی خوشی سے ہی اللہ تعالیٰ خوش ہو گا۔

ضرور کہتا

ان سب الفاظ کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت ابوطالب کے لئے وہ الفاظ کہنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ وہ فرماتے ہیں میں ضرور کہتا لیکن پھر نسلی حمیت اور اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی خوشی کو مدنظر رکھا کہ لوگ آپ کو ان کے بعد طعنہ نہ دیں (آپ نے وہ الفاظ نہ کہے)

حاصل کلام

یہ الفاظ ان کے مومن ہونے میں مانع نہیں بلکہ اپنی نسلی حمیت اور آپ ﷺ کی خوشی کے لئے یعنی کہ قریش انہیں اور ان کے چچاؤں کو طعنے نہ دیں۔ کی وجہ سے نہ کہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ فرمانا "میں ضرور کہتا"

الہ ۔ کن کے؟

سوال :۔ کفار مکہ ابوجہل' عتبہ' شیبہ' ولید وغیرہم کے جو الہ (جھوٹے) تھے کیا یہ الہ حضرت ابوطالب کے نہ تھے۔ کیونکہ جب بھی یہ لوگ حضرت ابوطالب کے پاس آتے تو یہ بات کہتے کہ تمہارا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور پھر حضرت ابوطالب آپ ﷺ سے یہ فرماتے کہ یہ لوگ قبیلہ قریش کے سرداران ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ان کے خداؤں (جھوٹے) کو برا کہتے ہیں۔ (تفسیر در منثور)

جواب :۔ الھتنا اور النھم یہ دو الفاظ اد واقعہ میں آئے۔ یعنی ہمارے خدا (کفار مکہ نے کہے) اور ان کے خداؤں (حضرت ابوطالب نے کہے)

حاصل کلام

ان خداؤں (جھوٹے) سے حضرت ابوطالب کا کوئی تعلق نہ تھا اور وہ تو ان سے بیزار تھے۔ پھر آقا ﷺ کبھی بھی ان سے موالات نہ رکھتے اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ابوطالب کے گھر میں بھی بت ہیں جو ان کے الہ ہیں اور ان کی پرستش کی جاتی ہے۔

صاحب کلی علم غیب کو اگر ۸ سال کی طبعی عمر میں اللہ تعالیٰ کا پتہ ہے۔ جب کہ جبریل علیہ السلام ابھی ۳۲ سال بعد آتے ہیں تو پھر یقیناً یہ بھی پتہ ہو گا کہ ابوطالب کے گھر میں بت پرستی ہوتی تھی کہ نہیں --- اعلانیہ یا خفیہ؟؟

اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور خصوصا سید الانبیاء ہمارے پیارے آقا ﷺ کے علم مبارک میں سب کچھ تھا بلکہ تمام کائنات کو تو آپ ﷺ اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھتے تھے اور دیکھتے ہیں اس لئے اگر حضرت ابوطالب کے گھر بت ہوتا تو آپ ﷺ ضرور اس کے متعلق اپنے چچا سے بات کرتے۔

کفار قریش کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ نہیں؟

قریش نے کیوں نہ کہا کہ اے ابوطالب کیا یہ تمہارے معبود نہیں کیونکہ جب بھی ہم تمہارے پاس شکایت کرنے آتے ہیں تو تم محمد ﷺ کو ہر بار یہ بات کہتے ہو "تم ان کے خداؤں کو برا کہتے ہو۔" "یہ تیرے بھی معبود ہیں" "بلکہ ہم سب کے معبود ہیں"

جواب

دراصل کفار قریش کے سرداران حضرت ابوطالب کے رویے سے ان کے الفاظ سے ان کے اشعار سے اپنے تحت الشعور میں یہ بات جان چکے تھے کہ یہ شخص یعنی (ابوطالب) دل سے ایمان لا چکا ہے۔ اسی وجہ سے نہ تو وہ یہ کہتے کہ یہ ہمارے یعنی تمہارے بھی معبودوں کو برا کہتا ہے اور نہ ہی اسلام لانے کے متعلق پوچھتے تھے۔ بس وہ نسبی رشتے کے ناطے شکایت کرنے آجاتے تھے۔ یہ بات دوسری دلیل سے اور زیادہ عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ جو چچا ایمان نہیں لایا (یعنی ابولہب) وہ ان کے ساتھ ہے اور چونکہ ابوطالب ان کے خلاف ہے اس لئے ضرور ایمان لے آیا ہو گا

وقت نزع پہ لا الہ الا اللہ کہلوانا

سوالات

ا۔ کیا صرف یہ کہنا کہ لا الہ الا اللہ اللہ کہہ دو۔ سے ایمان کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ روایت میں محمد رسول اللہ مذکور نہیں۔

ت۔ وقت نزع پہ اقرار

قبول نہیں جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ تو پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کا عمل کریں گے؟ (استغفر اللہ)

ہونٹ کان کے ساتھ لگا کر سننے والی ہستی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ گو کہ آپ نے ابھی اسلام کا اظہار نہیں کیا لیکن اہل عرب میں یہ بات ضرور تھی کہ وہ اپنے آپ کو جھوٹا کہلوانا پسند نہ کرتے تھے (جیسا کہ ابوسفیان نے قبل از اسلام ہرقل کے دربار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سچ سچ بتایا۔ کہا کہ میں نے سچ اس لئے کہا ہے کہ اہل عرب مجھے جھوٹا' کے لقب سے یاد نہ کریں۔) کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر یقین نہ کیا جائے؟

اگر کلمہ پڑھنے کی ہی بات ہے
تو
کیا پورا کلمہ پڑھے بغیر مسلمان ہو جاتا ہے

یہ بھی پڑھیئے

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ جمیع علماء کا مذہب یہ ہے کہ صرف لا اله الا اللہ اللہ کہہ دینا اسلام کا حکم نہیں رکھتا۔ جب تک اس کے ساتھ ملا کر محمد رسول اللہ نہ کہا جائے۔ (اشعہ اللمعات شرح مشکواۃ ج ۳، ص ۲۴۰)

کیوں جناب

وقت نزع والی روائیت میں صرف لا اله الا اللہ کہنے کا ذکر ہے۔ مندرجہ بالا فتوی کی رو سے یہ روایت تو رد ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا مواد متنازعہ اور خلاف حدیث ہو جاتا ہے۔

وقت نزع۔ حاصل کلام

۱۔ جتنی بھی تفصیل پہلے بیان کی گئی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کو اول ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔

۲۔ کفار مکہ مکرمہ بھی جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب اندر سے (دل میں) ایمان لا چکے ہیں۔ جو کہ آپ کی باتوں اور رویوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔

دعا ہے

اے منکرین ایمان ابوطالب اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھنے کی توفیق بخشے

نواں باب

اشعار میں توحید و رسالت کی منادی

صدیوں پہلے انسان کی ہر بات دل کی تصدیق اور زبانی باتوں تک محدود تھی۔ پھر اس میں اور ترقی ہوئی تو انسان نے لکھنا پڑھنا شروع کر دیا اور تحریر کی صورت میں نظام حیات چلنے لگا۔

تحریروں کی اہمیت

زبانی باتوں سے زیادہ تحریروں نے اہمیت اختیار کر لی ہے۔ بلکہ دیکھا جائے تو لوح محفوظ پر تحریر ہے۔ جب عالم نورانیت میں اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا "**اکتب**" یعنی لکھ پھر قلم نے لکھا۔ دیگر معاملات جو معاشرے میں رائج ہیں حکم ہوا کہ "فاکتبوہ" لکھ لو۔ روز قیامت وہ اعمال نامے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے جو کہ کراما کاتبین نے لکھے۔ ان فرشتوں کو "کاتبین" کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ زبانی سے لکھا ہوا زیادہ معتبر ہے دنیا کے ہر ملک میں جہاں مختلف مذاہب ہیں لکھے ہوئے' کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ وہ اس لئے کہ یہ دیرپا ہے اس لئے کوئی زبانی بات کہے تو دوسرے کہتے ہیں کہ نہیں تم ہمیں یہ بات لکھ دو۔ چنانچہ لکھی ہوئی تحریر کی اہمیت زبانی باتوں سے زیادہ ہے۔

لکھنے والے کی ذہنی کیفیات

جب بھی انسان کوئی بات لکھتا ہے تو وہ بات لبوں پر آتی ہے اور زبان سے ادا ہو جاتی ہے۔ پھر بات موافق نہ ہو تو دل نہیں مانتا اور نہ ہی زبان اس لئے لکھنے میں تساہل سے کام لیتا ہے مگر جب موافق ہو تو تحریر ہو جاتی ہے یہ نفسیاتی کیفیت ہر شخص کے ساتھ ہوتی ہے۔

شعر دل کی آواز ہوتا ہے

شاعر جب شعر لکھتا ہے تو سب سے پہلے دل سے آواز نکلتی ہے اور پھر یہ الفاظ کاغذ کے اوپر ایک تحریر کی صورت میں آجاتے ہیں۔ لکھے ہوئے شاعر بار بار زبان سے بھی دہراتا ہے اور شعر کا قافیہ ردیف وغیرہ درست کرتے ہوئے یقیناً" منہ میں بڑبڑاتا بھی ہے۔ شاعر جو بات کہتا ہے وہ اسے شعر کی صورت میں اپنے متعلق ایک تاثر بناتا ہے۔ یہ اس کی شناخت ہوتی ہے۔

عام مشاہدے میں بھی یہی ہے کہ کسی شاعر کے اشعار سننے کے بعد لوگ اس کے متعلق رائے قائم کر لیتے ہیں کہ فلاں شاعر فلاں ذہنیت کا مالک ہے۔

اس زمانہ کا طریقہ کار

جب آج کی طرح کاغذ وغیرہ کی سہولتیں عام نہ تھیں اور کتابت کا مرحلہ کافی دشوار تھا۔ تو شاعر حضرات اپنے علاوہ کسی اور کو بھی کہتے ہوں گے کہ جو اشعار میں کہتا ہوں وہ لکھیں۔ یقیناً" کسی اور نے لکھے ہوں گے تب ہی تو آج چودہ سو سال بعد ہم تک پہنچ گئے ہیں۔ ویسے عربوں کا یہ سٹائل تھا کہ اپنے اشعار سامعین کو سنایا کرتے تھے اور داد حاصل کرتے تھے۔ نفسیاتی طور پر شاعر چاہتا ہے کہ کوئی اس کا کلام سنے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اشعار

حضرت ابوطالب کے اشعار ایک طرف تو آپ کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کفار مکہ مکرمہ میں ایک بات کی منادی بھی کرتے ہیں اور وہ بات ہے توحید و رسالت کا اقرار ۔۔۔ کفار مکہ مکرمہ بھی کچھ تو ذہن رکھتے تھے کہ وہ حضرت ابوطالب کی بات سمجھ سکیں۔ مندرجہ ذیل اشعار کے ایک ایک حصے پر غور فرمائیں۔

محمد کا دین :۔ اقرار صداقت دین

ولقد علمت بان دین محمد ﷺ

من خیر ادیان ابریته دینا

ترجمہ :۔ میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین تمام دنیا کے دینوں سے بہتر ہے۔

محمد اللہ کے نبی ہیں :۔ اقرار نبوت

انت النبی محمد ﷺ قوم اعر سود

لمسو دین اکارم طابوا و طالب المولد

ترجمہ :۔ آپ نبی محمد ﷺ ہیں آپ بزرگ اور روشن پیشانی والے سردار ہیں۔ آپؐ کے بزرگ بھی مکارم الاخلاق اور باعظمت تھے۔

کچھ سمجھ آیا

اقرار دین کی صداقت ہو رہی ہے۔ نبوت کا اقرار ہو رہا ہے۔ یہ اسلام نہیں تو پھر اسلام کیا ہے۔ چودہ صدیاں بعد بھی یہ اقرار سینکڑوں کتابوں میں مل رہا ہے۔ اے منکر ایمان ابوطالب تمہیں اور کتنے گواہوں کی ضرورت ہے؟

نبوت مصطفیٰ ﷺ کی تصدیق

شعر ملاحظہ ہو پھر تشریح ہو گی۔

ا لم تعلموا انا وجدنا محمدا

نبیا کموسی خط فی اول الکتب

ترجمہ :۔ (کیا تم نہیں جانتے بے شک ہم نے محمد ﷺ کو نبی پایا موسی کی طرح یہ بات پہلی کتابوں میں لکھ گئی ہے۔)

ا۔ الم تعلموا؟ (کیا تم نہیں جانتے)؟

یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب شاعر کے سامنے سامعین کا گروہ ہو۔ شاعر زیر زمین جا کر اکیلے یہ بات نہیں کہتا۔۔۔ اور یقیناً" حضرت ابوطالب نے جب یہ الفاظ کہے ہوں گے تو سامنے سننے والے بھی ہوں گے۔

۲۔ انا وجدنا (بے شک ہم نے پایا)

اب یہ انداز منادی کرنے کا ہے تاکہ سب لوگ سن لیں کہ کیا پایا۔ ہم سے مراد حضرت ابوطالب اکیلے نہیں بلکہ اور بھی ساتھی ہیں۔

۳۔ محمد نبیا (محمد ﷺ کو نبی)

یہ نبوت کے صاف الفاظ ہیں اور کہنے والا نبوت مان رہا ہے۔

۴۔ کموسی خط فی اول الکتب (موسی علیہ السلام کی طرح یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی گئی تھی)

اب حضرت ابوطالب نبوت مصطفیٰ ﷺ کی مزید تصدیق حضرت موسیٰ کی مثال دے کر اور پہلی کتابوں کا تذکرہ کر کے لوگوں کو مزید سمجھا رہے ہیں۔

ماحصل۔ ہے ناں اقرار نبوت

اس شعر میں حضرت ابوطالب نے تو تحریر دے دی ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت کے اعلان کی منادی کر رہے ہیں۔ تحریر زبانی کلام سے زیادہ معتبر اور دیرپا ہے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں

کہ جی یہ تو صرف شعرو شاعری تھی جو انہوں نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں کی تھی۔ اس کا ایمان سے کیا تعلق؟ واہ بھئی کیا دلیل ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے

کہ آخر حضرت ابوطالب کو بے معنی شعر و شاعری کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ بس اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے وہ تو سمجھ لیتے ہیں اور جن کے باطن میں بغض علی کرم اللہ وجہ الکریم کی خباثت بھری ہے ان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ ویسے وہ پیر بنتے ہیں۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار۔ شعر ملاحظہ ہو

فلسنا و رب البیت نسلم احمدا

بعزاء من عض الزمان ولا کرب

ترجمہ:۔ رب البیت کی قسم ہم وہ لوگ نہیں جو زمانے کی کسی صبر طلب تلخی یا تنگی کے سبب سے احمد ﷺ کی مدد سے دست کش ہو جائیں۔

۱۔ فلسنا (ہم نہیں ہیں)

۲۔ ورب البیت (رب البیت کی قسم)

حضرت ابوطالب نے اللہ تعالیٰ کی قسم بھر کر اپنے عقیدہ توحید پر مہر لگا دی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تو مومن ہی کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم جو بھرے اس پر اعتبار کر لینا چاہیے۔

۳۔ لانسلم احمدا (احمد ﷺ کی مدد کریں گے زمانے کی تلخی کی وجہ سے دستکش نہ ہوں گے)

آقا ﷺ کی مدد تو مومن ہی کرے گا نہ کہ کافر۔ (نعوذ باللہ) (حضرت ابوطالب) کافر ہوتے تو آقا ﷺ کی مدد کی بات نہ کرتے۔

نوٹ:۔ کفار نے آپ ﷺ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا نکال دینے کے منصوبے بنائے ہوئے تھے یہ تمام باتیں کفار کے مظالم کی صورت میں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔

ت۔ مدحت مصطفیٰ ﷺ اور وسیلہ مصطفیٰ ﷺ

مندرجہ ذیل شعر میں آپ ﷺ کے وسیلہ اور نعت کا ذکر ہے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامی و عصمه للارامل

ترجمہ :۔ وہ روشن چہرے والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی آبرو ہے۔

ا۔ روشن چہرے والا

حضرت ابوطالب نے آقا ﷺ کی نعت گوئی کی ہے اور آپ ﷺ کے جمال کی تعریف کی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا **والضحی** یعنی اس روشن چہرے کی قسم

۲۔ وسیلہ

بارش کے لئے آپ ﷺ کا وسیلہ مانگنا کہ یا اللہ تعالیٰ اس روشن چہرے والے کے طفیل بارش کر دے مکہ مکرمہ میں بہت گرمی تھی لوگ اپنے سردار حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور بارش کی دعا کے لئے عرض کی آپ نے حضور ﷺ (جو کہ ابھی طبعی طور پر ۱۰ سال کے تھے) کو کعبہ اللہ تعالیٰ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے یہ شعر پڑھا۔ بس پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا ﷺ کے وسیلے سے بارش کر دی۔

کیا حضور ﷺ کا وسیلہ کافر و مشرک مانگے گا؟

یہ تو صرف مومن ہی ہو گا جو حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔

کافر تو آپ ﷺ کا دشمن تھا۔ وہ تو صرف اپنے بتوں کو وسیلہ بناتے تھے۔ قرآن پڑھیں۔

ما نعبدھم الا لیقربو نا الی اللہ زلفا

ہم تو نہیں پوجتے ان (بتوں) کو مگر یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے قریب جکر دیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی روشنی میں حضرت ابوطالب کے اشعار

فرماتے ہیں غیر مسلم بے شک مسلمان ٹھریں گے اگرچہ کلمہ طیبہ کا ترجمہ نہ جانیں بلکہ اگرچہ کلمہ طیبہ نہ بھی پڑھا ہو کہ اتنا بھی کہنا کہ میں نے وہ دین چھوڑ کر دین محمدی قبول کیا۔ ان کے اسلام لانے کے لئے کافی ہے مجبط اور نفع الوسائل میں ہے۔ کافر جب اپنے دین کے خلاف اقرار کرے تو اسے اسلام کا حکم دیا جائے گا۔

(فتاویٰ فریقہ، ص ۱۴۹)

دسواں باب

تیرے جانے کے بعد تیری یاد آئی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کیسے کیا؟

جنگ بدر

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ شیبہ بن ربیعہ سے ہوا۔ زخمی ہو گئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے اس حالت میں حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میں شہادت سے محروم رہا۔ ارشاد فرمایا ہرگز نہیں۔ بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہی ہوں۔

ونسلمه حتى نصرج حوله

ونذهل عن ابنائنا والحلائل

(یعنی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب ہم ان کے ارد اگرد لڑتے خون میں لت پت ہو جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے)

اسی زخم میں آپ منزل صفراء میں پہنچ کر شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

(ابوداؤد ج ۲، ص ۲۶۱، زرقانی ج ۱، ص ۴۱۸)

نوٹ :۔ بندہ کئی بار میدان بدر گیا اور شہدائے بدر کی قبروں کی زیارت کی۔ وہاں تیرہ شہدا کی قبریں ایک طرف ہیں اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ان سے ذرا سے فاصلے پر ہے۔

سوال :۔ اگر حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن نہ ہوتے تو حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ایسا سوال رسول کریم سے کرتے؟ کیونکہ یہاں کفار سے ہی لڑائی ہے؟

جواب :۔ نہیں کیونکہ صحابہ کو بھی یقین تھا کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت آخر اور حضرت ابوطالب کا شعر

ا۔ ابن سعد وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بابا جان کو مرض میں زیادہ تکلیف ہوئی۔ تو میں نے کافی اشعار پڑھے جب میں نے یہ شعر پڑھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی عصمہ للارامل

ا۔ ایسے روشن چہرے والے کہ۔۔۔ ابر ان سے پانی حاصل کرتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے فریاد رس ہیں۔ (یہ حضرت ابوطالب کے اشعار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے)

۲۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
کہ یہ صفت تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

یاد ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر آج ابو طالب ہوتے؟

مدینہ طیبہ میں سخت گرمی کا موسم آگیا۔ بالاخر ایک بدو مسجد نبوی میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارش کے لئے عرض کی۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اور بارش ہونے لگی۔ پھر لوگ دوبارہ آئے کہ بارش بہت ہو چکی ہے اب بند ہو جائے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی۔ بارش مدینہ کے اوپر بند ہو گئی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شفیق چچا کو یاد فرمایا کہ اگر آج طالب ہوتے تو بہت خوش ہوتے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا ـــ ہاں۔

سوال :۔ کسی کافر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے یاد فرماتے؟

جواب :۔ کبھی نہیں

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد کفار کا رویہ

طبرانی، ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ لوگوں کے تیور یکلخت بدل گئے ہیں ان کے رویہ میں شائستگی اور احترام کے بجائے بے مروتی بلکہ سنگدلی کا مظاہرہ ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی حسرت سے فرمایا

یا عم ما اسرع ما وجدت فقدک

اے چچا کتنی جلدی تیرے کھو جانے کو محسوس کرنے لگا ہوں

(سبل الہدی صفحہ ۵۷۲، ج ۲ ضیاء النبی ج ۲، ص ۴۳۴ پیر کرم شاہ)

کیوں جناب

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے شفیق چچا کو یاد فرمانا اور کھو جانے کو محسوس کرنا۔ کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن تھے۔

۲۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) ایک کافر کے کھو جانے کو اس بری طرح محسوس کرتے؟

۳۔ منکرین ایمان حضرت ابوطالب تم کیوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کر کے ایذا پہنچا کر اپنے گلے میں لعنت کا طوق پہنتے ہو۔

نتیجہ :۔ کفار مکہ مکرمہ نے وفات حضرت ابوطالب کے بعد اپنے رویہ میں تبدیلی اسی وجہ سے لائی کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق چچا مومن تھے اور مومن کا ساتھ چھوٹنے کے ناطے رسول کریم کو ان کی کمی محسوس گی۔ واقعی وہی ہوا۔

گیارھواں باب

حکمت عملی

عذر و مجبوری تھی

وہ عذر جو ظاہر طور پر اعلان سے مانع رہے اس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اسے کسی ظالم کا خوف ہے کہ اگر اس نے اظہار اسلام کیا تو وہ ظالم اس کے محبوب ﷺ کو قتل کر دے گا یا شدید اذیت پہنچائے گا یا اس کی اولاد و اقارب میں سے کسی کو تکلیف پہنچائے گا تو ایسے شخص کے لئے اسلام کو اخفاء میں رکھنا جائز ہو گا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں آل فرعون کے ایک مرد مومن نے اخفاء میں رکھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایمان کو ظاہر کر دیا تو فرعون اسے قتل کروا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے دل کی کیفیت تصدیق والی تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کہ "ایک مرد مومن جس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا" والا بتایا پھر دوسری بات حدیث پاک میں ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا تین صدیقین ہیں ایک حبیب نجار دوسرا یہ شخص اور تیسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چنانچہ حضرت ابوطالب کا اقرار ظاہری سے رکنا اسی قبیل سے ہے کہ وہ اپنے بھائی کے بیٹے یعنی رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچنے کے خوف کی وجہ سے اظہار ایمان نہ کر سکتے تھے کیونکہ وہ حضور ﷺ کی حمایت و نصرت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ پر آنے والی تمام مصیبتوں کو دور کرتے تھے اور کفار قریش بھی حضرت ابوطالب کا لحاظ کرتے تھے اور ان کی وجہ سے حضور ﷺ کو ایذاء دینے سے باز رہتے تھے۔ چونکہ حضرت ابوطالب کو اپنے والد گرامی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد قریش کی سرداری مل چکی تھی اور ان لوگوں پر آپ کا حکم چلتا تھا اور انہیں حضرت ابوطالب کی یہ حمایت اس لئے بھی منظور تھی کہ وہ انہیں اپنے دین و ملت پر متصور کرتے تھے۔

اگر قریش کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت ابوطالب رسول کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہیں اور آپ نے اسلام اعلانیہ قبول کرلیا ہے تو وہ لوگ پھر اس حمایت و نصرت کو قبول نہ کرتے بلکہ یقینی امر تھا کہ وہ لوگ حضرت ابوطالب سے جنگ کرتے اور جناب رسول اللہ ﷺ کو تکلیفیں پہنچاتے بلکہ حضور ﷺ سے زیادہ حضرت ابوطالب کو بھی اذیتیں دیتے بلاشبہ یہ ایک مضبوط اور قوی عذر ہے جس کی وجہ سے حضرت ابوطالب اظہار اسلام سے رکے رہے۔ کفار بھی یہی خیال کرتے تھے کہ حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کی حمایت و نصرت ان کے تبع ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ اس کا باعث ان کی خاندانی حمیت ہے اور خاندانی حمیت سے ایک دوسرے کی پاسداری کرنا عربوں میں ایک مشہور بات ہے۔ اس طرز عمل کو معاشرے میں حکمت عملی کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جنگوں میں بھی حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے جسے عرف عام میں کہتے ہیں کہ جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ اسی طرح اگر آپ صلح حدیبیہ میں تحریر کئے جانے والے معاہدے پر نظر ڈالیں جسے مولائے کائنات مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرما رہے تھے کفار مکہ نے لفظ محمد رسول اللہ ﷺ پہ اعتراض کیا کہ اگر ہم رسول اللہ مانتے تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے؟ اور کفار نے محمد بن عبداللہ لکھوانے پر اصرار کیا تو آقا ﷺ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ لیکن مولائے کائنات عاشق رسول ﷺ نے یہ الفاظ مٹانے سے انکار کر دیا (یہ عشق کے رنگ ہیں) پھر بعد میں آقا ﷺ نے ایسا ہی خود کیا (اپنی "عظیم حکمت عملی" سے آنے والے وقتوں کی نزاکتوں کو سمجھ کر)

وقت کی ضرورتیں

یہ مثالیں جو اوپر دی گئی ہیں یہ وقت کی ضرورتیں کہلاتی ہیں جب کہ سامنے منزل تک پہنچا ہوتا ہے اور ایسی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں جو عرف عام میں حکمت عملی کہلاتی ہے۔ چنانچہ وقت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک آقا ﷺ کے گرد

دین اسلام کے ماننے والوں کا ایک کثیر گروہ (جو کفار کے ساتھ مقابلہ کر سکے) تیار نہ ہو اس وقت تک حضرت ابوطالب اپنی دلی تصدیق کو اعلانیہ ہونے سے اخفا رکھیں۔

وفات ابوطالب کے بعد دیکھیں

بعد کے حالات پر نظر ڈالیں۔ جب کفار مکہ مکرمہ نے دیکھا کہ اب حضور ﷺ کی نصرت و حمایت کرنے والے بزرگ اس صفحہ ہستی پہ موجود نہیں تو انہوں نے ایذا رسانی کی انتہا کی دی۔ یہاں تک کے مسلمانوں کو اس امن' والے شہر سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابوطالب کی حمایت و نصرت کرنے کے لئے ایمان کا اخفا ضروری تھا۔

بات اس سے بھی آگے ہے

یہ تو اتنی بڑی بات نہ تھی کہ حضرت ابوطالب نے اپنے دین و ایمان کو ایک حکمت عملی کے تحت ظاہر نہ ہونے دیا۔ بلکہ بات تو اس سے آگے بڑھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایمان ظاہر کرنے والے شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کر دیا جائے تو وہ کہہ دے تاکہ دشمن جان کی ہلاکت نہ کرے۔ لیکن شرط دل کی تصدیق کی ہے کہ ایمان دل میں قائم رہے اور ظاہر ہے جب دل ایمان پر قائم ہو گا تو پھر "کراہت" نہ ہو گی ان کلمات کو ادا کرتے ہوئے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایسا ہی تو واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار مکہ نے ان سے آقا ﷺ کی شان اقدس میں کلمات کفریہ کہلوائے۔ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا عمار بن یاسر دین سے پھر گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر کو بلوایا جو اس بات پر رو رہے تھے اور پوچھا کہ اس وقت ان کے دل کی کیا کیفیت تھی۔ جب حضرت عمار بن یاسر نے بتایا کہ ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا عمار اگر پھر وہ یہ الفاظ کہلوانے پر مجبور کریں تو ادا کر دو جاؤ۔

معاملہ صرف دل کا ہے

دل اعتقاد و ایمان کا منبع ہے۔ دل کی تصدیق ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ آخر میں جہنم سے وہ لوگ بھی نکال دیئے جائیں گے جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو گا۔ (آقا ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ جنھوں نے زبان سے اقرار ایمان کیا ہو گا) زبان سے اقرار والی بات۔ بس صرف باتیں ہی ہوتی ہیں۔ منافقین مدینہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اینڈ کمپنی نے بھی زبان سے اقرار کیا ہوا تھا۔ لیکن چونکہ دل سے تصدیق نہ کی تھی۔ اس لئے ان کی نمازیں' روزے' حج اور زکوۃ وغیرہ سب برباد ہو گئے۔

خلاصہ کلام

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کو چھپایا اس لئے کہ آقا ﷺ کے دین کی (جس کی حقانیت کا برملا اظہار اشعار کی صورت میں کرتے تھے جن کا تفصیلی ذکر اور تشریح کر دی گئی ہے) حمایت و نصرت کریں اور آپ ﷺ کو کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے بچائیں۔ یہ وقت کی ضرورت تھی حضرت ابوطالب جیسے دانشور سردار سے متوقع حکمت عملی کا حصہ تھی اور یہ تزکیہ کی حدود میں داخل ہونا ہے۔

ذہن کو تعصب سے پاک کریں

۱۔ شروع میں عرض کیا تھا کہ ایمان ابوطالب کے معاملے میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اپنے ذہن کو اس بنے بنائے خیال سے پاک کر کے کھلے ذہن کے ساتھ غور کریں تو پھر دل یقیناً" یہ کہے گا کہ حضرت ابوطالب مومن تھے۔

۲۔ اگر دل میں بغض علی کرم اللہ وجہ الکریم کی خباثت ہے تو پھر لاکھ دلیلیں دیں۔ تمہیں سمجھ نہیں آئے گا اور کفر کی رٹ لگا لگا کر رسول کریم ﷺ اور شہنشاہ ولایت کو ایذا پہنچا کر کیا ملے گا؟

بارھواں باب

احادیث مبارکہ متعلقہ عذاب

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عذاب کی روایات ، اور ان کی صحت (AUTHENTICITY)

مولانا احمد رضا صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (بخاری و مسلم کے متعلق) آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا۔ کیا جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام نے امت تک پہنچایا۔ اس سب کا علم بخاری و مسلم کو حاصل تھا۔ خود صحابہ کرام جو گاہ بہ گاہ سفر و حضر میں بارگاہ عرش جاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے۔ یہاں تک کہ خلفاء اربعہ دغیرھم دعوی نہ کر سکتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے۔ پھر بخاری و مسلم و غیرہما کیونکر علم کل کا دعوی کر سکتے تھے۔ (صفاء اللجین ص ۳۳) خود شیخین بخاری و مسلم وغیرہم سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے گا کہ افراد بخاری امام مسلم اور افراد مسلم امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائے تو یوں ہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں۔ آخر میں حضرت فرماتے ہیں کہ دونوں کتابوں میں آدھی تہائی باقی رہ جائیں گی۔

(الفضل الموہبی ص ۲۳' از اعلی حضرت)

احادیث پاک حضرت ابوطالب کے متعلق

الف۔ پہلی روایت

عبید اللہ بن عمر قواریری' محمد بن ابی بکر مقدمیؒ' محمد بن عبدالملک اموی' ابوعوانہ' عبدالملک ابن عمیر' عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں' کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا

ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی چیز نے نفع دیا ہے جو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا احاطہ کئے رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے غضبناک ہو جاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں وہ آگ میں مقام ضحضاح پر ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو وہ آگ کے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

قابل غور نکات

۱۔ پوچھنے والے حضرت عباس بن عبدالمطلب (جنہوں نے وقت نزع حضرت ابو طالب کی گواہی دی کہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانا اگر ہم نہ ہوتے تو وہ آگ کے نچلے طبقے میں ہوتے۔ آگ کا نچلا طبقہ تو منافقین کے لئے ہے نہ کہ کفار و مشرکین کے لئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہونے والی بات ہے۔ تو پھر جنت میں پہنچانا تو کوئی مشکل کام نہ تھا۔ (ایسی بات کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین ہے)

۳۔ یہ زمانہ حال کی بات ہے۔ حالانکہ عذاب جہنم مستقبل کی بات ہے۔

ب۔ دوسری روایت

قتیبہ بن سعید، لیث ابن الہاد، عبداللہ بن خباب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہماری شفاعت سے اسے نفع پہنچے گا۔ تو وہ مقام ضحضاح پر ہوں گے۔ آگ میں ان کے پاؤں ہوں گے جس سے ان کا دماغ کھولے گا۔

قابل غور نکات

۱۔ اب یہاں زمانہ مستقبل یعنی قیامت کے روز والی بات ہو رہی ہے۔

۲۔ شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صرف یہ ہو گی کہ وہ مقام ضحضاح پر ہوں گے اور آگ میں پاؤں ہوں گے جس سے ان کا دماغ کھولے گا۔

۳۔ ایسی شفاعت کے متعلق ذکر کر کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کی گئی ہے۔

۴۔ آگ میں پاؤں، دماغ کا کھولنا، تو پھر کیسا فائدہ؟

نتیجہ

مندرجہ بالا روایت میں کتنا تضاد ہے۔ کہیں زمانہ حال کی بات ہے اور کہیں زمانہ مستقبل کی بات پھر آقا ﷺ کی شان "شفاعت" کے متعلق اختیارات والی بات سے تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔ عقلی طور پر بھی قابل قبول نہیں۔ اس کے علاوہ ان احادیث کا قرآن کریم کی آیات سے ٹکراؤ ہے خصوصاً اس پہلو سے کہ کافر کے لئے عذاب میں تخفیف نہیں ہو گی۔

بنی امیہ کے عہد سلطنت

تاریخ بتاتی ہے کہ بنی امیہ کے عہد میں مولائے کائنات علیہ السلام کی شان میں سب و شتم ہونا ایک فیشن تھا اور اسی طرح آقا ﷺ کی شان مبارک کو گھٹا کر ظاہر کرنا۔ ممکن ہے یہ کارنامے اس عہد سلطنت میں ادا کئے گئے ہوں۔۔ (واللہ اعلم)

فرمان نبوی ﷺ

تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ داداؤں نے نہ سنی ہوں گی۔ ایسی صورت میں تم اسے قرآن پاک پہ پرکھنا

روایات میں تضاد

مسلم شریف اور بخاری شریف میں مختلف روایات مندرجہ ذیل الفاظ میں ہیں۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کے سوالات کے جواب میں فرمایا۔

۱۔ ہاں وہ آگ میں مقام ضحضاح پر ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو وہ آگ کے نچلے طبقہ میں ہوتے۔ (زمانہ حال ۔ Present)

۲۔ ہاں ہم نے اسے غمرات نار میں پایا پس ہم اسے کھینچ کر مقام ضحضاح پر لے آئے۔ (زمانہ حال ۔ Present)

۳۔ قیامت کے دن ہماری شفاعت سے اسے نفع پہنچے گا وہ مقام ضحضاح پر ہوں گے۔ آگ میں ان کے پاؤں ہوں گے جس سے ان کا دماغ کھولے گا۔ (زمانہ مستقبل ۔ Future)

۴۔ تمام اہل جہنم سے سب سے کم عذاب ہو گا۔ ان کی جوتیاں آگ کی ہوں گی۔ جن میں ان کا دماغ بھٹی کی طرح کھولے گا۔ (زمانہ مستقبل ۔ Future)

عقلی طور پر ناقابل قبول

مندرجہ بالا روایات میں خوب تضاد ہے۔ مثلاً اگر ہم نہ ہوتے تو وہ آگ کے نچلے طبقے میں ہوتے۔ (نچلا طبقہ تو منافقین کے لئے ہے) اگلی بات کہ ہم نے اسے غمرات نار میں پایا اور کھینچ کر مقام ضحضاح پر لے آئے۔ آگے کہ قیامت کے دن ہم شفاعت کریں گے اور وہ مقام ضحضاح پر ہوں گے اور کہیں یہ ہے کہ آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی اور دماغ کھولے گا۔

آقا ﷺ کی صفت شفاعت کی توہین

۱۔ آقا ﷺ جب شفاعت کریں گے تو پھر عذاب کی کمی سے بھی "دماغ کا کھولنا" اور "آگ کی جوتیاں" والی بات کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بلکہ یہ تو عذاب ہی عذاب ہے۔ پھر ایسی شفاعت کا کیا فائدہ؟ حالانکہ آپ ﷺ کی شفاعت تو بڑی بات ہے۔ ایک عام امتی شفاعت کروا کر جہنمی کو جہنم سے نکلوا لے گا۔ اس کی تفصیل باب شفاعت میں دی گئی ہے۔

یہ کیسا فائدے

روای کہتا ہے کہ آگ کی جوتیوں سے دماغ بھٹی کی طرح کھولتا ہو گا اور یہ فائدہ عجیب فائدہ ہے بلکہ یہ کیسا فائدہ ہے۔ خدارا کوئی عقل کی بات کرو۔ رسول کریمؐ کی شفاعت کی تنقیص کر کے اپنے اعمال برباد کروا لو گے۔

ب۔ کافر کے لئے عذاب والی آیات سے تصادم ہے

قرآن پاک میں کافی آیات ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ کفار و مشرکین کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو گا۔ ان کے لئے درد ناک عذاب ہے۔ نہ ہی تخفیف ہو گی ان کے عذاب میں وہ دوزخ کے پہریدار سے کہیں گے کہ کسی دن تو عذاب ہلکا کر دے۔ فرشتے کہیں گے دعا کرو اور کافروں کی دعا تو بے اثر ہی ہے۔

جہنم میں جسم کی حالت (شب معراج دیکھا)

یہ بات جان کر حیرت ہوتی ہے کہ ان روایات میں صرف پاؤں کے عذاب کی بات ہے یعنی باقی جسم ٹھیک ٹھاک ہے۔ لیکن شب معراج آقا ﷺ نے جہنم کو دیکھا لوگ آتشیں طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے تھے۔ آگ کے سانپ بچھوا نہیں ڈستے ہیں جس کے اثر سے وہ پگھل کر پانی ہو جاتے ہیں۔ ایک جانب کا جسم جلتا ہے تو دوسری جانب کا جسم صحیح سلامت ہو جاتا ہے۔ وہ چیخ و پکار کرتے ہیں۔ وہ پانی مانگتے ہیں تو جہنم کا کھولتا ہوا پانی ان کے منہ میں ڈالا جاتا ہے جس میں تمام انتڑیاں باہر نکل آتی ہیں ان کو کھانے کے لئے زقوم کا پھل دیا جاتا ہے۔ تو ایسی حالت جہنمی کے پورے جسم کی ہوتی ہے۔

معراج ہجرت سے پہلے اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ہوئی

۱۔ شب معراج رسول کریم ﷺ نے دوزخ میں ہر قسم کے لوگوں کو مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا دیکھا۔

۲۔ بعد ہجرت مدینہ منورہ رسول کریم ﷺ نے بارش کے موقع پر صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو ضرور خوش ہوتے اور صحابہ کو ان کا شعر سنانے کے لئے فرمایا۔

سوال یہ ہے کہ :۔ کیا آقا ﷺ ایک کافر جہنمی کو ایسے یاد کرتے۔ کیوں؟

کفار سے موالات اور (طبعی محبت)

قران حکیم

قرآن حکیم میں متعدد بار یہ اعلان ہوا کہ کفار و مشرکین سے ہر قسم کا ترک موالات اور انقطاع کلی کر لیا جائے۔ ان سے تمام قسم کے تعلقات سے بریت کا اظہار کر لیا جائے۔

لیکن یہ ساتھ (۴۲ سال)

طبعی محبت دونوں حضرات کو ایک دوسرے سے تھی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابوطالب ۴۲ سال اسی محبت میں گرفتار رہے اور آپ ﷺ تو حضرت ابوطالب کے وصال کے بعد آزردہ اور رنجیدہ ہوئے بلکہ اسے غم کا سال قرار دیا۔ ان غم کے لمحات کو سامنے رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھتے ہوئے کیا کوئی شک رہ جاتا ہے۔ کہ (استغفر اللہ) آقا ﷺ نے ایک کافر و مشرک سے محبت رکھی نہیں آپ ﷺ کے علم مبارک میں تھا کہ حضرت ابوطالب مومن ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تین فتوے

فتوی نمبر ۱:۔ بدمذہبوں کے ساتھ میل جول رکھنا۔ کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب:۔ کافر نجس ہیں ان سے میل جول اور کھانا وغیرہ سے احتراز رہے۔

فتوی نمبر ۲:۔ کافر کو راز دار بنانا مطلقاً" ممنوع ہے۔ (سورہ توبہ ۱۵ / ۹)

فتوی نمبر ۳:۔ موالات مطلقاً" جملہ کفار سے حرام ہیں۔

کافر کے دوست تو شیطان ہیں

والذین کفروا اولیئھم الطاغوت یخر جونھم من النور الی الظلمت اولئک اصحب النار (البقرۃ)

کافروں کے دوست شیطان ہیں جو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں وہی اہل نار ہیں۔

یایھا الذین امنو الاتتخذوا اباکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاؤلئک ھم الظلمون (توبہ)

اے مومنو اپنے رشتہ داروں (باپ، چچا، بھائی) سے موالات نہ کرو اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیں اور تم سے کوئی ایسا کرے تو وہی ظالم ہیں۔

حضرت ابوطالب کی موت کا غم

قرآن حکیم

ومن کفر فلایحزنک کفرہ (لقمان) کافر کے کفر کے لئے غم نہ کھا

حضرت ابوطالب کا وصال

جب حضرت ابوطالب کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اتنا کہ اس سال کو "عام الحزن" یعنی "غم کا سال" کا نام دیا گیا۔ اگر حضرت ابوطالب کافر ہوتے تو یقیناً" آقا ﷺ ان کی وفات کا غم نہ کرتے کیونکہ آپ ﷺ دوسرے کافروں کی موت کے وقت تو کبھی غمزدہ ہوئے تھے۔

غم محبوب کی جدائی کا ہوتا ہے نہ کہ دشمن کا

عام الحزن کے معنی

جس سال رسول کریم ﷺ کی رفیق حیات زوجہ محترمہ سید حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال اور شفیق چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ اس سال کو آپ ﷺ نے غم کا سال قرار دیا۔ دو محبوب اتنے مختصر عرصے میں جدا ہوئے کہ غموں نے آکر ڈیرہ لگا لیا۔

سوال :- کیا رسول کریم ﷺ نے ابولہب کی موت جو کہ عبرت ناک تھی اس کا غم کیا۔ کیونکہ منکرین ایمان حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے طبعی محبت کی دلیل دی ہے۔ یہاں طبعی محبت کدھر گئی؟

جواب :- دین میں طبعی محبت وغیرہ کوئی معنی نہیں رکھتی صرف اور صرف دینی محبت ہوتی ہے۔ جنگ بدر میں ذرا دیکھ کہ دین کی محبت تھی نہ کہ طبعی محبت
منکرین ایمان حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ تمہیں کیسے سمجھاؤں

تیرھواں باب

شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبولیت

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں شفاعت کروں گا تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر کہے گا ارضیت یا محمد؟ (یا محمد کیا آپ اب راضی ہو) تو میں عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میں راضی ہو گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت تو مکمل طور پر شفاعت ہے۔ اگر کسی نے یہ کہا کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے ابوطالب نچلے طبقے سے نکل کر مقام ضحضاح پر ہوں گے تو وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کا مذاق اڑا رہا ہے اور توہین کا مرتکب ہے۔ اس لئے ایسی تمام روایات جو حضرت ابوطالب کے متعلق (معاذ اللہ) عذاب کی تخفیف کے متعلق ہیں وہ سب کی سب مسترد کی جاتی ہیں۔

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام احمد، امام طبرانی اور علامہ بزار رحمھم اللہ تعالیٰ حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے اس امر میں اختیار عطا فرمایا اگر میں چاہوں تو اپنی نصف امت کو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل کر دوں اور اگر چاہوں تو تمام امت میں سے جس کی چاہوں شفاعت کروں۔ چنانچہ ان دونوں میں سے میں نے اپنی امت کے لئے شفاعت کو پسند کیا کیونکہ مجھے علم ہے کہ اس امر شفاعت میں میری امت کی بخشش کے لئے زیادہ وسعت ہے اور میری یہ شفاعت میرے ہر اس امتی کے لئے ہے جس نے شرک نہ کیا ہو۔ (چنانچہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے شفاعت صحیح نص سے ثابت ہے)

ایک امتی کی شفاعت

آپ ﷺ نے فرمایا میرے ایک امتی کی شفاعت سے قبیلہ بنی تمیم سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ فرمایا بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے بعض وہ جو ایک خاندان کی شفاعت کریں گے۔ فرمایا بعض وہ جو ایک کنبہ کی شفاعت کریں گے۔ بعض وہ جو صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتی کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(مشکوۃ ج ۷، ص ۴۶۵)

آقا ﷺ کے چار ارب نوے کروڑ (ستر ہزار ضرب ستر ہزار) امتی بغیر حساب جنت میں داخل کرائیں گے۔

حضرت انس سے روایت ہے فرمایا حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت میں سے چار لاکھ بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا۔ تو جناب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اور زیادہ دیجئے فرمایا اور اس طرح پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ ملائے ان کا لپ بھرا۔

ایک گھونٹ پانی کے بدلے جہنم سے رہائی دلانے والا جنتی امتی

(مشکوۃ ج ۸، ص ۳۶۶) قال قال رسول اللہ ﷺ یصف اھل النار فیمر الرجل من اھل الجنه فیقول الرجل منھم یا فلان اماتعرفنی انا الذی سقیتک شربه وقال بعضھم انا الذی وھبت لک ماء وضوء فیشفع له فیدخله الجنه رواه ابن ماجه

ترجمہ :۔ فرمایا یارسول اللہ ﷺ نے دوزخی لوگ صف بستہ ہوں گے تو جنتیوں میں سے ایک شخص ان پر گزرے گا تو ان میں سے ایک دوزخی کہے گا۔ اے فلاں! تو کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ میں وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور بعض دوزخی کہیں گے کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا۔ یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پھر اسے جنت میں داخل کرے گا۔

دل میں رائی کے دانہ سے کم تر ایمان والا

قیامت کے دن آقا ﷺ جب سجدہ سے سر مبارک اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

یامحمد ارفع راسک و قل تسمع و سل تعطہ و اشفع تشفع' فاقول یا رب! امتی امتی فیقال انطلق فاخرج من کان فی قلبہ ادنی ادنی مثقال حبہ خردلہ من ایمان فاخرجہ من النار فانطلق فافعل (مشکوۃ ج ۷' ص ۴۱۹)

ترجمہ :۔ یا محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ' کہو سنی جاوے گی' مانگو دیا جاوے گا' شفاعت کرو قبول کی جاوے گی' تو میں کہوں گا یا رب میری امت میری امت' فرمایا جاوئے گا' جاؤ اسے نکال لو' جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم تر ایمان ہو' چنانچہ میں جاؤں گا اسے آگ سے نکال لاؤں گا۔

نکات :۔ ا۔ رائی کا دانہ سے بھی کم تر ایمان والا کو آقا ﷺ خود دوزخ میں جا کر ایسے شخص کو نکال لائیں گے۔ کیونکہ دوزخ کی آڑ نور میں اثر نہیں کر سکتی۔ حضور ﷺ نور ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کے خاص خدام بھی شفاعت کرنے والے دوزخ سے نکالنے کے لئے دوزخ میں کود جائیں گے۔ انہیں بھی آگ نقصان نہ دے گی۔

شفاعت حضرت اویس قرنی

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کی دعا سے قبیلہ بنو ربیعہ اور بون مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے مساوی امتی اللہ تعالیٰ نے بخش دیئے ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن گئے اور حضرت اویس قرنی کو آقا ﷺ کی بتائی ہوئی نشانی سے پہچانا اور پھر دعا کے لئے کہا۔ (تذکرۃ الاولیا)

عشاق حضرات کے لئے مشورہ

وہ روایات جن سے آقا ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ گستاخان رسول ﷺ نے ایسی باتیں گھڑ کر کتابوں میں شامل کر دیں ان کا شروع سے ہی وطیرہ رہا ہے کہ پیارے اور سوہنے آقا حضرت محمد ﷺ نور مجسم رحمہ اللعالمین رؤف رحیم ﷺ کے اوصاف حمیدہ یعنی علم مبارک حاضر و ناظر ہونا' اختیارات' حاکمیت' کائنات اور ذات اقدس یعنی نورانیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا' تمسخر اڑانا ایک عام بات بنالی ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی ایسی روایت کتابوں میں ملے تو اسے اللہ تعالیٰ کے کلام پاک پہ پڑتال کرو اور اگر قرآن کے برعکس ہو تو اسے رد کر دو۔ یہی عشق رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (حدیث قدسی)

یقول اللہ یوم القیمہ اخر جوا من النار من ذکر نی یوما اوخا فنی فی مقام (ترمذی)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا جہنم سے نکالوں جس نے ایک دن بھی ذکر کیا اور مجھ سے ڈرا۔

(Allah ، Would Say on the Day of Judgement Bring out of the Fire any one who Remembered me on a Single Day a feared from me)

تشریح :۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش کے بہانے

ا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ اسے بخش دے گا۔

سوال :۔ کیا حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار اور خطبہ نکاح رسول کریم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں

جواب :۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے اور آپ نے بارہا ذکر کیا۔ اس بات میں تو کوئی شک نہیں۔

چودھواں باب

حضرت ابوطالب سے منسوب (بغیر سوچے سمجھے)

کی ہوئی قرآنی آیات کی تشریح اور تجزیہ

کوئی بھی آیت حضرت ابوطالب کے متعلق نہیں ہے

انک لاتھدی کا تجزیہ

لوگ عموما دو آیات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابوطالب کے متعلق ہیں۔ جب ان کی تہہ میں جائیں تو مفسرین و محققین کا اختلاف نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ا۔ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء و ھو اعلم بالمھتدین، وقالو ان نتبع الھدی معک نتخطف من ارضنا اولم نمکن لھم حرماء آمنا یجنی الیہ ثمرات کل شیئی رزقا من لدنا ولکن اکثر ھم لایعلمون (القصص)

ترجمہ :۔ بے شک (یا محبوب ﷺ) آپ جسے چاہیں (یا جس سے محبت کریں) اسے ہدایت نہیں دیتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو جانتا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اچک لے جائیں گے۔ کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہمارے پاس کی روزی لیکن ان سے اکثر کو علم نہیں۔

یہ بات تمام کفار کے لئے ہے

اصل بات کیا ہے

جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے خطاب اس ضمن میں فرمایا جب آپ ﷺ کفار کے اسلام نہ لانے کی وجہ سے غمگین ہو جایا کرتے تھے اور قرآن حکیم میں کسی اور جگہ یہ بھی فرما دیا کہ آپ ﷺ سے جہنمیوں کی بابت نہ پوچھا جائے گا کہ وہ کیوں جہنم میں گئے۔ آپ ﷺ کا کام تو ان لوگوں تک احکام ہدایت پہنچا دینا ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ فرمایا وانک لتہدی الی صراط مستقیم (اور بے شک ضرور آپ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں) چنانچہ بات یہ نہیں کہ آپ ﷺ ہدایت نہیں (نعوذ باللہ) دے سکتے۔

امتی ہادی ہیں

آپ ﷺ تو ہادی اعظم ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ کے امتی ہادی ہیں۔ قرآن پڑھا کرو سورہ رعد میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما انت منذر ولکل قوم ھاد (بے شک آپ ﷺ ڈر سنانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے) جس کے نزول پر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میں منذر ہوں اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔ (تفسیر کبیر) انت الھادی یا علی بک یھتدی المھتدون من بعدی) آقا ﷺ کے تو امتی ہادی ہیں۔

بات ہے اللہ تعالیٰ کے انداز تکلم کی

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ جس انداز سے گفتگو کرتا ہے۔ اس انداز سے اپنے حبیب ﷺ کی شان کو مزید اجاگر کر کے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ کی تشریح کرنے سے پہلے ایک اور جگہ ایسا ہی انداز تکلم دیکھیے۔

ا۔ فرماتا ہے۔ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (انفال)

ترجمہ :۔ پس آپ نے قتل نہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے قتل کیا انہیں۔

تشریح

اب دیکھیں بدر میں، لڑائی تو کفار اور مسلمانوں میں ہو رہی تھی، قتال مسلمان کر رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا۔ قرآن حکیم کی تشریح میں انسان کی بنی ہوئی لغت زیادہ کام نہیں آتی یہ کلام الٰہی ہے اور اس کا اپنا انداز تکلم ہے مطلب یہ نکلتا ہے کہ تمہارا قتل کرنا (کفار مکہ کو) اللہ تعالیٰ کا ہی (کفار مکہ کو) قتل کرنا ہے۔

بالکل اسی انداز میں ہدایت والی بات کہی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا ہی ہدایت دینا ہے۔

دیگر مفسرین کی رائے

قرآن کی آیت "انک لا تھدی" حضرت ابوطالب کے متعلق نہیں

تفسیر کبیر

ھذہ الایہ لا دلالہ فی ظاھر ھا علی کفر ابی طالب

نہیں دلالت کرتی یہ آیہ اپنے ظاہر میں کفر ابوطالب پر۔

(مراح لبید ج ۲، ص ۱۴۶، مطبوعہ مصر)

یہ آیہ ظاہری طور پر ابی طالب کے کفر پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کو ہدایت دے دی تھی۔ آپ نے اپنی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وصیت قوم سے کی تھی جو کہ اہم ترین دلیل ہے حضرت ابوطالب کے ایمان کی۔

وفات ابوطالب اور راوی (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر ۷ھ میں اسلام لائے گویا کہ ۱۰ سال کا لمبا وقفہ ہے۔ ذرائع ابلاغ اور تحریری ریکارڈ کی جو اس وقت مشکلات تھیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے واقعاتی دلائل اس بات کے خلاف جاتے ہیں کہ اس آیہ کا تعلق حضرت ابوطالب سے ہو۔

حیران کن بات

یہ آیات تمام مشرکین مکہ کے حق میں ہیں۔ جب ہم اگلی آیت پڑھیں تو وہ لفظ "قالوا" سے شروع ہوتی ہے یعنی کفار بولے "اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اچک لے جائیں گے۔" عقل نہیں مانتی۔ بلکہ وقت نزع پہ بات کرنے والا ایسی تو کوئی بات کرے گا ہی نہیں۔ جہاں تک حضرت ابوطالب کا تعلق ہے۔ تو آپ کا فرمان "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانیہ طور پر تبلیغ کا فریضہ انجام دیں۔ جب تک میں مٹی میں دفن نہ کر دیا جاؤں۔ آپ تک کسی ظالم کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔"

لفظ 'قالو' تو دو عدد سے زیادہ لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے اور اگر حضرت ابوطالب کے لئے ہوتا تو پھر 'قال' ہوتا۔ خدارا عربی گریمر بھی پڑھ لیا کریں۔

اس صورت میں عقل کیسے مانے کہ حضرت ابوطالب فرمائیں "میں اسلام قبول نہیں کر سکتا کہ لوگ مجھے عرب سے یا مکہ سے اٹھا کر لے جائیں گے۔" حالانکہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ہم نے ان کے رہنے کے لئے امن کی جگہ دی ہے۔

کوئی متعلقہ حدیث بھی نہیں

پورے ذخیرہ احادیث میں کوئی ایک بھی حدیث پاک ایسی نہیں جو یہ بتائے کہ انک لاتھدی والی آیت حضرت ابوطالب کے متعلق ہے اور نہ کسی اور موقع پر کوئی ایسا فرمان نبوی ﷺ ملتا ہے۔ جو اس بات کی نشان دہی کرے۔

تفسیر نعیمی

مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب فرماتے ہیں۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

آخری بات۔ "یقین" نہیں ہے

فتویٰ کفر کے لئے یقین چاہئے

حضرت ابوطالب کے ایمان کے متعلق بڑے بڑے علماء کرام کا اختلاف ہے۔ فتویٰ کفر کے لئے یقین چاہئے اور جہاں "حق" میں اور "خلاف" روایات موجود ہوں تو پھر وہاں "فتویٰ دینا" نہایت ہی حماقت ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں اثبات میں اور نفی میں دلائل ہوں تو' اثبات' والی بات کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ شک کا فائدہ و بہرحال اسی کو جاتا ہے جس کے متعلق بات ہو رہی ہو۔

ماکان للنبی والی آیت عام کے لئے ہے نہ کہ کسی کے لئے خاص حکم

ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفر و اللمشرکین' ولو کانوا اولی القربی من بعد ما تبین لھم و انھم اصحب الجحیم (توبہ)

ترجمہ :۔ نبی اور ایمانداروں کے شایان شان نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں اگرچہ وہ ان کے کتنے ہی قریبی ہوں۔ جبکہ انہیں معلوم ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

وقت نزول سورۃ توبہ

سورۃ توبہ کی یہ آیت اس زمانے سے متعلق ہے جب غزوہ تبوک ہوا تھا اور یقیناً حضرت ابوطالب کی وفات کے دس گیارہ سال بعد یہ سورۃ نازل ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں مشرکین کے استغفار کے لئے روکنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے۔ عالم جلیل مفتی حرمین سید احمد بن زینی دحلان مکی ۱۳۳۹ھ اپنی کتاب اسنی فی نجاۃ ابی طالب میں علامہ نبیل و شہیر سید محمد بن رسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جلیل القدر تالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس آیہ کے نزول کے سبب میں ان روایات کو بھی دیکھا جو صحیح طریق سے روایت کی گئی ہیں اور انہیں امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، ابوداؤد طیالسی، امام ابن ابی شیبہ، امان نسائی، حافظ ابو یعلی، امام ابن جریر، امام ابن المنذر، امام ابن ابی حاتم، امام ابوالشیخ، امام ابوعبد اللہ حاکم رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آیہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے مشرک فوت ہونے والے والدین کے لئے استغفار کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے ہوئے سنا تو اسے کہا کہ کیا تو اپنے مشرک والدین کی مغفرت طلب کرتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کے لئے استغفار نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یہ ماجرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

یہ حکم عام لوگوں کے لئے ہے

علامہ برزنجی فرماتے ہیں کہ پس یہی روایت صحیح ہے۔ دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جسے امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مسلمان اپنے فوت شدہ مشرک والدین کے لئے استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو وہ لوگ رک گئے۔ یہ روایت بھی صحیح ہے اور اس آیہ کا تعلق خصوصی طور پر (جیسے لوگ کہتے ہیں) حضرت ابوطالب سے نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے چچا آزر کے لئے دعائے مغفرت یہ مختلف بات ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر تو بتوں کو الہ مانتا تھا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کرتا تھا اے ابراہیم تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو۔ مگر حضرت ابوطالب کے متعلق کوئی بھی ایسا قول منقول نہیں کہ انہوں نے کسی بت کو الہ بنایا ہو یا کسی پتھر کی پوجا کی ہو۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکا ہو۔ یا پھر اپنے الہ (جھوٹے) کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود عبادت کرنے کے لئے کہا ہو؟

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں نہ بت تھے اور نہ بت پرستی ہوتی تھی

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچپن اور جوانی حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں گزاری۔ یقیناً اس گھر میں نہ تو بت ہو گا اور نہ کوئی بت پرستی میں مبتلا ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ضرور وہاں رہنے سے تامل فرماتے بلکہ وہاں تو اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوتی تھیں۔ حضرت ابوطالب نے اپنے بھائی حضرت عباس کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الاحد اور کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ کہتے ہیں (ابھی تو جبریل علیہ السلام نے ۳۲ سال بعد پہلی حاضری کے لئے غار حرا میں آنا ہے)

کفار و مشرکین کے لئے استغفار
تجزیہ قرآن پاک کی روشنی میں

حکم الٰہی

قرآن حکیم میں متعدد احکامات "مالکان والی آیہ" (توبہ) سے پہلے بھی نازل ہو چکے ہیں جن میں کفار و مشرکین اور منافقین (جنہوں نے اقرار باللسان بھی کیا) کے قطعی جہنمی ہونے۔ ان کے لئے استغفار نہ کرنے۔ ان سے انقطاع کلی اور ترک موالات کر لینے کا احکام خداوندی موجود ہیں۔ ذرا غور کریں۔

اللہ تعالیٰ کفار سے قطع تعلق کا حکم دے
اور
ان سے منہ پھیرنے کو کہے

قرآن حکیم بھی پڑھا کرو

الف۔ کفار و مشرکین پر جنت حرام ہے۔ جنت کا پانی اور رزق حرام ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کی بخشش نہیں فرمائیں گے۔

ت۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشیں گے۔

ث۔ مشرکین سے منہ پھیر لو۔

ج۔ ایمان والو اللہ کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

ح۔ جو کافر مر گئے ان کی بخشش نہ ہو گی۔

خ۔ مسلمان۔ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے ہرگز دوستی نہ کریں خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا دیگر رشتہ دار

د۔ کافروں کو مایوس کر دیا گیا ہے ان سے دوستی نہ کرو۔

سوال :۔ کیا صاحب قرآن ﷺ کافر و مشرک کے لئے اپنی طبعی محبت کی وجہ سے استغفار کرتے رہے ہیں۔

جواب :۔ ایسا سوچنا' ایسا عقیدہ رکھنا اور ایسی تحریر لکھنا آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی ہے اور شان رسالت میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔

کیا رسول کریم ﷺ احکام الٰہی کو نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ خود ان کی خلاف ورزی کریں گے (استغفر اللہ)

خبردار ۔ ایسا کبھی گمان بھی نہ کرنا

یہ کس طرح ممکن ہے کہ

الف۔ احکامات الٰہی کو نافذ فرمانے والا رسول ﷺ خود ہی ان احکام کی خلاف ورزی کرے (استغفر اللہ)

ب۔ اللہ تعالیٰ تو کافروں کو دشمن کہے اور رسول ﷺ ان سے محبت کریں اور ان کے وصال کے بعد بڑی خوشی سے ان کا ذکر کریں کہ اگر آج ابوطالب ہوتے تو بہت خوش ہوتے (جب مدینہ منورہ میں بارش ہوئی تھی) پھر جب صحابہ کرام کہیں کہ آپ ﷺ کا اشارہ اس شعر کی طرف ہے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہ

تو آپ ﷺ خوش ہو کر فرمائیں۔ ہاں

ت۔ اللہ تعالیٰ تو مشرکین سے منہ پھیر لینے کا حکم فرمائیں اور رسول خدا ﷺ ایک کافر و مشرک کے ساتھ ۴۲ سال کا ساتھ رکھیں اور (باوجود استغفار کے حکم امتناعی) کے مسلسل فرماتے رہیں۔ (استغفر اللہ)

رسول کریم ﷺ تو صاحب قرآن ہیں پوری انسانیت کے لئے رسول ہیں کفر کی جہالت کے اندھیروں کو مٹا کر نور برسانے کے لئے آئے۔

نہیں ایسا گمان کرنا ایمان سے محرم کردے گا

کیونکہ آپ ﷺ

الف۔ تمام انسانیت کے رسول ﷺ ہیں جن کے طفیل یہ کائنات بنی۔

ب۔ جو اپنی مرضی سے تو بولتے نہیں (وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی) آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ آپ ﷺ تو مظہر ربوبیت ہیں۔

ت۔ جن کا ہر کام منشا خداوندی کے مطابق ہے۔

ث۔ جو صاحب کلی علم غیب ہیں۔ تمام کائنات کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو جن کے پاس جنتی اور دوزخی لوگوں کی کتابیں (لسٹیں) ہیں۔

ج۔ جن کی امت کے اولیائے کرام بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں جو ایک نظر میں تقدیریں بدل دیتے ہیں۔

ح۔ جو اپنے آقا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے مختار المنتخب ہیں۔ اصل الموجودات ہیں۔

د۔ جن سے اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ یا حبیب ﷺ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں آپ کی رضا چاہتا ہوں۔

اب تک حاصل کلام

۱۔ صاحب کلی علم غیب ﷺ جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن ہیں کہ اس لئے ۴۲ سوالات قائم رکھے۔

۲۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ نہ تو یہ مسئلہ اعتقادیات کا ہے اور نہ ہی یہ فقہ کا مسئلہ ہے اس لئے کہیں کوئی بحث کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یہ مسئلہ تو دل کا ہے اگر دل نہیں مانتا تو بہتر ہے کہ خاموش رہو۔

۴۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کفر کفر کی رٹ لگا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچا کر اور شہنشاہ ولایت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو ایذا پہنچا کر اپنے آپ کو لعنتی نہ بناؤ۔

تمہارا کیا خیال ہے کہ ولایت مل جائے گی

میرے خیال میں تو کبھی بھی نہیں ملے گی

چاہے جتنے لباس خضر پہن کر پیر بنے پھرو

ہمدردانہ مشورہ

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات جن کا شان نزول کچھ اور ہو لیکن لوگ اس کے برعکس اپنی رائے سے کسی ہستی پر تھوپ دیتے ہیں۔ ایسی حرکت سے اللہ تعالیٰ کی شان قدرت میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔

۲۔ قرآن حکیم میں اپنی رائے دینے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ حدیث پاک تو یقیناً آپ کو معلوم ہو گی۔

۳۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی ہدایت دینا ہے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی (علی کرم اللہ وجہ الکریم) ھادی ہیں

پندرھواں باب

ملت ابراہیمی کیا ہے؟

قرآن کریم کہتا ہے۔

قل بل ملة ابراهيم حنيفاه ۲۳ ـ ۲

آپ کہہ دیں بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ جو ہر باطل سے جدا ہے۔

تشریح

اسلام اور ملت ابراہیمی سارے عقائد اور اعمال کے اصول سے متفق ہیں اسی لئے اسلام ملت ابراہیمی کے موافق ہے' نہ کہ شریعت ابراہیمی کے۔ کیونکہ ملت میں صرف اصول کا لحاظ ہوتا ہے اور شریعت میں جزئیات کا بھی لہٰذا اسلام ملت ابراہیمی اور شریعت محمدی ہے۔ لہٰذا ملت ابراہیمی گویا متن ہے اور شریعت مصطفوی اس کی شرح ہے' کفار سے جہاد' بتوں کو توڑنا' کاہنوں سے دور بھاگنا' مصیبت میں صبر کرنا' روزی کمانا وغیرہ سب ملت ابراہیمی کے مسائل ہیں جو ہمارے ہاں ویسے ہی محفوظ ہیں ملت ابراہیمی تخم ہے اور دین محمدی سایہ دار پھل والا درخت ہے۔

حضرت ابراہیم کی اولاد میں بت پرستی نہ تھی

قرآن واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد امنا و اجنبنى و بنى ان نعبد الاصنام (ابراہیم) یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا رب اس شہر کو امان والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اولاد کا معنی

یہ بہت وسیع ہے یعنی کہ آپ کی جتنی نسلیں گزریں وہ سب کے سب بت پرستی سے پاک تھے۔

بلکہ دوسری دعا

ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک اور ہماری اولاد میں ایک امت تیری فرمانبردار ہو۔

تیسری دعا

ربنا و ابعث فیہم رسولا منہم اے ہمارے پروردگار ان میں انہی سے ایک عظیم الشان رسول بھیج اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث فرمایا۔

کیا حضرت عبد المطلب۔ ملت ابراہیمی پر تھے؟
یقیناً مومن تھے

حدیث پاک

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بنی آدم کے بہترین لوگوں میں سے ہوتا ہوا آیا ہوں۔ یہاں تو یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہی نہیں بلکہ آدم علیہ السلام تک صاحبان ایمان و توحید ہوئے۔

جنگ حنین

⟵ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم انا ابن عبدالمطلب (مشکوۃ ج ۸، ص ۱۹۱)

ترجمہ :- میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

جنگ خیبر

⟵ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا انا علی و ابن عبدالمطلب (میں علی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

غار حرا --- پہلا عابد کون

(روح البیان پ ۳۰، سورۃ علق تشریح) قریش میں سے غار حرا میں سب سے پہلے عبادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔

خیال رہے

جب حضرت ابو طالب نے یہ فرمایا کہ میں ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہوں تو ظاہر ہے یہ ایمان کی علامت ہے۔ کیونکہ آقا ﷺ کا فرمان ان ابن عبدالمطلب سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن تھے۔

نتیجہ

آپ ﷺ کے تمام آباؤ اجداد صاحبان ایمان و توحید تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً مومن تھے

۱۔ نسلاً بھی اور آپ ﷺ نے انہیں زندہ فرمایا اور ایمان سے سرفراز کیا۔

۲۔ صلح حدیبیہ لکھا جا رہا ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا من محمد رسول اللہ ﷺ کفار نے اعتراض کیا کہ محمد بن عبداللہ لکھیں۔ آقا ﷺ نے لفظ رسول اللہ ﷺ کے بجائے محمد بن عبداللہ کر دیا۔

حضرت ابو طالب بھی ملت ابراہیمی پر تھے

خطبہ نکاح رسول اللہ

نکاح خواں رسول ﷺ نے آقا ﷺ کے خطبہ نکاح میں یہ اقرار اور اعلان کیا۔ "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کی کھیتی سے پیدا فرمایا۔ نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر فرمایا۔"

عقلی دلیل

آقا ﷺ کا نور مبارک طاہر سے طاہر اور طیب سے طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ عقل تو یہ تسلیم ہی نہیں کرتی کہ اس میں کوئی ایک بھی ایسا ہو جس کے ایمان پر شبہ کیا جا سکے۔ (کیونکہ یہ فطرت کے قانون کے خلاف ہو گا)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد سب جنتی

اسی طرح دنیا میں بھی اس نور کی قدر و منزلت پوری احتیاط سے کی، یعنی ہمیشہ نور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا اور اگرچہ زمانہ کو کفر و شرک کی تاریکیوں نے بارہا مکدر کیا' لیکن حضور کے آباؤ کرام و امہات عظام حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک' اور حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک' متواتر موحد' مسلم' مومن' صالح ہوتے چلے آئے' اور ان سے کوئی بھی کفر و شرک کی رجس میں ملوث نہ ہوا' اور شان ختم نبوت کا تقاضا بھی یہی تھا۔

اسلام آبائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں تفاسیر و احادیث میں دلائل کافی ہیں' چند ایک تحریر کئے جاتے ہیں۔

ا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی السجدین اور آپ توکل کریں اوپر غالب مہربان کے' جو دیکھتا ہے تجھ کو جس وقت تو اٹھتا ہے' اور پھرنا تیرا بیچ سجدہ کرنے والوں کے۔

اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی تفسیر میں جوام التفاسیر ہے لکھتے ہیں۔

"ویقال فی اصلاب ابائک الاولین" یعنی آپ کا نور اپنے آباؤ کرام کے اصلاب میں ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا' مطلب یہ کہ آپ کے آبائے کرام و امہات محترمات ساجدین یعنی مسلمین تھے۔

اور حضرت امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی تفسیر در منثور میں اس آیت کے تحت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

"مازال النبی ﷺ یتقلب فی اصلاب الا نبیاء حتی ولدت امه"
یعنی حضور علیہ السلام اصلاب انبیاء میں پھرتے چلے آئے حتی کہ آپ کو آپ کی والدہ نے جنا۔

حضرت امام شہاب الدین احمد الحجر المکی الیتمی افضل القری لقراء ام القری میں لکھتے ہیں۔

و ایضا قال اللہ تعالی و تقلبک فی الساجدین علی احد التفاسیر فیه ان المراد تنقل نوره من ساجد الی ساجد و حینئذ فهذ اصریح فی ان ابوی النبی ﷺ آمنه و عبداللہ من اهل الجنه لا نهما اقرب المختارین له ﷺ وهذا هوالحق" یعنی آیہ کریمہ وتقلبک فی الساجدین کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا' تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل جنت سے ہیں کہ وہ تو ان سب بندوں میں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے لئے چنا تھا قریب تر ہیں اور یہی قول حق ہے۔

اور نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے من نبی الی نبی حتی اخر جتک نبیا یعنی میں تم کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل کرتا رہا حتی کہ تم کو نبی پیدا کیا۔

۲۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم آیا پاس تمہارے پیغمبر تمہاری جانوں میں سے۔

بعض قراء نے انفسکم فاء کی فتح کے ساتھ پڑھا ہے' یعنی آیا پاس تمہارے رسول نفیس تر تمہارے سے' چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے وقرئی من انفسکم ای اشرفکم اور ایسا ہی تفسیر کبیر میں ہے۔

امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ فصل اول میں لکھتے ہیں۔

"بقولہ تعالی لقد جائکم رسول من انفسکم الایہ قال السمر قندی وقرء یعضہم من انفسکم بفتح الفاء و کونہ من اشرفھم و ارفعھم و افضلھم علی قراۃ الفتح" یعنی امام ابواللیث نصر سمرقندی نے فرمایا کہ بعض قراء نے فتح فاء سے پڑھا ہے' اس کا یہ مطلب ہوا کہ آیا پاس تمہارے رسول اشرف اور ارفع اور افضل تمہارے سے۔

اور شفاء قاضی عیاض میں ہے۔

"و روی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال علیہ السلام فی قولہ تعالی من انفسکم قال نسبا و صھرا و حسبا قال لیس فی ابائی من لدن ادم سفاح کلھا نکاح قال ابن الکلبی کتبت للنبی اللہ علیہ وسلم خمس مائہ ام فما وجدت فیھن سفاحا ولا شیا مما کان علیہ الجاھلیہ"

یعنی مروی ہے حضرت علی بن ابی طالب سے کہ پڑھا آنحضرت ﷺ نے انفسکم کہ میں نسبؔ اور صہر و حسب میں تم سب سے عمدہ تر ہوں' اور میرے آبائے کرام میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک سفاح (زنا) نہ تھا بلکہ نکاح تھا' امام ابن اکلبی نے' فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کی پانسو امہات کرام کا سلسلہ لکھا' پس نہ پایا میں نے ان میں سفاح کو' اور نہ ایام جاہلیت کی کسی چیز کو مطلب یہ کہ آنحضرت ﷺ کی تمام امہارت مومنہ متقیہ تھیں۔

ف۔ پانسو امہات سے مراد آنحضرت ﷺ کی نانیاں پڑنانیاں ہیں۔

۳۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یاایھا الذین امنوا انما المشر کون نجس اے ایمان والو مشرک ناپاک ہیں۔

اس آیت میں بھی اسلام آبائے کرام نبوی پر استدلال کیا جاتا ہے' کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا' تو ضرور ہے کہ آپ کے تمام آباؤ کرام طاہرین اور امہات طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں کہ نص قرآن مجید میں کسی کافرہ کے لئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں۔

امام ابن حجر الہیتمی افضل القری میں لکھتے ہیں۔

ان اباء النبی ﷺ غیر الانبیاء و امہاتہ الی آدم و حوا لیس فیہم کافر لان الکافر لایقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاہر بل نجس قدصرحت الا حادیث بانہم مختار ون و ان الاباء کرام والا مہات طاہرات

یعنی آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب میں بعض تو انبیاء ہیں اور جو ان کے علاوہ آپ سے لے کر حضرت آدم و حوا تک ہوئے ہیں' کوئی ان میں کافر نہ تھا' کیونکہ کافر کے حق میں پسندیدہ اور کریم اور پاک نہیں کہا جا سکتا' بلکہ نجس کہا جا سکتا ہے' اور حضور کے آباؤ اجداد کے متعلق احادیث میں تصریح ہے کہ وہ سب پسندیدہ تھے' باپ دادے کرام تھے' اور امہات پاکیزہ تھیں۔

۴۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اکرم ﷺ نے بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القر آن الذی کنت منہ یعنی میں بھیجا گیا ہوں بہتر طبقوں سے بنی آدم کے ہر زمانے میں یہاں تک کہ ہوا ہوں اس طبقہ سے جو بہتر ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی اشعتہ اللمعات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا

"گفت آنحضرت ﷺ برانگیختہ شدہ و فرستادہ شدہ ام من از بہترین طبقات فرزندان آدم قرنے بعد از قرنے یعنی در ہر قرن در صلبہائے پدراں میگشتم و مراد بخیر قرون بنی آدم ہر طبقہ ایست کہ پدران آنحضرت ﷺ دوران طبقہ بودند و آنحضرت ﷺ دز اصلاب آنہا بود چنانچہ بعد از اسماعیل علیہ السلام کنانہ و بعد ازوے قریش بود و بعد ازوے ہاشم بود حتی من القرن الذی کنت منہ تا آنکہ شدم از قرنے کہ شدم ازوے ۔ اتا آبائے کرام آنحضرت ﷺ پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبداللہ طاہر و مطہر انداز دنس کفر و رجس شرک چنانچہ فرمود بیروں آمدہ از اصلاب طیبہ بارحام طاہرہ"

خلاصہ مطلب یہ کہ آنحضرت ﷺ کے تمام آباؤ و امہات کفر کی برائی اور شرک کی پلیدی سے پاک و طاہر تھے۔

ایسا ہی لکھتے ہیں اس حدیث کی شرح میں شیخ نورالحق محدث دہلوی تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کی تیسری جلد میں اور امام بدر الدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کی ساتویں جلد میں' اور امام شہاب الدین احمد " قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کی چھٹی جلد میں' اور امام ابن حجر" سقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں۔

حافظ ابونعیم محدث دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لائے ہیں کہ فرمایا حصور علیہ الصلوۃ والسلام لم ازل انقل من اصلاب الطاہر بن الی ارحام الطاھرات یعنی میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں سے منتقل ہوتا رہا ہوں۔

طوالت مضمون کے خوف سے انہیں چند دلائل پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ اسلام آبائے نبی ﷺ میں بہت احادیث و اقوال وار دہیں' اور اسی طرف گئے ہیں جمہور علماء کرام' مثلاً امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر' اور علامہ محمد بن ابی

شریف الحسنی التلمسانی شارح شفاء' اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب الدنیہ' اور علامہ حسین بن محمد دیار بکری صاحب الخمیس فی احوال انفس نفیس' اور امام شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی صاحب افضل القری' اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شارح مشکوۃ' اور علامہ نور الحق محدث دہلوی شارح بخاری' اور علامہ شیخ الاسلام حنفی شارح بخاری' اور امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی صاحب الحاوی الکبیر' اور مولانا عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی' اور علامہ سید محمد ابن عابدین شامی صاحب ردالمختار اور امام عبدالرؤف مناوی صاحب التیسیر شرح جامع صغیر' اور قطب الامام بو صیری عطاء رسول صاحب ہمزیہ قصیدہ بردہ' اور امام شیخ ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی صاحب دلائل الخیرات اور علامہ عطاء اللہ محدث المعروف بہ جمال الحسینی صاحب روضۃ الاحباب اور مولانا معین الدین الہروی صاحب معارج النبوۃ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب شواہد النبوۃ' اور مولوی محمد باقر گاہ مدراسی صاحب ہشت بہشت اپنی اپنی تصانیف عالیہ میں۔

اور اکثر علماء عظام نے اسلام آبائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مستقل رسالے لکھے ہیں مثلاً امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی نے سات رسالے مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ' الدرج المنیفہ فی الاباء الشریفہ و دیگر۔

عبدالمطلب کو معرفت رسول اللہ ﷺ حاصل تھی

(علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۱۹۴)

عبدالمطلب کو معرفت رسول اللہ ﷺ حاصل تھی

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم نے اپنی سند سے روایت کی کہ ہم سے عبداللہ بن عباس بن معبد نے اور ان سے ان کے بعض گھر والوں نے حدیث بیان کی کہ عبدالمطلب کے لئے سایہ خانہ کعبہ میں مسند لگائی جاتی اور مسند پر کوئی بھی ان کی اولاد میں سے نہ بیٹھتا مگر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو آپ اسی مسند پر بیٹھ جاتے۔ کوئی چچا جب یہ دیکھ لیتا اور حضورؐ کو مسند سے ہٹنے کے لئے کہتا تو پھر عبدالمطلب فرماتے "میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو۔" پھر آپ ﷺ کی پشت پر شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے۔

"بلاشبہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔"

جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ آٹھ سال کے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے وفات سے پہلے حضورؐ کے لئے حضرت ابوطالب کو وصیت کر دی تھی۔ (اس بنا پر بعض ارباب علم و فضل یہ استدلال کرتے ہیں کہ عبدالمطلب کو اپنے نبیرہ محترم کی ان خصوصیات سے منجاب اللہ آگہی حاصل تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں ودیعت فرما دی)

ابو نعیم نے بہ طریق عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند روایت کی۔ البتہ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ "میرے بیٹے کو چھوڑ دو کہ وہ مسند پر بیٹھا رہے، وہ اپنی ذات کے بارے میں شعور اور معرفت رکھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایسے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے گا کہ نہ اس سے پہلے کوئی پہنچا نہ بعد میں پہنچ سکے گا۔"

ابن سعد اور ابن عساکر نے زہری، مجاہد اور نافع بن جبیر سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مسند عبدالمطلب پر بیٹھ جایا کرتے، کوئی چچا آتا اور آپ ﷺ سے ہٹ جانے کو کہتا، تو عبدالمطلب فرماتے "میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو کیوں کہ اس میں شاہانہ صفات ہیں۔"

بنی مدلج نے عبدالمطلب سے کہا "آپ محمدؐ کی حفاظت کیجئے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیمؑ کے نشان قدم کے مشابہ (جو مقام ابراہیم میں ہے) کسی کا قدم نہیں دیکھا مگر محمدؐ کا نشان قدم اس سے بہت مشابہ ہے۔"

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن سے فرمایا "اے کنیز! اس فرزند سے پہلے بے پروا نہ ہونا، اس لئے کہ اہل کتاب میرے اس بیٹے کو نبی بتاتے ہیں۔"

ابو نعیم نے واقدی کی سند کے ساتھ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ، ہم ایک روز حجر اسود کے قریب عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نجران کا پادری جو ان کا دوست تھا ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ہم ایک نبی کی خبر پاتے ہیں جو بنی اسمٰعیل سے ہو گا یہ شہر مکہ مکرمہ اس کی ولادت گاہ ہے اور اس کی یہ اور یہ علامات ہیں۔ اتفاقاً اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ پادری نے آپ کی آنکھوں، پشت اقدس اور قدم شریف کو بہ غور دیکھا اور کہنے لگا وہ نبی یہی ہیں۔ اس نے پوچھا، آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا۔ "یہ میرا فرزند ہے۔"

پادری نے کہا "نہیں ان کے بارے میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس نبی کے والد حیات نہ رہیں گے۔"

عبدالمطلب نے کہا "دراصل یہ میرا پوتا ہے اور اس کے باپ نے اس وقت وفات پائی جبکہ یہ حمل میں تھے۔" پادری نے کہا آپ نے سچ فرمایا اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے ہدایت کی۔

بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر نے عفیر بن زرعہ کی سند سے روایت کی کہ جب سیف بن ذی یزن کا تسلط حبشہ پر ہوا۔ (یہ واقعہ آنحضورؐ کی ولادت کے دو سال بعد ہوا تھا) تو عرب کے وفود اسے مبارک باد دینے آئے جن میں قریش کے وفد کے سربراہ عبدالمطلب بھی تھے ان سے سیف نے کہا اے عبدالمطلب! میں اسرار علمی کی ایک بات تم سے بیان کرتا ہوں اس کا ایک تعلق تم سے بھی ہے، جو اس کے وجود کا تعلق ہے۔ مگر میرا بیان اس شرط پر ہو گا کہ آپ اسے بدون حکم خداوندی کسی پر ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔ اس میں کچھ لوگوں کے لئے خیر اور کچھ کے لئے خطرہ ہے، اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ہے اور جس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہے حضرت عبدالمطلب نے پوچھا "ایسی کونسی بات ہے۔"

سیف نے کہا: "اس زمانہ میں تہامہ کی سرزمین پر ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک دائرہ ہے، اس فرزند جلیل کو شرف امانت و ہدایت حاصل ہے اور تم سب اور ساری نوع انسانی کے لئے اس کی پیشوائی اور ہدایت قیامت تک کے لئے مخصوص ہے۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا یہی وہ زمانہ ہے جس میں اس کو پیدا ہونا ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے نام اس کا محمد ہے اس کے والدین فوت ہو جائیں گے اور اس کے دادا اور اس کے چچا کفالت کریں گے، اس کا حکم غالب ہو کر رہے گا اور ہم میں سے اس کے لئے مددگار پیدا کرے گا۔ اس کے ذریعہ دشمن دوست بنیں گے اور سچائی کے مخالفوں کو ذلیل و خوار کریں گے، ہلاکت کے گہرے غاروں سے لوٹ کر لوگ سلامتی کی راہ پر گامزن ہوں گے، ان کے لئے مادی وسائل فراہم کرنا آسان ہو گا وہ زمین کے خزانوں سے اپنے ارادہ کی قوت باہر نکالیں لیں گے۔ وہ صرف رحمان کی عبادت کریں گے اور طاغوت کی قوت اور سرکشی کو توڑ دیں گے، آتش کدے سرد اور بتکدے تباہ ہوں گے، اس کے عدل اور انصاف گستری کا انعام خویش و بیگانہ سب کو پانی، ہوا اور سوج کی شعاع کی طرح یکساں ملے گا۔ اے عبدالمطلب! تم اس کے دادا ہو، یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ تو اے خوش قسمت بوڑھے سردار! اور پاسبان حرم! تو کیا تم نے سمجھ لیا جو میں کہہ رہا تھا؟"

انہوں نے کہا: "ہاں اے واقف حال بادشاہ! میں نے اپنے محبوب ترین فرزند کا نکاح ایک شریف خاندان' شریف خصلت زہری خاتون سے کیا ہے جس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمدؐ رکھا گیا۔ بچہ کے والدین وفات پا گئے لہٰذا میں اور اس کا چچا اب اس کے کفیل ہیں۔"

سیف نے کہا: "میری باتوں کو یاد رکھنا' بچہ کو یہودیوں سے محفوظ رکھنا کیوں کہ وہ اس کے دشمن ہیں اگرچہ ان کی رسائی بچہ تک نہیں ہو گی۔ بلاشبہ میرے زمانہ اقتدار میں وہ مبعوث ہو جاتے تو میں سوار اور پیادوں سے ان کی مدد کرتا۔"

ابو نعیم' فزائطی اور ابن عساکر نے بہ طریق کلبی ابو صالح سے' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو مندرجہ بالا حدیث ہی کے مطابق ہے۔

واقدی اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن کعب سے روایت کی کہ مجھ سے میری قوم کے بزرگوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ عبدالمطلب کی حیات میں ہم اپنے علاقہ سے عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ تیما کا ایک یہودی بغرض کاروبار تجارت ہمارے ساتھ ہو گیا مکہ مکرمہ پہنچ کر اس نے عبدالمطلب کو دیکھا تو اس نے کہا کتب سماوی میں ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک نبی پیدا ہو گا۔

بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب جنتی ہیں

ان میں سے چند حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔

آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا

۱۔ حدیث :۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا ﷺ نے قال جبریل علیہ السلام قلبت الارض مشارقھا و مغاربھا فلم اجدبنی اب افضل بنی ہاشم

یعنی کہا حضرت جرائیل علیہ السلام نے میں نے زمین کو مشرق اور مغرب تک پلٹا ہے، پس ہاشم سے زیادہ افضل کسی باپ کی اولاد کو نہیں پایا۔

۲۔ حدیث :۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا ﷺ نے

یا معشر بنی ہاشم والذی بعثنی بالحق نبیالو اخذت بحلقه باب الجنه مابدات الابکم

یعنی اے گروہ بنی ہاشم! اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا، اگر میں نے جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑی تو سب سے پہلے تم کو داخل کروں گا۔

۳۔ حدیث :۔ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

انما نحن و بنو ہاشم ھکذا و شبک بین اصابعه و انمانحن و بنو ہاشم و احد

یعنی ہم اور اولاد ہاشم یوں ہیں اور آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ڈال دیا، یا یوں فرمایا کہ ہم اور بنی ہاشم ایک ہی چیز ہیں۔

۴۔ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو کیوں نہیں جاتے؟ وہ بیمار ہیں' زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توقف کیا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض ہے اور ان کی زیارت نفل ہے۔

طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ عہد صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم سے بغض علامت نفاق ہے۔

فضائل بنی عبدالمطلب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کے فضائل میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے یہاں صرف دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ حدیث :۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

نحن بنی عبدالمطلب سادات اھل الجنه انا و حمزة و علی و جعفر و الحسن والحسین و المهدی

یعنی ہم بنی عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہیں۔ میں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی

۲۔ حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

یا بنی عبدالمطلب انی سالت اللہ لکم ثلاثه ان یجعل لکم جوداء نحداء رحماء

یعنی اے بنی عبدالمطلب میں نے تمہارے لئے تین باتوں کی دعا کی ہے کہ تم کو سخی، دلیر، رحم دل بنا دے۔

خلاصہ

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب جنتی ہیں کیونکہ وہ موحد تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب

(مشکوۃ ج ۸، ص ۱۹)

سمجھ آئی کچھ

۱۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالی عنہ مومن ہیں۔

۲۔ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کا فرمانا کہ میں ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی مومن ہوں۔

معاذ اللہ اگر حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالی عنہ کو کافر کہو گے تو

پھر حضرت عبدالمطلب کے ایمان مبارک پر زد پڑے گی جو کہ بہت ہی خطرناک بات ہے اور سنگین غلطی ہوگی

بنی ہاشم کے لئے شفاعت

حوالہ :۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" ﷺ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ :۔ ابن عمرو دیلمی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر ان کے بعد قریبی رشتہ دار کی اور پھر جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں گے اور جو محب طبری نے ذخائر العقبی میں اور امام احمد نے مناقب میں حضرت علی سے روایت فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا۔ یا بنی ہاشم اگر مجھے جنت میں لے جانے کے لئے حلقہ وار شفاعت کا اذن ہوا تو میں تم سے اس کی ابتدا کروں گا۔ اس حدیث کو خطیب نے اپنی تصنیف تاریخ بغداد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ تختم کی حدیث سے روایت کیا ہے۔ نیز انہوں نے اس حدیث کو ابوالبختری کی طرف منسوب کیا ہے جسے اس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا

"ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہی کہ میرے رشتہ داروں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ یاد رکھو کہ مجھ سے میرے رشتہ داروں کو ضرور فائدہ حاصل ہو گا۔ یہاں تک کہ یہ فائدہ یمن کے ایک قبیلہ تک پہنچے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور میں شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کے لئے شفاعت کی سفارش کروں گا۔ وہ بھی شفاعت کرے گا۔ حتی کہ اس سلسلہ شفاعت کو دیکھ کر، ابلیس بھی شفاعت کی لمبی آرزوئیں کرنے لگے گا اور ایسے ہی امام طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کا خیال ہے میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہو گی جب کہ میری شفاعت کی صورت حال یہ ہے کہ وہ حا، اور حاکم قبیلوں تک پہنچے گی۔

زیارت قبر سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا (ابواء شریف)

بندہ رسول ﷺ جب ۱۹۷۹ء اپریل دوسرے سفر پر عمرہ کے لئے روانہ ہوا تو یہ سفر صرف ابواء شریف آقا ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے تھا۔ بندہ بڑی مشکل سے (نجدیوں سے چھپتے ہوا) قبر مبارک کی زیارت کی۔ دلی مراد کے لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری سفارش آقا ﷺ کی بارگاہ میں کر دیں۔ آپ ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں بھلا اپنی والدہ ماجدہ کی بات کیسے ٹال سکتے تھے۔ چنانچہ سفارش کی قبولیت بروز جمعہ المبارک ۲۰ اپریل ۱۹۷۹ء (جب بندہ فجر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کر کے اپنے کمرہ میں آکر سوگیا) اور اس کی (تصدیق یعنی confirmation) خواب میں ہوئی۔ چنانچہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ ہیں اور اس کے لئے مجھے حوالوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مومن زندہ ہوتے ہیں۔ یہ باتیں سمجھنے کے لئے بصیرت چاہئے اور بصیرت تو صرف در مصطفیٰ ﷺ سے ہی ملتی ہے۔

بندہ جب رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق دسمبر ۱۹۹۸ء دمشق، بغداد شریف، کوفہ کربلائے معلی اور پھر نجف شرف یہ کتاب شہنشاہ ولایت کی بارگاہ میں پیش کر کے اور قبولیت کی سند لے کر مدینہ منورہ پہنچا۔ تو کچھ ساتھی الگ ہو گئے اور وہ ابواء شریف چلے گئے لیکن انہوں نے دیکھا کہ نجدیوں نے قبر اقدس پہ بلڈوز چلا دیا گیا ہے اور نجدی حکومت کے کارندے ہر زائر کو پکڑ کر تھانے میں بند کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازیبا اور ناروا الفاظ کہتے ہیں جو ناقابل بیان ہیں۔ بہرحال عشاق حضرات نے اپنا احتجاج شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ احباب اور عشاق کے اصرار پر بندہ نے کتاب بنام "زیارت قبر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا" لکھی ہے اور اوپر وہ مشاہدہ (جس کا اشارہ کیا ہے) بھی تفصیلاً" بیان کیا ہے۔ ضرور پڑھیئے گا۔

وقت نزع والی روایت۔۔۔
میں ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہوں

سوالات

پہلا سوال۔ عبدالمطلب کے ایمان کے متعلق کیا جانتے ہیں؟
جواب :۔ آپ ملت ابراہیمی پر تھے اور موحد تھے۔
دوسرا سوال :۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ملت عبدالمطلب ہی کی وجہ سے حضرت عبداللہ (والد محترم آقا ﷺ) کا موحد اور مومن ہونا ثابت ہے۔
جواب :۔ یقیناً موحد کا بیٹا ہی موحد ہے اور آپ ﷺ کا فرمانا کہ میرا نور طاہر سے طیب اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا۔
تیسرا سوال :۔ جب حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ مومن و موحد ٹھہرے تو پھر حضرت ابوطالب کا فرمانا کہ میں ملت عبدالمطلب یعنی عبدالمطلب کے مذہب پر ہی مر رہا ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان تینوں حضرات کا دین ایک ہی تھا؟
جواب :۔ یقیناً" کیونکہ حضرت عبدالمطلب کے موحد و مومن ہونے سے ہی بات حضرت ابوطالب کے ایمان کے متعلق ہو گی۔

روح البیان میں مذکور ہے کہ آقا ﷺ نے اپنے والدین کریمیں دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا ور وہ ایمان لائے۔ (ولا تسئل عن اصحب الجحیم کی تشریح پڑھیں)۔

سولھواں باب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تو اللہ تعالیٰ بھی راضی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و محبت ہے (ایمان کا پیمانہ)

اللہ تعالیٰ نے پیمانہ بنایا۔ واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ (توبہ)

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تو پھر اللہ تعالیٰ بھی راضی (جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو جاتی ہے۔

نکات

۱۔ ۴۲ سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرنے میں گزار دیئے۔

۲۔ وقت نزع بھی جو الفاظ ادا کئے' یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ان سے تمہیں خوش کر دوں (ابن ہشام والی روایت)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے راضی ہوں؟

کسی کو بھی راضی کرنے کا پیمانہ اس سے محبت کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب محبت ہو گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوں گے اور یہ خوشی ہی رضا ہے جس سے محبت ہو انسان اس کے غم میں ہر وقت گھلتا رہتا ہے۔ ہر وقت اسی کی یاد آتی رہتی ہے اور اس یاد میں محبت جب شدت اختیار کر جائے تو یہ عشق بن جاتا ہے۔ پھر یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ میرے محبوب کو کوئی گزند یا ایذا نہ پہنچائے اور اگر ایسی صورت میں محبوب کے دشمن موجود ہوں تو ان دشمنوں سے اپنے محبوب کو محفوظ کرنے کے لئے خود منصوبے بنائے یہاں تک کہ اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ کرے۔ یہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی چاہنے کا پیمانہ۔

سوال :۔ کیا حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کو محبوب جانتے ہوئے ساتھ دیا یا نہ؟

ہاں یہ سب رشتوں سے لمبا ساتھ تھا۔ ۴۲ سال تقریباً نصف صدی سال تک کوئی اور رشتہ اتنا لمبا نہ نبھا۔ زوجہ محترمہ ۲۵ سال بعد داغ مفارقت دے گئیں۔ بیٹی اور داماد نے بھی اس عرصے سے کافی کم وقت ساتھ دیا محبت کے پیمانے کی روشنی میں دیکھیں۔ تو۔

ا۔ آقا ﷺ جب ۸ سال کی طبعی عمر مباک میں حضرت ابو طالب کے ساتھ ہوئے تو حضرت ابو طالب نے (سفر شام میں جب بحیرہ راہب کی زبانی سنا کہ اس نے شجرو حجر کو سجدہ کرتے دیکھا ہے اور مزید کہ شجرو حجر سوائے نبی کے کسی کو نہیں کرتے) آپ ﷺ کے ساتھ محبت کے ساتھ ساتھ حفاظت کرنے کی ذمہ داری وقت نزع تک نبھائی۔

ب۔ حضرت ابو طالب جانتے تھے کہ آپ ﷺ نبی ہیں تو اپنے گھر میں بت یا ان کی پرستش یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا یا ایسا کام جو کہ ایک نبی کو ناپسند ہو کبھی نہ ہونے دیا یہ آپ ﷺ سے محبت کی وجہ سے تھا اور اپنے دل کی تصدیق کی وجہ سے۔

ت۔ آپ ﷺ تو ۸ سال کی طبعی عمر مبارک میں (کھانا کھانے سے پہلے) بسم اللہ الاحد اور الحمد للہ (کھانے کے بعد) کہا کرتے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کا تو پتہ تھا۔ تو کیا یہ پتہ نہ تھا (استغفراللہ) کہ حضرت ابو طالب میرا ساتھ مجھے راضی کرنے کے لئے دے رہے ہیں یا نہیں؟

ث۔ اگر حضرت ابو طالب کو آپ ﷺ محبوب نہ ہوتے تو پھر کفار قریش کا ساتھ سامنا کفار کی ریشہ دوانیاں اور قتل کے منصوبے کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈالنا۔ کیوں؟ پھر تو حضرت ابو طالب یہ نہ کہتے کہ تم اپنا مشن جاری رکھو جب تک میں قبر میں اتار نہ دیا جاؤں۔ یہ محبت تو اور کیا ہے۔ یہ

محبوب کی رضا نہیں تو اور کیا۔

ج۔ حضرت ابوطالب نے ایک خدشے کے تحت کہ کہیں کفار آقا ﷺ کو قتل (معاذ اللہ) نہ کر دیں۔ ہاشمی نوجوانوں کو تلواریں نکالنے اور کفار سے لڑنے کا منصوبہ بنایا اور جب آقا ﷺ مل گئے۔ اس وقت تک یقین نہ کیا جب تک اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا۔ اور پھر کفار کو یہ بتایا کہ اگر تم محمد ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا اور ہم لڑتے حتی کہ دونوں فنا ہو جاتے۔ (طبقات ابن سعد)

ح۔ حضرت ابوطالب نے تو (روایت کے مطابق) بوقت نزع فرمایا کہ کہیں میرے بعد آپ ﷺ کو لوگ طعنے نہ دیں کہ ان کا چچا موت کی تلخی کے ڈر سے وہ الفاظ پڑھ گیا۔ اس جملے کو دیکھیں تو آپ ﷺ سے محبت والی بات (یعنی کہ لوگ آپ کو طعنہ نہ دیں) نظر آ رہی ہے۔

(نوٹ :۔ ان الفاظ کا ایمان کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ذرا مقیاس ذہانت کی بات ہے اوسط درجے یا اس سے کم مقیاس ذہانت والے کی سمجھ میں نہ آئے گی۔ یہ الفاظ عربوں کی نسلی حمیت کی وجہ سے کہے کیونکہ عرب اپنے آپ کو بہت بہادر سمجھتے تھے اور خصوصاً یہ کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے)

خ۔ صاحب کلی علم غیب ﷺ جانتے تھے کہ ابوطالب کے دل میں ایمان ہے (تب ہی تو وہ آپ کی حفاظت میں کفار سے نبرد آزما رہتے تھے) ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بارش والے واقعہ کے بعد فرمایا کہ اگر آج ابوطالب ہوتے تو وہ ضرور خوش ہوتے۔ اس پر صحابہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا اشارہ اس شعر کیطرف ہے۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه

اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔۔۔ کیا یہ بات واقعہ ظاہر نہیں کرتا کہ آپ ﷺ کی شان اقدس میں جو اشعار کہے گئے آپ ﷺ اس سے خوش ہوئے۔

د۔ اشعار ابوطالب۔ آپ ﷺ سے محبت اور خوشی کے ترجمان ہیں اور آج بھی چودہ سو سال گزرنے کے باوجود کتابوں میں موجود ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ شاعر کا اپنے محبوب ﷺ سے عشق تھا اور محبوب کو بھی یہ اشعار پسند تھے۔ "زبانی" بات تو بہت پیچھے رہ گئی۔ (شکر ہے کہ یہ اشعار آج کل کی کتابوں میں موجود ہیں)

باقی کیا رہ گیا محبوب ﷺ کی خدمت کے لئے

آپ دیکھیں اور ۴۲ سال کے بعد میں ایک ایک واقعہ پر نظر ڈالیے۔ اعلان نبوت سے پہلے کے ۳۲ سال اور اعلان نبوت کے بعد کے دس سال۔۔۔ دنیا کی کسی ملک کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی نے کسی ہستی سے اتنا لمبا عرصہ ساتھ نبھایا ہو اور اس ہستی کی محبت میں دشمنوں کو بھگایا ہو۔ اگر کوئی بھی واقعہ یا کوئی ایسی ناپسندیدہ بات جو شان نبوت کے خلاف ہوتی تو یقیناً آپ ﷺ ان سے کنارہ کش ہو جاتے۔

آپ ﷺ یقیناً ابوطالب سے خوش تھے

جتنی خدمت حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی کی اور کسی قرابت دار نے نہ کی اور اتنے طویل ۴۲ سال کے عرصے میں یقیناً بلاشبہ آپ ﷺ ان سے راضی رہے۔ بلکہ آپ ﷺ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد بھی خوشی کے ساتھ ذکر کرتے اور صحابہ کرام کے سامنے ذکر کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تو پھر اللہ تعالیٰ راضی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب میری رضا چاہتے ہیں اور یا محبوب میں آپ کی رضا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا خود بخود مل گئی اسی لئے تو حضرت ابوطالب سے جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوئے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو گیا اور اسی کو تو کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نوٹ

منکر ایمان ابوطالب کو ایسی عام فہم باتیں بھی سمجھ نہیں آتیں۔ کہتا ہے ابوطالب کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں لکھتے ہو۔ کاش تمہارے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہنشاہ ولایت مولائے کائنات علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ہوتی تو تم ایسی باتیں نہ کرتے۔ (پھر ولایت بھی مانگتا ہے۔ کیسے ملے گی؟ اور ہاں پیر بنتا ہے)

حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اس قوم کا کیا بنے گا جو میری قرابت کے حوالے سے اذیت دیتی ہے۔ سنو جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی۔ اس نے مجھے اذیت دی اور جو مجھے اذیت دے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دے گا۔

ب۔ زندوں کو ان کے مردوں کے سبب تکلیف نہ پہنچاؤ۔

محبت کرنے والے کو اپنے محبوب سے متعلق ہر ایک شے سے پیار ہوتا ہے

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا مومن کا ایک فطری امر ہے کیونکہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ایمان کا نام ہے۔ فرمان نبوی ہے۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام انسانیت سے پیارا نہ ہو جاؤں۔۔۔ جب کوئی مومن محبت رسول ﷺ کا دعوی کرتا ہو تو محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب ﷺ کی ہر متعلقہ شے سے محبت کی جائے۔ شہر مدینہ طیبہ سے محبت کی جائے۔ شہر مکہ مکرمہ سے محبت کی جائے۔ (آخر اللہ تعالیٰ نے بھی تو اسی شہر کی قسم کھائی ہے) پھر مکہ مکرمہ کے ان پہاڑوں سے محبت کی جائے جہاں جہاں محبوب ﷺ نے قدمین ناز رکھے۔

محبوب ﷺ کی خوشیوں سے اور غموں سے پیار

یہ محبت کے تقاضوں میں سے ایک ہے وہ یہ کہ جن جن چیزوں پر محبوب ﷺ خوش ہوئے ان سے پیار کیا جائے اور اسی ناطے جو جو واقعات محبوب ﷺ کے لئے غم کا باعث بنے ان واقعات سے بھی پیار کیا جائے۔ مثلاً کربلا میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس محرم کو عشق کی ایک بازی جیتی جو کہ بظاہر غمزدہ داستان ہے۔ اسی دن آپ ﷺ نے خواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدار کرایا اور فرمایا کہ میں صبح سے حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون اکٹھا کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ غمزدہ حالت میں تھے کیونکہ آپ ﷺ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا الحسین منی و انامن الحسین (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) اس لئے عشق مصطفےٰ ﷺ کا تقاضا ہے کہ محرم الحرام میں عاشورہ کے دن اپنے محبوب ﷺ کے غم سے بھی پیار کرو۔ لیکن میرا مشاہدہ ہے کہ دعوے تو عشق مصطفےٰ ﷺ کے ہیں لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اس طرح لاتعلقی دکھاتے ہیں جیسے کہ اس واقعہ سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔

دعوای عشق مصطفیٰ ﷺ کا اور ساتھ اذیت بھی دیں

ایذا رسانی کیا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کو جسمانی یا ذہنی طور پر تکلیف پہنچانا۔ جہاں تک جسمانی ایذا کا تعلق ہے وہ ایک عرصہ کے بعد مندمل ہو جاتی ہے۔ لیکن اذیت ناک ایذا ذہنی ایذا ہے۔ یعنی کہ ایسی نامناسب غلط اور خلاف عقل یعنی احمقانہ بات کر کے کسی کو ذہنی طور پر متاثر کرنا کہ اسے تکلیف پہنچے۔ اب قرآن حکیم میں آقا ﷺ کو ایذا پہنچانے کے متعلق کیا لکھا ہے۔

ایذائے مصطفیٰ ﷺ کی سزا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ

تحقیق جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

تشریح :۔ اللہ تعالیٰ کو ایذا اس وقت پہنچتی ہے جب کوئی حضور ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔ گویا کہ وہ شخص زبانی یا تحریری ایسے الفاظ ادا کرتا ہے جو ذہنی طور پر تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

یاد رکھو :۔ بڑے بڑے مدعیان علم اس معاملے میں پکڑے جائیں گے۔

اہل قرابت۔ کون

اللہ تعالیٰ کا فرمان رسول کریم ﷺ سے ہے۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (۴۲ / ۲۳)

ترجمہ:۔ آپ فرمایئے میں نہیں مانگتا اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ بجز قرابت کی محبت کے۔

۱۔ تفسیر ضیاء القرآن:۔ پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ (ج ۴، ص ۳۷۷)

قرابت دار خاندان بنو ہاشم خصوصاً اہلبیت کرام کی محبت ان کا ادب و احترام عین ایمان ہے۔

۲۔ تفسیر کنز الایمان:۔ مفتی نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ (ص ۸۷۴)

بنی ہاشم و بنی مطلب ہیں۔ حضور ﷺ کی محبت اور اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔

۳۔ روح البیان:۔ علامہ شیخ اسماعیل حقی لکھتے ہیں۔ (پ ۲۵، ص ۸۱)

حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص پر بہشت حرام ہے جو میرے اہلبیت پر ظلم کرتا ہے اور عزت کے بارے میں مجھے ایذا دیتا ہے۔ حضرت بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۴۔ کذافی الکوشی اور تفسیر ثعلبی میں ہے۔

حضور ﷺ کے قرابت دار یعنی آل بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب ہیں اس لئے کہ خمس ان پر تقسیم ہوتا ہے۔

فرمان رسول کریم (مشکواۃ ج ۸، ص ۴۵۱ - ۴۵۸)

ثم قال اهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی (مسلم)

ترجمہ:۔ پھر فرمایا میرے اہلبیت میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں۔ تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں (مسلم)

تشریح:۔ دیکھا رسول کریم ﷺ نے دو بار اہلبیت کے متعلق ہی بات فرمائی۔

حدیث اہل بیت (مشکواۃ ج ۸، ص ۴۵۱)

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ ایک صبح کو نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے آپ ﷺ پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی۔ آتے ہی حسن ابن علی آئے حضور ﷺ نے انہیں داخل کر لیا۔ پھر جناب حسین رضی اللہ عنہ آئے وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے۔ پھر جناب فاطمہ آئیں انہیں بھی داخل کر لیا۔ پھر جناب علی کرم اللہ وجہ الکریم آئے انہیں بھی داخل کر لیا۔ پھر فرمایا انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (مسلم)

ترجمہ :۔ اے نبی کے گھر والو اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف فرما دے۔

رسول کریم ﷺ کا نسب اور آپ ﷺ کے فرمان

۱۔ آپ ﷺ نے اپنے نسب کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ڈر سنایا (کہ ان کے بارے میں نامناسب الفاظ نہ کہو) (سیرت ابن ہشام)

۲۔ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس سرخ ہو گیا اور ناراضگی کا اظہار ہوا جب غیر ہاشمی لوگوں نے آپ ﷺ کے چچا کے ساتھ ناروا سلوک کیا (فرمایا جس نے میرے چچا عباس) کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی (من اذی عمی فقد اذانی)

۳۔ فرمان رسول کریم میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔

۴۔ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے اہل قرابت سے مودت کرو۔

۵۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں (انا بن عبدالمطلب) جنگ حنین کے دن

۶۔ شہنشاہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم نے یہود کو خطاب کیا

میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ میں عالی نسب ہوں۔ (جنگ خیبر کے دن)

۷۔ باذان (حاکم یمن) نے جب رسول کریم کی پیشگوئی کہ کسریٰ قتل ہو گا کو درست ثابت پایا تو اسلام لا کر اپنی نسبت کے متعلق رسول کریم ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

تم ہم سے ہو ہماری طرف یعنی ہمارے خاندان کی طرف منسوب ہو۔

یہ ہے آپ ﷺ کا اپنے نسبت کے متعلق فرامین۔ اس لئے اے منکرین ایمان ابوطالب۔ حضرت ابوطالب کے ایمان کے متعلق خرافات نہ بکو۔ رسول کریم اور ایذا پہنچنے کی۔

رسول کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کے متعلق ایذا انگیز الفاظ کہنا

(شرح مرات مشکواۃ ج ۸، ص ۴۷۰)

رسول کریم کی ناراضگی اور چہرہ اقدس کا سرخ ہونا

وعن عبدالمطلب بن ربیعه ان العباس دخل علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم مغضبا وانا عنده فقال ما اغضبک قال یارسول اللہ مالنا و لقریش اذا تلاقوا بینهم تلاقوا بوجوه مبشرة واذ القونا لقونا بغیر ذالک فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم حتی احمر وجهه ثم قال والذی نفسی بیده لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ ولرسوله ثم قال ایها الناس من اذے عمی فقد اذانی فانما عم الرجل صنوابیه رواه الترمذی و فی المصابیح عن المطلب

روایت ہے حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ سے کہ جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہت غصہ کی حالت میں آئے میں حضور کے پاس تھا حضور نے فرمایا آپ کو کس چیز نے غصہ کیا عرض کیا یارسول اللہ ہم کو قریش سے کیا تعلق ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہنس مکھ ہو کر ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس کے سوا اور طریقہ سے ملتے ہیں رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے حتی کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا ہے پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی کے دل میں

ایمان داخل نہ ہو گا حتیٰ کہ اللہ رسول کے لئے تم لوگوں سے محبت کرے پھر فرمایا اے لوگو جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھے ستایا کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے (ترمذی) اور مصابیح میں مطلب سے روایت کی روایت ہے۔

رسول کریم ﷺ کے آباؤ اجداد ہاشم کے متعلق نامناسب الفاظ رویہ اور اس پر رسول کریم ﷺ کا ناراض ہونا اور چہرہ اقدس سرخ ہو جانا کس بات کی علامت ہے۔ اے منکر ایمان حضرت ابوطالب تو کیوں رسول کریم ﷺ کو آپ ﷺ کے شفیق چچا کے متعلق خرافات بک کر ایذا پہنچاتا اور اپنے گلے میں لعنت کا طوق ڈالتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کا اپنے نسب کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ڈر بتانا (اور وصیت کرنا) (سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۳۳)

رسول کریم ﷺ کا نسب حضرت اسماعیل علیہ سلام تک پہنچتا ہے اور آپ علیہ اسلام کی والدہ کا نام حاجرہ تھا جو کہ مصر کی رہنے والی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنے نسب اور سمدھیانا تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ڈر بتایا۔ آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت ماریہ ان ہی سے تھیں۔

حدیث پاک ہے

ابن ہشام نے کہا کہ ہمیں عبداللہ بن وہب سے اسے عبداللہ بن لیعہ سے اور اسے غفرہ کے مولی عمر سے روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الله الله فی اهل الذمه اهل المدرة السودآء السحم الجعاد فان لهم نسباو صهرا (سیرت ابن ہشام ج ا، ص ۳۳)

ترجمہ :۔ مدرہ کے کالے کلوتے گھنگریالے بال والے ذمیوں (حبشیوں) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ان سے (میرا) نسب کا رشتہ بھی ہے اور سمدھیانہ بھی

ارشاد رسول کریم ﷺ

ابن اسحاق نے کہا۔ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک بن انصاری سلمی کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اذا افتحتم مصرنا ستو صوا باهلها خیرا فان لهم ذمه و رحما

ترجمہ :۔ جب تم مصر فتح کرو گے تو اس کے رہنے والوں سے نیکی کا برتاؤ کرنے کی وصیت یاد رکھنا کیونکہ ان کے متعلق ایک قسم کی ذمہ داری ہے اور ان سے قرابت ہے۔

نکتہ :۔ جب میں نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ وہ قرابت کیا ہے جس کا ذکر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے تو انہوں نے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ سلام کی والدہ حاجرہ ان ہی کے خاندان سے تھیں۔

کیوں جناب کچھ سمجھ آئی

رسول کریم ﷺ کے فرمان مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ تمہیں اللہ تعالیٰ کا ڈر سنا رہے ہیں کہ آپؐ کے آباؤ اجداد کو برا نہ کہو دیکھو حضرت اسماعیل علیہ سلام تک کتنی پشتیں ہیں اور تم ہو کہ آپ ﷺ کے شفیق چچا حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق کیسی کیسی خرافات بک کر آپ ﷺ کو ایذا پہنچا رہے ہو۔

بازان (حاکم یمن) کا قبول اسلام اور رسول کریم کا اسے اھل البیت کہنا

(سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۱۰۰)

۱۔ ابن ہشام نے کہا زہری سے مجھے روایت پہنچی کہ کسریٰ نے باذان کو یمن کی حکومت سونپ دی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ زہری سے مجھے روایت پہنچی ہے انہوں نے کہا۔ کسریٰ نے باذاں کو لکھا۔ میرے پاس خبر پہنچی ہے کہ قریش میں کے کسی شخص نے مکہ میں خروج کیا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ نبی ہے۔ تو اس کے پاس جا اور اسے توبہ کی ہدایت کر۔ اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔

۲۔ باذان کے کسریٰ کا خط رسول کریم ﷺ کے پاس ارسال کر دیا۔ تو رسول کریم ﷺ نے اسے لکھ بھیجا۔

کسریٰ کے قتل کی پیشگوئی

ان اللہ قد وعدنی ان یقتل کسریٰ فی یوم کذا و کذا من شهر کذا

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کسریٰ کو فلاں روز فلاں مہینے میں قتل کیا جائے گا۔

۳۔ جب یہ خط باذان کے پاس پہنچا تو اس نے کچھ توقف کیا کہ نتیجہ دیکھ لے اور کہا اگر وہ درحقیقت نبی ہو گا تو عنقریب وہی ہو گا جو اس نے کہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو اسی روز مار ڈالا جس روز رسول کریم ﷺ نے (اس کے مارے جانے کی نسبت فرمایا تھا)

۴۔ باذان کا قبول اسلام

زہری نے کہا جب باذان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے رسول کریم ﷺ کی طرف اپنے اور ایرانی ساتھیوں کے اسلام کی اطلاع بھیجی۔ ایلچیوں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس کی طرف منسوب ہوں

گے تو آپ ﷺ نے فرمایا انتم منا و الینا اھل البیت تم ہم میں سے ہو ہماری طرف یعنی ہمارے خاندان کی طرف منسوب ہو ابن ہشام نے کہا کہ مجھے زہری سے یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سلمان منا و اھل البیت سلمان ہم میں سے یعنی ہمارے خاندان میں سے ہے۔

کیوں جناب ۔ کچھ سمجھ آئی

۱۔ رسول کریم ﷺ نے باذان کو اسلام لانے کے بعد اپنے اہل بیت میں سے فرمایا۔

۲۔ باذان کا کہنا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ بات رسول کریم ﷺ نے مان لی۔ (غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام قبول کر لینے والے الفاظ کیا تھے۔ باذان نے تو نہیں بتائے) تو معلوم ہوا۔

اسلام قبول کرنے کے لئے معروف الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں

کیا الفاظ باذان نے ادا کئے تھے؟

بس اتنا کہ وہ اسلام لے آیا ہے کوئی بھی اور روایت نہیں ملتی جس سے پتہ چل سکے کہ اس نے کسی کے سامنے معروف الفاظ ادا کئے ہوں۔

حریم کا اسلام لانا

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دن حریم بن ناتک حضرت امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاس آیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اپنے اسلام لانے کا واقعہ سناؤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ہاں اس نے بتایا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا۔ اس کے نشان پا کر میں بھی چل نکلا۔

اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کا رخ کر لیا۔ مدینہ پہنچا تو جمعہ کا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد سے نکل کر میری طرف آرہے تھے کہنے لگے یرحمک اللہ تیرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہمیں پہنچ چکی ہے۔ میں نے کہا مجھے پتہ نہیں وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ مجھے وضو کرایا گیا۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد پاک میں منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔

ایسے لاتعداد واقعات ہیں جن میں لوگ اسلام لائے وہ دور دراز علاقوں میں تھے اور ان کے معروف الفاظ ادا کرنے کے متعلق کوئی روایات نہیں ملتیں۔

ابولہب کی بیٹی

حضرت درہ جو کہ ایمان لا چکی تھیں جب مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آئیں تو کسی نے انہیں طعنہ دیا کہ وہ کافر کی بیٹی ہے۔ حضرت درہ نے آپ ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے یہ سن کر ناراضگی کے عالم میں فرمایا۔ اس قوم کا کیا بنے گا جو میری قرابت کے حوالے سے مجھے اذیت دیتی ہے۔ سنو جس نے قرابت والوں کو اذیت دی۔ اس نے مجھے اذیت دی اور جو مجھے اذیت دے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دے گا زندوں کو ان کے مردوں سے اذیت نہ پہنچاؤ۔

اہل قرابت ۔ حضرت ابوطالب

آقا ﷺ کے فرمان مبارک کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے اور ایسے شخص پر دنیا میں بھی لعنت اور آخرت میں بھی لعنت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوطالب کے متعلق برے الفاظ استعمال کرنا اذیت مصطفےٰ ﷺ کا سبب ہیں۔ آقا ﷺ نے ہمیشہ حضرت ابوطالب سے محبت کی اور اس ناطے سے کہ آپ ﷺ کو ان کے دل کے ایمان کی حالت معلوم تھی۔ محبت ہمیشہ اس سے کی جاتی ہے جو پسندیدہ ہو اور یہی محبت تھی کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد ان سے اپنی محبت کا تذکرہ متعدد بار کیا۔

ذکر ابوطالب

الف۔ آقا ﷺ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں آپ سے دوہری محبت ہے ایک محبت تو اس لئے کہ آپ میرے چچا زاد بھائی ہیں اور دوسرے اس لئے کہ ہمارے چچا ابوطالب آپ سے محبت کیا کرتے تھے۔

ب۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوطالب کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر فرمایا کہ یہ میری ماں کے بعد ماں تھیں اور حضرت ابوطالب کے بعد سب سے اچھا سلوک کرنے والی تھیں۔

حضرت ابوطالب کو کافر کہنے سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے اور شہنشاہ ولایت شیر خدا کو بھی اذیت پہنچتی ہے

خبردار:۔ اگر حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلائل سمجھ میں نہ آئیں تو پھر انہیں کافر کہنے سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے آقا ﷺ اور شہنشاہ ولایت حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذیت پہنچتی ہے اور حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہنشاہ ولایت ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر نہ لگے تو ولایت نہیں ملتی۔

دانش ور کہتے ہیں:۔ اگر کہنا ہے تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔

باکمال لوگ کہتے ہیں:۔ کہ ظرف کا تقاضا یہ ہے کہ "حسن ظن بہتر ہے سوئے ظن سے"

کیا یہ مسئلہ اعتقادیات کا ہے یا فقہ کا؟

نہیں یہ مسئلہ نہ اعتقادیات کا ہے نہ فقہ کا اس لئے کفر کا فتویٰ دینے سے گریز کرنا چاہیے صاحب روح البیان، صاحب تفسیر نعیمی، صاحب مدارج النبوت اور دیگر علماء و مشائخ و عارفین خصوصاً محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء وغیرہم کا فرمان ہے کہ حضرت ابوطالب حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اگر کسی کی سمجھ میں دلائل نہ آئیں تو اسے چاہیے کہ سکوت اختیار کرے بجائے اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف دیکھ کر کفریہ کلمات کہے اور آقا ﷺ کو ایذا پہنچا کر دنیا اور آخرت میں لعنت اپنا مقدر بنائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق

اے عمر کیا تم نہیں جانتے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے درخت کا دوسرا گدا ہوتا ہے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا تقسیم کے بعد کچھ مال غنیمت بچ گیا ہے۔ اس کا کیا کیا جائے؟ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! ہم نے اپنی ضروریات کے لئے چونکہ آپ کو روزی کمانے یا تجارت کرنے سے فارغ کر رکھا ہے لہٰذا یہ بچا ہوا مال آپ کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا لوگ تو آپ کو مشورہ دے چکے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا تم بھی کہو۔ میں نے کہا آپ اپنے یقین کو ظن سے نہ بدلیے۔

حضرت عمر نے کہا جو کہا ہے اسے واضح کرو۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا آپ نے کہا آپ کو یاد ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا تھا۔ دونوں کے درمیان کچھ تیزی ترشی ہو گئی تھی۔ آپ نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ میرے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز عمل سے آگاہ کریں۔ چنانچہ ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبیدہ خاطر پایا۔ ہم دونوں لوٹ آئے۔ پھر اگلے روز صبح صبح پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہشاش بشاش پایا۔ تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل کی جو انہوں نے کیا تھا اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا۔ یا عمر تم نہیں جانتے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کے درخت کا دوسرا گدا ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "تم نے یہ سچ کہا۔ خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

سترھواں باب

فرمان الٰہی ہے

انت "المختار المنتخب" یا محمد ﷺ

آپ ﷺ مختار کل ہیں

الف۔ امتیوں کے اختیارات

ب۔ پتھر کلمہ پڑھ سکتے ہیں تو

ت۔ درخت حکم مان کر تعمیل کر سکتے ہیں تو؟

مختار کل

حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انت المختار المنتخب یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ آپ مختار منتخب ہیں۔ دوسری جگہ اطاعت کے پیمانے بھی بنائے وہ کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس بے شک اس نے میری اطاعت کی۔ گویا کہ ذرہ ذرہ آپ ﷺ کا مطیع ہے۔

اقلام تقدیر بھی مطیع

قرآن حکیم میں آقا ﷺ کی حاکمیت کائنات کے متعلق بہت دلائل ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ مومن ہی نہ ہوں گے تیرے رب کی قسم جب تک وہ آپ (یا حبیب ﷺ) کی حاکمیت تسلیم نہ کرلیں۔

فلا و ربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم

مختلف مقامات میں اقلام تقدیر کی اطاعت کا تعلق آیا۔ مثلاً سورہ مزمل میں فرمایا او انقص منہ اوزد علیہ یا آپ ﷺ اپنا قیام کم کردیں یا زیادہ یعنی کہ آپ کو مکمل اختیارات ہیں ایک اور جگہ فرمایا اوتحکم بینھم او اعرض عنھم یا

آپ ﷺ ان میں فیصلہ فرما دیں یا منہ پھیر لیں۔ گویا کہ اتنے واضح دلائل ہیں۔

میں تیری رضا چاہتا ہوں

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ولسوف یعطیک ربلک فترضی اور ضرور آپکا رب آپ ﷺ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے۔ تفسیر کبیر میں حدیث قدسی ہے۔

کل احد یطلب رضائی و انا اطلب رضاک یا محمد فی الدارین

ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے اور میں آپ کی رضا چاہتا ہوں دونوں جہانوں میں یا محمد ﷺ

الف۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کریمین دادا عبدالمطلب اور چچا حضرت ابوطالب کو زندہ کیا اور انہوں نے آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا۔ (تفسیر روح البیان)

ب۔ امام بدر الدین عینی شارح بخاری ج ۱۸، ص ۶۷۶ میں رقمطراز ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور ﷺ کے چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا پس وہ ایمان لائے اور روایت بیان کی ہے سہیلی نے اپنی کتاب الروض میں سند کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ اور والد مکرم کو زندہ فرمایا تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

ت۔ امام صاوی مالکی نے تفسیر صاوی مطبوعہ مصر ص ۱۸۳ میں فرمایا کہ حضرت ابوطالب کو زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر فوت ہوئے۔ یہ قول بعض صوفیاء نے نقل فرمایا۔

اٹھارھواں باب

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب کلی علم غیب ہیں

سوال :۔ کیا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوطالب کے دلی ایمان کی کیفیت معلوم تھی؟

جواب :۔ ہاں بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز غائب نہیں حتی کہ دلوں کی کیفیتیں جنتی اور دوزخی لوگوں کی کتابیں (جن میں ان کے نام آباؤ اجداد اور قبیلوں کے نام درج ہیں) وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو دکھائیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔

الف۔ فرمان الٰہی ہے۔ و اعرض عن المشرکین (اور مشرکین سے منہ پھیر لو)

ب۔ فرمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے جہاد و قتال کروں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کے ساتھ ان باتوں کی تصدیق نہ کریں جو مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائی ہیں۔

نکات

۱۔ اگر حضرت ابوطالب مومن نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے منہ پھیر لیتے خصوصا اعلان نبوت کے بعد کے دس سال میں۔

۲۔ اگر حضرت ابوطالب مومن نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ بھی وہی رویہ رکھتے جو ابولہب کے ساتھ تھا۔

۳۔ لیکن چونکہ صاحب کلی علم غیب جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل میں توحید و رسالت کی تصدیق کر چکے ہیں اور علی الاعلان اشعار کی صورت میں تحریری طور پر متعدد بار اظہار فرما چکے ہیں اس لئے ان کے ساتھ موالات قائم

رکھے جو کہ اب تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔

۴۲ سال کیوں ساتھ دیا؟

سوال :۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے ۴۲ سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ کیوں دیا؟

جواب :۔ ۱۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے وصال کے وقت وصیت کی تھی کہ یہ میرا بیٹا بہت نامور ہے اس کی حفاظت کرنا۔

۲۔ سفر شام میں بحر راہب نے بتایا تھا کہ اس نے شجر و حجر کو سجدہ کرتے دیکھا ہے اور یہ صرف نبی کو ہی کرتے ہیں۔ حضرت ابو طالب کا ایمان تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے متعلق اسی وقت پختہ یقین ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اپنی ذمہ داری بنا لی۔

۳۔ حضرت ابو طالب کے دل نے جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تو ایک مومن ہونے کے ناطے دلی محبت شروع ہو گئی اور پھر ناموس رسالت اور جان رسالت کی حفاظت کرنی شروع کر دی۔

۴۔ آخری بات یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر مومن محبت کرتا ہے اور جو محبت نہ کرے وہ کافر منافق ہے۔

۵۔ طبعی محبت صرف عارضی ہوتی ہے اور جب اس میں دین کی مداخلت ہو تو پھر یہ ختم ہو کر دینی محبت یا نفرت میں بدل جاتی ہے ابولہب نے تو کبھی طبعی محبت کا اظہار نہ کیا۔ اس نے ہمیشہ ہمیشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہی کی اور کفار و مشرکین کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

انیسواں باب

ابو طالب کے لئے شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابو طالب کے لئے ہر خیر کی امید

(حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ا۔ روی عن اسحاق بن عبداللہ بن حارث قال قال العباس الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اتر جولای طالب؟ قال کل الخیر ارجو من ربی (طبقات ابن سعد۔ خصائص کبریٰ تفسیر مراح لبیو ج ۲، ص ۱۴۷)

ترجمہ :۔ اسحاق بن عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، کیا آپ ابوطالب کے لئے پر امید ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنے پروردگار سے ان کے لئے ہر خیر اور بھلائی کے امیدوار ہیں۔

تشریح

مما یدل علی ان ابا طالب مومن "ارجو من ربی" و رجاؤہ محقق ولا یرجو کل الخیر الامومن (ا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ میں اپنے پروردگار سے ان کے لئے ہر بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔ اس امر کی دلیل ہے کہ جناب ابوطالب مومن ہیں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے لئے پر امید ہونا محقق ہے جب کہ ہر خیر اور بھلائی کی امید سوائے مومن کے نہیں کی جا سکتی۔

۲۔ واما روی عنه انه صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم عارض جنازة عمه ابی طالب فقال صلت الرحم جزیت خیرا یاعم (۲)

مگر روایت میں آیا ہے کہ رسول ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا' چچا جان آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

قال ابن عباس عَارض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم جنازة ابی طالب وقال صلت الرحم و جزاک اللّٰہ خیرا یاعم (۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جناب ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چچا جان آپ نے حق صلہ رحمی ادا کر دیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نیز اورده اندکه سید عالم صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم ہمراہ جنازه ابوطالب می رفت ومی گفت اے عم من صله رحمی بجا آوردی و درحق من تقصیر نه کر دی (۴)

اور روایت آئی ہے کہ سید عالم رسول اللہ ﷺ حضرت ابوطالب کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور فرمایا اے میرے چچا جان آپ حق صلہ رحمی بجا لائے ہیں اور آپ نے میرے حق میں کبھی تقصیر نہیں کی اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حوالے :۔ ۱۔ اسنی المطالب ۔ ص ۱۳ تفسیر لبید ج ۲' ص ۱۴۷ مولفہ محمو نووی الجاوی مطبوعہ مصر

۲۔ سیرت حلبیہ ج ۲' ص ۴۷ للعلامہ برہان الدین حلبی مطبوعہ مصر

۳۔ تاریخ الخمیس ج ۱' ص ۳۰۱ مطبوعہ مصر للعلامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری

۴۔ مدارج النبوت ۔ معارج النبوت

بیسواں باب

مومن کا وارث مومن ہوتا ہے

کس کا وارث ۔۔۔ کون؟

اگر کوئی کافر مشرک شخص کسی مسلمان رشتہ دار کے گھر فوت ہو جائے تو اس کی میت کو مسلمان ہاتھ نہ لگائیں بلکہ اس کے کسی کافر رشتہ دار کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اس کا گور گڑھا کرے۔

شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک عیسائی عورت کی میت کے سلسلہ میں انہی بنیادوں پر فتویٰ صادر فرمایا ہے جس کی پوری عبارت حسب ذیل ہے۔

سوال :۔ اگر ایک شخص نے گرہستی عورت کے ساتھ نصاریٰ کے گرجے میں نکاح کیا، پھر اسلامی طریقہ کے مطابق نکاح کیا، اور وہ عورت اپنے نصاریٰ کے گرجے میں پوجا کرنے کو جاتی ہے آیا اگر اس عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کے دفن کفن کا کیا حکم ہے؟

جواب :۔ صرف اتنی بات کہ اس نے مسلمان سے نکاح کر لیا اسے مسلمان نہ کر دے گی کہ مرتد ٹھہرے وہ بدستور نصرانیہ ہے لہٰذا اس کے نصرانی رشتہ داروں کو دے دی جائے کہ وہ اس کا گور گڑھا کریں۔ الھدایہ میں ہے

اذامات الکافر له ولی مسلم یغسله غسل الثوب النجس و یلف فی خرقه و تحفرله حفیرة من غیر مراعاة التکفین و اللحد و لایوضع فیها بل یلقی

فتح القدیر شرح الھدایہ میں ہے۔

مقید بما اذا لم یکن قریب کافر فان کان خلی بینہ و بینھم

یعنی جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا کوئی رشتہ دار مسلمان ہو تو وہ اسے سنت طریقہ کی رعایت دیئے بغیر ایسا غسل دے جیسے ناپاک کپڑے دھوتے ہیں اور ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر ایک تنگ گڑھے میں پھینک دے' آہستگی سے نہ رکھے بلکہ اوپر سے ڈال دے۔

اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس کا کوئی کافر رشتہ دار موجود نہ ہو ورنہ اس کافر کے حوالے کرے۔

مندرجہ بالا عبارت میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فتوٰے صادر فرمایا ہے اگر کسی مسلمان کا کافر رشتہ دار فوت ہو جائے تو اس کی میت اس کے کافر رشتہ دار کے حوالے کر دی جائے مسلمان صرف اسے غلیظ کپڑے کو دھونے کی صورت میں غسل دے سکتا ہے اور یہ اس وقت ہے جب اس کا کوئی کافر رشتہ دار سرے سے ہی موجود نہ ہو۔

اس فتوے کی روشنی میں اب یہ مسئلہ حل فرمائیں کہ جب حضرت ابوطالب کے وصال کے وقت ان کے دو بیٹے جناب طالب اور حضرت عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بحالت کفر موجود تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور خاص ان کے غسل' کفن کے لئے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کا انتخاب کیوں فرمایا۔

علاوہ ازیں بقول فاضل بریلوی کافر میت کا اگر کافر رشتہ دار نہ مل سکے تو بحالت مجبوری مسلمان صرف یہ کر سکتا ہے کہ کافر کی میت کو نجس کپڑے کی طرح غسل دے کر تنگ سا گڑھا کھود کر اس میں اوپر سے پھینک دے۔

مگر اس طرف صورت یہ ہے کہ حضور ﷺ نہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہیں کہ اپنے باپ کو اس کے کافر بیٹوں طالب و عقیل کے حوالے کر دو اور نہ ہی یہ فرماتے ہیں کہ اپنے باپ کو گندھے کپڑے کی طرح غسل دے کر چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں پھینک آؤ۔ بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ روتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ علی اپنے باپ کو خود غسل دو۔ ان کو کفن پہناؤ اور ان کی تدفین کرو اور ان امور سے فارغ ہو کر سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو اور پھر جب حضرت علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ انہیں اپنی شفقت آمیز دعاؤں کی وہ قیمتی متاع عطا فرماتے ہیں جو بقول حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی تھی۔

نتیجہ

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد جنازہ کے متعلق فرمان نبی ﷺ اور آپ ﷺ کا طرز عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے۔

اکیسواں باب

عاشق رسول ﷺ
حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آقا کی ثنا گستری کا اعزاز

آقا ﷺ کی مدح سرائی اور ثنا گستری ایک بہت بڑا اعزاز ہے، جنہوں نے دیکھا وہ بھی آپ کی مدحت میں رطب اللسان رہے، اور جنہوں نے نہ دیکھا وہ آپ کی عظمت کے نغمے آلاپتے رہے، وہ جنہوں نے دیکھ کر آپ ﷺ کی قصیدہ خوانی کی ہے ان میں ایک بڑا نام جناب ابو طالب کا ہے، جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بہت کچھ دیکھا، سفر میں بھی، حضر میں بھی، جنہیں قدم قدم پر جناب سرکار دو عالم ﷺ کا ساتھ دینے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

وہ تمام مصائب و آلام (جو کفار مکہ آپ ﷺ پر ڈھا رہے تھے) تن تنہا مقابلہ کرنے والا مومن یقین (جس کا کردار اور جس کی گفتار ایک عظمت کے مینار نور ہونے کی گواہی دیتے ہیں) عشاق مصطفیٰ ﷺ کے لئے مشعل راہ، شہنشاہ ولایت کے فرمان کے مطابق "تاریکی کا نور" جس کا سامنا کرتے ہوئے کفار مکہ کے سورماؤں کے دل دہل جاتے تھے، وہ آقا ﷺ کا ۴۲ سال کا شفیق ساتھی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تو تھے۔۔۔ بالمشافہ نعت و منقبت کی سعادت پائی۔

حضرت ابو طالب کا دیوان شعر و ادب کا عظیم ترین شاہکار ہے۔ آپ کو شعر کہنے پر قوت و قدرت تامہ حاصل تھی۔ فی البدیہ شعر کہنے میں آپ کو اس قدر ید طولیٰ حاصل تھا کہ عام گفتگو کرتے وقت پوری کی پوری بات اشعار ہی میں کہہ دیا کرتے تھے۔

آپ کے شعروں میں تصنع کا نام تک نہیں ملتا۔ بلکہ ہر شعر میں ایک خاص قسم کی بے ساختگی اور سادگی پائی جاتی ہے۔ آپ کے کلام بلاغت نظام کی افادیت اور عظمت کا اس ایک بات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولائے کائنات باب مدینۃ العلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اخلاق و ادب کے ساتھ ساتھ ذوق شعریت کی تسکین حاصل کرنا ہو تو دیوان ابوطالب کا مطالعہ کریں۔

اس مقام پر آپ کے نعتیہ اشعار میں سے محض چند ایسے شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جو یا تو براہ راست رسول اللہ ﷺ کی نعت پاک پر مشتمل ہیں یا آپ کے دشمنوں کی ہجو و مذمت کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔

غیر مسلموں کی نعت گوئی

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی سرکار دو عالم ﷺ کی مدح و ستائش کی ہے اور نعتیں بھی لکھی ہیں تو پھر انہیں مسلمان کیوں نہیں سمجھا جاتا۔ ان کے ہاں بات ایمان کی نہ تھی بلکہ وہ انسانیت کے حوالے سے ایسے اشعار کہنے پر مجبور تھے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا نام محمد ہے جو حمد سے مشتق ہے۔ آپ ﷺ کی تعریف لا متناہی ہے اور کائنات کی ہر چیز بالواسطہ طور پر یا بلاواسطہ آپ کی تعریف وتوصیف اور مدح ستائش کرنے پر مجبور ہے۔

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب محمد مصطفےٰ ﷺ کی نعت گوئی کا آغاز کیا۔ تو ان کا رنگ تقلیدی نہ تھا۔ اپنے جذبات اور احساسات تھے جو کچھ دیکھتے تھے بے ساختگی کے ساتھ بیان کر دیتے تھے۔ ان پر جو اکرام براہ راست سرور دو عالم ﷺ کی طرف سے ہوتے تھے ان کا موزوں طریقے سے اظہار کر دیتے تھے۔ وہ ایسی کوئی بات زبان سے نہیں کہتے تھے جس کے ساتھ ان کے دل کی آواز شامل نہ ہو۔

سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے گئے متعدد قصائد سے منتخب شعر پیش کرتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین سب سے بہتر دین ہے

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم
حتی اوسد بالتراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک غضاضه
و ابشر بذلک و قر منک عیونا
و دعوتنی و علمت انک صادق
و لقد صدقت و کنت ثم امینا
و لقد علمت بان دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من خیر ادیان البریته دینا

ترجمہ :۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا آپ مطمئن ہو کر اپنی بات کا اعلان اور اظہار فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ اپنے موقف میں سچے ہیں اور یقیناً آپ سراپا صدق ہیں اور پھر امین ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین دنیا کے تمام مذاہب سے بہتر ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی باعث افتخار ہیں

اذا اجمعت یوما قریش لمفخر
فعبد مناف سرھا و صمیمھا
فان حصلت اشراف عبد منافھا
ففی ہاشم اشرافھا و قدیمھا

وان فخرت یوما فان محمد ﷺ

هو المصطفیٰ ﷺ من سرها و

کریمها

ترجمہ :۔ اگر قریش میں قابل فخر کوئی ہستی ہے تو وہ عبد مناف ہیں اور اگر عبد مناف میں کوئی بات ہے تو وہ بنی ہاشم میں ہے اگر بنی ہاشم میں قابل فخر کوئی چیز ہے تو وہ محمد مصطفیٰ ﷺ میں ہے۔

محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں

انت النبی محمد ﷺ قوم اغر سود

لمسو دین اکارم طابوا و طالب المولد

والماء زمان وما حوت عرقاتها و المسجد

ولقد عهدتک صادقا فی القول لاینتزید

مازلت تنطق بالصواب وانت طفل امرد

ترجمہ :۔ آپ ﷺ نبی محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ بزرگ روشن پیشانی والے اور سردار ہیں۔ آپ ﷺ کے بزرگ بھی صاحب مکارم الاخلاق اور باعظمت تھے۔ عرفات اور مسجد الحرام کے درمیان کی بستیاں اس وقت تک مطمئن ہیں کہ جب تک مجھ جیسا بہادر اور پہلوان زندہ ہے۔

میں نے آپ ﷺ کو بہت ہی صادق القول پایا ہے اور یہ آج سے نہیں بلکہ آپ کو بچپن سے ہی سچا پایا ہے۔

میری جان حاضر ہے

لایمنعک من حق تقوم ابه
اید تقول و لی سلق باصوات
فان کفک و کفی ان ملیت بهم
و دون نفسک نفسی فی المسلمات

ترجمہ :- آپ ﷺ اپنی تبلیغ میں کسی قسم کا فکر نہ کریں نہ کسی کی بات کا اور نہ کسی کے ہاتھ کا میں ہر طرح آپ ﷺ کے ساتھ ہوں۔ فائدہ ہے تو آپ کا اور اگر قربانی کی ضرورت ہو تو میری جان حاضر ہے۔

کفار کا عہد نامہ ضائع ہونے پر آپ نے بلیغ ترین منظوم منشور خطبہ ارشاد فرمایا جس کے صرف تین شعر پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے باطل کو برباد کر دیا

و قد کان امرالصحیفته عبدة
متی یخبر غائب القوم یعجب
محا الله منها کفرهم و عقوقهم
و مانقموا من ناطق الحق معرب
فاصبح ما قالوا من الامر باطلا
و من یختلق مالیس بالحق یکذب

ترجمہ :۔ اس دستاویز کا قصہ بھی مقام عبرت بن گیا۔ غیب کی خبر پر قوم کو نہایت تعجب ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے کفر و باطل اور حق کی مخالفت کے کلمات کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کی بات باطل ہو گئی کیوں نہ ہو جو حق کے خلاف کہے گا۔ جھوٹا بنے گا۔

اظہار تشکر و امتنان

الا هل اتى بحرينا صنع ربنا
على نائهم؟ والله بالناس ارود
فيجزهم ان الصحيفته مزقت
و ان كل مالم يرضه الله، مسفد

ترجمہ :۔ کاش کوئی سمندر پار حبشہ کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے اس کرم کی اطلاع کر دیتا۔ کوئی انہیں بتا دیتا کہ دستاویز برباد ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو کام فاسد ہی ہوتا ہے۔

شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الا ان خيرالناس نفسا والدا
اذا عد سادات البريه احمد
نبى الاله و الكريم باصله
واخلاقه و هو الرشيد المويد
حزيم على جل الحطوبه كانه
شهاب بكفى قابس يتوقد
من الاكرمين من لوى بن غالب
اذا سيم خسفا وجهه يتربد
طويل النجاد خارج نصف ساقه
على وجهه يسقى الغمام ويسعد
عظيم الرماد سيد و ابن سيد
يحض على مقرى الضيوف و يحشد

ترجمہ :۔ یاد رکھو کہ حسب نسب کے اعتبار سے سب سے بہتر محمد ﷺ کی ذات ہے۔ یہ خدا کے نبی کریم الاصل اعلیٰ اخلاق والے ہدایت دینے والے اور موید ہیں۔ حوادث کی یوں وضاحت کرتے ہیں جیسے کسی کے ہاتھ میں روشنی کا شعلہ ہو۔ لوی بن غالب کے اعلیٰ خاندان کے ایک ہی فرد ہیں۔ جن کا چہرہ اقدس ذات کے تصور سے ہی متغیر ہو جاتا ہے یہ ایک طویل قامت انسان ہیں۔ انہیں کے نام پر بادل پانی برساتے ہیں۔ پیکر سخاوت، سردار ابن سردار، مہمان نواز اور یکتائے زمانہ ہیں۔

حضرت ابوطالب کے بعد قریش کی ایذا سانیاں

جب تک ابوطالب رضی اللہ عنہ زندہ رہے ہمیں قریش کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی فرمان رسول کریم ﷺ

سرکار دو عالم ﷺ نے آپ کی جدائی کو شدت سے محسوس کیا کئی روز تک آپ چچا کے غم میں گھر کے اندر ہی روتے رہے۔ ابھی یہ زخم تازہ ہی تھا کہ ملکہ فردوس بریں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہو گیا۔ اس دوہرے غم نے آپ کو اور بھی نڈھال کر دیا۔ محترم چچا اور زوجہ مقدسہ کے نہ بھولنے والے غم کی وجہ سے آپ نے اس سال کا نام ہی عام الحزن یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

ماہ وصال میں سیرت نگاروں کا معمولی سا اختلاف ہے ملاحظہ ہو۔

مات عمہ ابوطالب فی شوال من السنہ العاشرہ و غیر ھما و توفی عمہ ابوطالب فی اول ذیقعدۃ زیادہ تر تو مورخین ماہ شوال ہی لکھتے ہیں بہرحال یہ کوئی تفاوت نہیں ممکن ہے شوال کی آخری تاریخ ہو جو ذیقعد کی پہلی تاریخ سمجھ لی گئی ہو۔ واللہ اعلم ورسولہ معتبر روایات کے مطابق آپ نے ۸۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (زرقانی علی المواہب)

بعض کے نزدیک آپ کی عمر ۸۷ سال بنتی ہے لیکن زیادہ درست یہی ہے کہ آپ کی عمر پچاسی سال تھی۔ اس وقت سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک ۵۰ سال تھی اور حضرت ابوطالب آپ کے ظہور مبارک کے وقت پینتیس سال کے تھے۔ واللہ اعلم ورسولہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے باپ کی موت پر بڑے دردناک مرثیے کہے اور آپ اس صدمہ کی وجہ سے پوری پوری رات گریہ کناں رہے۔

حضرت ابوطالب کے بعد کفار و مشرکین مکہ خوب کھل کھیلے۔ ابوطالب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سرکار دو عالم ﷺ پر جو ستم وہ نہیں توڑ سکتے تھے اب ان کا آغاز ہو گیا اور آپ کو شدید قسم کی اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ سرکار دو عالم ﷺ کا اس مقام پر اپنا ارشاد ہے۔

عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قالت منی قریش شیا اکرہ حتی مات ابوطالب (طبقات ابن سعد ۱۲۰ ـ اسد الغابتہ ۱۳ ـ ۱)

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ابوطالب رضی اللہ عنہ زندہ رہے ہمیں قریش کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

فلما ھلک ابوطالب نالت قریش من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من الاذی مالم تکن بہ حیاۃ ابی طالب (سیرت ابن ہشام، حاشیہ روض الانف ۲۶۶ ـ ۲ طبری ۸۵ ـ ۱)

پس جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو قریش نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی اذیتیں دینا شروع کر دیں جو وہ ابوطالب کی زندگی میں نہیں دے سکتے تھے۔

بائیسواں باب

کون حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی کے والد ماجد ہیں جنہوں نے یہ فرمایا:

انا علی وابن عبدالمطلب

میں علی اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

عام خیبریوں کو خطاب، کمال شجاعت و بہادری کا اظہار

انا علی وابن عبدالمطلب
مهذب نواسطوة و ذوحسب
قرن اذا لاقیت قرنا لم اهب
من یلقنی یلق المنا یلو الکرب

میں علی اور ابن عبدالمطلب ہوں
پاکیزہ صاحب جبروت اور خاندانی ہوں
جب میں مقابل سے ملتا ہوں تو نہیں ڈرتا ہوں
جو مجھ سے ملے گا موت اور مصائب سے ملے گا

مرقد داری کار جز روز خیبر اور اظہار علو حسب بمقابل جناب حیدر

انا الغلام العربی عند النسب
احمی جواری و اذب عن حسبی
واقتل القرن الجری عندالغضب
للضرب والطعن الشدید انتصب
من انت ان کنت کریما فانتسب

نسب کے لحاظ سے میں عربی لڑکا ہوں
پڑوسی کی حمایت کرتا ہوں اور نسب کی مدافعت
اور غصہ کے وقت دلیر مقابل کو قتل کرتا ہوں
تلوار اور سخت نیزہ بازی کے ذریعہ سیدھا کھڑا ہو جاتا ہوں
تم کون ہو اگر شریف ہو تو اپنا نسب بیان کرو

مناسب اور عمدہ طریقہ سے اس کا جواب

انا علی وابن عبدالمطلب
اخوالنبی المصطفٰے المنتخب
رسول رب العلمین قد غلب
بینه رب السماء فی الکتب
وکلهم یعلم لا قول کذب
ولا بزورحین یدعی بالنسب
صافی الادیم و الجبین کالذهب
الیوم ارضیه بضرب غصب
ضرب غلام ارب من العرب
لیس بخو اریری عند النکب
فاتبت لضرب من حسام کاللهب

میں علی اور ابن عبدالمطلب ہوں
برگزیدہ اور منتخب پیغمبر کا بھائی ہوں
خدائے ہر دو جہان کے پیغمبر غالب ہوئے
اس کو رب السماء نے کتابوں میں بیان کر دیا ہے
اور سب کے سب جانتے ہیں یہ جھوٹی بات نہیں
نہ کذب ہے جس وقت نسب کی طرف پکارا جاتا ہے

وہ نسب صاف و ستھرا ہے مثل سونا کے

آج میں اس کو مار اور غصہ سے راضی کروں گا

وہ مار عربی عقلمند لڑکے کی مار ہو گی

جو تکلیف کے وقت کمزور نہیں معلوم ہوتا

پس شعلہ کی طرح تلوار کی مار کے وقت ثابت قدم رہ

کور دیدہ ولید بن مغیرہ کو سرزنش

یھد دنی بالعظیم الولید

فقلت انا ابن ابی طالب

انا ابن المبجل بالابطحین

و بالبیت من سلفے غالب

فلا تحسبنی اخاف الولید

ولا اننی منہ بالھائب

فیا ابن مغیرہ انی امرو

شموخ الانامل بالقاضب

طویل اللسان علیٰ الشائین

قصیر اللسان عن الصاحب

خسرتم بتکذیبکم للرسول

تعیبون مالیس بالعائب

وکذبتموہ بوحی السماء

الا لعنتہ اللّٰہ علی الکاذب

مجھے ولید بڑی مصیبت کی دھمکی دیتا ہے

میں نے کہا میں ابوطالب کا بیٹا ہوں

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بطحا اور خانہ کعبہ میں معزز کیا جاتا ہے

اور میرے اسلاف خانہ ان غالب سے ہیں
پس مجھ کو یہ نہ خیال کر کہ میں ولید ڈروں گا
اور نہ میں اس سے خوفزدہ ہوں گا
پس اے ابن مغیرہ میں وہ شخص ہوں
جس کی انگلیاں تیز تلوار اٹھائے رہتی ہیں
دشمنوں کو سخت جواب دینے والا
دوستوں سے نرمی سے گفتگو کرنے والا ہوں
تم لوگ نقصان میں رہے اس لئے کہ تم نے پیغمبرؐ کی تکذیب کی
جس میں کچھ عیب نہیں اس کو عیب لگاتے ہو
تم اس پر آسمان سے وحی نازل ہونے کو جھٹلایا
سنو جھوٹے پر خدا کی لعنت اور پھٹکار

ابولہب کی طرف روئے سخن اور اس کو ترک ادب محمد مصطفےؐ پر سرزنش

ابا لهب تبت یداک ابالهب
وصخرة بنت الحرب حماله الحطب
هدلت نبی الله قاطع رحمه
فکنت کمن باع السلامه بالعطب
لمخوف ابی جهل فاصبحت تابعا
له وکذاک الراس یتبعه الذنب
ناصبح ذاک الامر عارا یهیله
علیک حجیج البیت فی موسم العرب
ولو لان عن بغض الا عادی محمد
لحانی ذووه بالرماح و بالقضب
ولن یشملوه اویصرع حوله
رجال ملاء بالحروب ذوحسب

ابولہب تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں ابولہب!
مع صخرہ بنت حرب کے جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے
تم نے پیغمبر خدا کو چھوڑا اور قطع رحم کیا
پس تم اس شخص کے مثل ہو گئے جس نے سلامتی کو ہلاکت کو بدلے بیچ دیا
ابوجہل کے ڈر کے مارے تم اس کے تابع ہو گئے
جس طرح دم سر کے تابع ہوتی ہے
یہ معاملہ ایسا ننگ ہے جس کو خانہ کعبہ کے
حجاج زمانہ حج میں ہمیشہ تمہاری طرف منسوب کریں گے
اگر محمدؐ اعداء کے بغض سے نرم پڑ گئے ہوتے
تو وہ اصحاب میں نیزوں اور تلواروں سے ہلاک کر ڈالتے
وہ ان کو پچھاڑ نہیں سکتے یہاں تک کہ آپ کے گرد
وہ لوگ پچھاڑ دیئے جائیں جو جنگ میں تجربہ کار اور خاندانی ہیں

شان حضرت ابوطالب علیہ سلام

شہنشاہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کیا کہتے ہیں

اپنے باپ کا مرثیہ جنہوں نے شعار موافقت اختیار کیا اور قریش مخالفت وثار کی مذمت

ارقت لنوح اخر الليل عردا
لشيخى ينعى والرئيس المسودا ,
ابا طالب ماوى الصعا ليک ذالندے
وذا الحلم لاخلفا ولم يک قعددا
اخا الملک خلے ثلمه سيسدها
بنو باشم اويستباح فيهمدا
فامست قريش يفرحون بفقده

ولنست اری حیا لشی مخلدا
ارادت امور زینتها حلومهم
ستور دهم یوما من الغی موردا ،
یرجون تکذیب النبی وقتله
وان یفتروا بهتا علیه ویجحد
کذبتم وبیت اللّٰه جتی نذیقکم
صدور العوالی والصفیح المهندا
ویبد و منامنظر ذوگریهه
اذا ماتسر بلنا الحدید المستردا
فاما تبیدونا واما نبیدکم
واما نرو اسلم العشیرة ارشدا
والا فان الحی دون محمد
بنو ہاشم خیر البریه محتد ،
وان له فیکم من اللّٰه ناصرا
ولست بلاق صاحب اللّٰه اوحد
نبی انی من کل وحی بخطه
فسماه ربی فی الکتاب محمد
اغر کضوء البدر صورة وجهه
جلا الغیم عنه ضوه فتوقدا
امین علٰی ما استودع اللّٰه قلبه
وان کان قولا کان . فیه مسددا

میں آخر شب میں بلند آواز سے نوحہ کرنے کے لئے بیدار ہوا
اور نوحہ اپنی اس سردار کے لئے تھا جس کی خبر مرگ پہنچیں اور سردار بنائے گئے امیر
کے لئے تھا

اس سے میری مراد ابوطالب ہیں جو صاحب جود اور غریبوں کے ملجاء ہیں
اور صاحب حلم ہیں ناخلف اور لاپاچ نہیں ہیں
اس صاحب حکومت نے اپنی موت سے ایک ایسا رخنہ چھوڑا جس کو
بنو ہاشم یا تو بند کریں گے یا پیغمبر مباح کر دیئے جائیں گے تو خدا کی طرف سے یہ آتش فرد
تو قریش ان کے مرنے پر خوش ہونے لگے
اور میں کسی کو بھی زندہ اور ہمیشہ رہنے والا نہیں دیکھتا
قریش نے اپنے کاموں کا ارادہ کیا جن کو ان کی عقلوں نے مزین کیا تھا
عنقریب وہ امور ان کو گمراہی کے گھاٹ پر اتاریں گے
پیغمبر کی تکذیب اور ان کے قتل کی امید میں ہیں
اور یہ کہ ان پر بہتان باندھیں اور انکار کریں
قسم ہے خانہ خدا کی تم جھوٹے ہو اور ایسا نہیں ہو سکتا
یہاں تک کہ ہم تم کو نیزوں کی نوک اور بندی تلوار کا مزہ چکھاویں
اور ہمیں سے نہایت ناگوار منظر شروع ہو گا
جب ہم بنا ہوا / لوہا (زرہ) پہن لیں گے
بس یا تو تم ہم کو ہلاک کر ڈالو گے یا ہم تم کو ہلاک کر ڈالیں گے
یا تم اپنے قبیلے سے صلح کو بہتر خیال کرو گے
اور اگر ایسا نہیں ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی بنی ہاشم ہیں
جو اصل کے لحاظ سے بہترین مخلوق ہیں
اور ان کے لئے تم میں خدا کی طرف سے ایک مددگار ہے
اور میں محب خدا سے تنہا نہیں ملوں گا
وہ ایسے نبی ہیں کہ ہر وحی سے ایک اہم چیز بیان فرماتے ہیں
اسی لئے خدا نے کتاب میں ان کا نام محمد رکھا ہے
چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے چہرے کی صورت روشن ہے
ابر کو اس کی روشنی نے چھانٹ دیا پس چمک اٹھا
جو کچھ خدا نے ان کے دل میں ودیعت رکھا وہ اس کے امین ہیں
اور اگر کوئی قول ہو تو اس میں آپ سچے ہیں

تنتیسواں باب

شہنشاہ ولایت مولائے کائنات کے فرمان مبارک

حیدر کردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں

ابا طالب عصمه المستجير
و غيث المحول و نور الظلم
لقد هد فقد اهل الحفاظ
وقد كنت للمصطفىٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خير عم

ترجمہ:۔ اے ابوطالب اے پناہ چاہنے والوں کی جانب پناہ' اور خشک سالی کے پانی اور تاریکی کے نور غیرت مندوں کو تیری موت نے شکستہ دل کر دیا اور آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

ارقت لنوح آخر الليل عردا
لشيخى ينعى والرئيس المسودا
ابا طالب ماوى الصعاليك ذا الندى
و ذا الحلم لا خلفا و لميك قعددا
اخا الملك خلى ثلمه سيدها
بنو هاشم او يستباح فيهمدا
فامسنت قريش يفرحون بفقده
و لست ارى حيا لشيى مخلدا

ترجمہ:۔ میں آخر شب میں بلند آواز سے نوحہ کرنے کے لئے بیدار ہوا اور نوحہ اپنے سردار کے لئے تھا۔ جس کی خبر مرگ پہنچی اور سردار بنائے گئے۔ اس سے

میری مراد ابوطالب ہیں۔ جو صاحب جود اور غریبوں کے ملجا ہیں اور صاحب علم ہیں، ناخلف اور اپاہج نہیں۔ اس صاحب حکومت نے اپنی موت سے ایک خلیج چھوڑی۔ جس کو بنو ہاشم یا تو بند کریں گے یا پیغمبر مباح کر دیئے جائیں گے تو خدا کی طرف سے یہ آتش فرو ہو گی۔ تو قریش ان کے مرنے پر خوش ہونے لگے اور میں کسی کو بھی زندہ اور ہمیشہ رہنے والا نہیں دیکھتا۔ (دیوان علی صفحہ ۵۵)

حیدر کردار خدیجہ اور ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور میں

اعینی جودا بارک اللہ فیکما

علی ھالکین لاتری لھما مثلا

علی سید البطحاء وابن رئیسھا

و سیدۃ النسوان اول من صلا

مھذبہ قد طیب اللہ خیمھا

مبارکہ واللہ ساق لھا الفضلا

مصابھما اوحی لی الجو والھوا

فبت اقاسی منھما الھم و الثکلا

لقد نصر فی اللہ دین محمد ﷺ

علی من بغی فی الدین درعیا عدلا

ترجمہ:۔ اے میری دونوں آنکھو روؤ۔ خدا تم میں برکت دے۔ ان مرنے والوں پر جن کا مثل نہیں۔ بطحا کے سردار اور اس کے رئیس کے بیٹے پر اور عورتوں کی سردار پر جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔

پاکیزہ ہیں ان کی فطرت کو خدا نے پاک بنایا ہے۔ مبارک ہیں خدا ہی نے ان کی فضیلت بیان کی ہے۔

ان کی مصیبت نے فضا کو اور ہوا کو تاریک کر دیا۔ پس میں ان کے رنج و غم کی وجہ سے تکلیف اٹھا کر رات گذارتا ہوں۔ ان دونوں نے خدا کی راہ میں ان

لوگوں کے خلاف امداد کی جنہوں نے دین محمد ﷺ میں سرکشی کی اور عہد و پیمان کا لحاظ کیا۔

حضرت ابوطالب کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت

دیوان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۱۰۴

اصبر یا بنی فالصبر احری
کل حی مصیرہ لشعوب
قد بذلناک والبکاء شدید
لفداء النجیب ابن النجیب
لفداء الاعز ذی الحسب الثاقب
والباع والفناء الرحیب

ترجمہ :۔ اے بیٹے صبر کرو۔ اس لئے کہ صبر ہی مناسب ہے اور ہر زندہ موت کی طرف جا رہا ہے۔ اگرچہ سخت آزمائش کا وقت ہے لیکن ہم نے تم کو شریف ابن شریف پر فدا کیا ہے اور اس شخص پر فدا کیا ہے جو صاحب عزت اور صاحب حسب و نسب اور عالی ظرف ہے اور کشادہ صحن والا یعنی سخی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

اتامرنی بالصبر و فی نصر احمد ﷺ
فواللہ ماقلت الذی قلت جازعا
ولکننی احببت ان تری نصرتی
لتعلم انی لم ازل لک طائفا
و سعی لوجه اللہ نصر احمد ﷺ
نبی الھدی المحمود ﷺ طفلا و یافعا

ترجمہ :۔ اے والد گرمی۔ کیا آپ مجھے احمد مجتبیٰ ﷺ کی مدد میں صبر کا حکم

فرماتے ہیں۔ بخدا میں نے جو کیا ہے گھبراہٹ میں نہیں کیا۔ البتہ میری خواہش ضرور ہے کہ آپ میری نصرت ملاحظہ فرمالیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں ہمیشہ سے آپ کا فرمانبردار ہوں میری کوشش احمد مجتبیٰ ﷺ جو کہ ہدایت کے پیغمبر اور بچپن و جوانی میں قابل ستائش رہے ہیں کے لئے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔

یہ مکالمہ

باپ بیٹے کا یہ مکالمہ اگر سطحی نظر کی بجائے بنظر عمیق پڑھا جائے تو اس کا ایک ایک جملہ اس بات پر شاہد و عادل ہے کہ حضرت ابوطالب ہرگز مشرک نہیں تھے۔

کوئی مشرک باپ اپنے بیٹے کو یہ وصیت نہیں کر سکتا کہ تم اسلام اور بانی اسلام کی نصرت و حمایت اور امداد میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھنا۔ اس لئے کہ میں نے تمہیں بانی اسلام پر فدا کر دیا ہے۔

اور پھر بیٹے کا یہ جواب کہ آپ مجھے حضرت محمد ﷺ کی نصرت و حمایت کی تلقین فرماتے ہیں تو میں اس پر پورا اتروں گا۔ البتہ میری یہ خواہش ہے کہ کاش آپ اپنے اس ارشاد کی تعمیل کرتا ہوا مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔

اور یہ کہ آپ مجھ پر پورا پورا یقین رکھیں۔ کیونکہ میں نے عمر بھر کبھی بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔

کیا یہ کسی مشرک اور مومن کے درمیان مکالمہ ہے۔ کیا کوئی مومن بیٹا ہمیشہ ہمیشہ مشرک باپ کی فرمانبرداری کر سکتا ہے۔

کیا کوئی مشرک باپ اپنے بیٹے کو اسلام پر مضبوط رہنے کی تلقین کر سکتا ہے۔ عقل سلیم کے لئے اس مکالمے میں کتنے لطیف اشارے موجود ہیں۔

باپ ہو یا بیٹا نظریات کی مخالفت کبھی ایک راہ پر نہیں چلنے دے گی۔ جس

طرح دو تلواریں ایک میان میں نہیں سماسکتیں اسی طرح کفراور اسلام آپس میں ہم آہنگ نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہاں بیٹے کے دل کی بات باپ کی زبان سے ادا ہو رہی ہے اور باب العلم شیرخدا حیدر کردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں نے ہمیشہ آپ کی فرمانبرداری کی ہے کتنی بڑی دلیل ہے حضرت ابوطالب کے صاحب ایمان ہونے کی۔

ورنہ مشرک اور بت پرست باپ کے کعبے کے بت توڑنے والا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس طرح پوری زندگی میں فرمانبرداری کر سکتا ہے جبکہ اس کے برعکس سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کفرو اسلام کی مخالفت کی وجہ سے کتنے ہی بیٹے اپنے باپوں سے اور کتنے ہی باپ اپنے بیٹوں سے ٹکرا گئے۔ (ذرا جنگ بدر میں جھانک کر دیکھو تو)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ ابوسفیان حالت کفر میں اپنی بیٹی کے گھر آتا ہے اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھے تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیچے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کھینچ لیتی ہیں اور ابوسفیان کے احتجاج پر یہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر پر کسی مشرک کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ کچھ سمجھ آیا۔

درج ذیل روایت خصائص کبری شریف سے پیش خدمت ہے۔

عن عبدالله بن ثعلبه بن صعير النذری ان اباطالب
لما حضرته الوفاة ۔ دعا بنی المطلب فقال لن
تزالوا بخير ما سمعتم من محمد وما اتبعتم امره
فاتبعوه و اعينوه ترشدوا

ترجمہ :۔ عبداللہ بن صعیر العذری سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد کو بلایا اور کہا کہ

تم ہمیشہ اچھی حالت میں رہو گے جبکہ محمد ﷺ کی بات سنتے رہو گے اور ان کے احکام کی اتباع کرتے رہو گے' ان کی اتباع کرو' ان کی مدد کرو' ہدایت پا جاؤ گے۔

مندرجہ بالا وصیت کوئی کافر و مشرک اور بت پرست اپنے اعزہ اقارب اور اولاد کو ہرگز نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی بت پرست اور مشرک یوں توحید خداوندی پر فدا ہونے کی ترغیب دے اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری اور اطاعت کو رشد و فلاح کا موجب قرار دے۔

یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو کر بھی اطاعت مصطفےٰ ﷺ کی تبلیغ کرے۔ توحید خداوندی پر مرمٹنے کی تلقین کرے اور زندگی کا بیشتر حصہ اسلام اور بانی اسلام پر فداکاری میں گزار دے اور کافر و مشرک بھی رہے۔

کیا آپ تاریخ اسلام میں ایسی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں اور اگر جواب نفی میں ہے تو آپ اس محسن انسانیت ﷺ کے محسن پر ہی کیوں بدگمان ہیں۔ کیا آپ اپنے دل کی بھڑاس ابوجہل اور ابولہب جیسے اشقیاء القلوب اور دشمنان رسول اللہ ﷺ پر نہیں نکال سکتے؟

آپ ایک شاتم رسول ﷺ کی انگلی کو تو جہنم میں محفوظ تسلیم کر سکتے ہیں چاہے وہ واقعہ کسی کے خواب کا ہی ہو۔ مگر مداح رسول ﷺ کو جہنم کی ایسی جگہ پھینک رکھا جہاں ان کا دماغ بھٹی کی طرح کھولتا ہے۔

حیرت ہے دماغ کا بھٹی کی طرح کھولنا آپ کے نزدیک فائدہ کی وجہ سے ہوا ہے اگر یہ فائدہ ہے تو پھر سزا کیا ہے؟ کیسی عجیب باتیں کر رہے ہو۔

چوبیسواں باب

حضرت ابوطالب کے ایمان کی گواہیاں

مختلف اور متضاد روایات تو بعد کی بات ہے جو ہم تک مختلف ذرائع سے پہنچی ہیں اور پھر ان میں رد و بدل کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مطلب یہ کہ مختلف مفسرین اور سیرت نگار کسی نہ کسی وجہ سے کوئی لفظ یا سطر چھوڑ گئے ہوں گے۔ خصوصاً جب مختلف علاقوں میں پہلے ادوار میں پرنٹنگ کی وہ سہولتیں موجود نہ تھیں جو کہ آج کل ہیں اس لئے وہ گواہیاں پیش کی جا رہی ہیں جو کہ سب کے لئے قابل قبول ہونی چاہیں۔

آقا ﷺ کا اپنے چچا کی وفات تک ساتھ دینا

۱۔ آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خصوصاً دس سال تک ان کا ساتھ دیا۔

۲۔ بعینہ حضرت ابوطالب نے بھی اعلان نبوت کے بعد دس سال تک آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا مرنے تک۔

۳۔ آقا ﷺ کا معجزہ یعنی پانی کا چشمہ نکلا۔ (یہ مومنوں کے لئے ہوتا ہے)

۴۔ مدینہ منورہ میں بارش کے موقع پر خوشی کے ساتھ ذکر فرمانا کہ اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو خوش ہوتے۔

۵۔ آپ صاحب کلی علم غیب ہیں۔ جنتیوں اور دوزخیوں کے نام ان کے باپ دادا اور قبیلوں کے ناموں کے رجسٹر آپ کے پاس تھے اور صحابہ کرام کو ان کے متعلق بتایا۔ چنانچہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب مومن ہیں ورنہ کبھی ذکر نہ کرتے۔۔۔ (ابولہب کا تو ذکر کبھی نہ کیا گیا)

۶۔ حضرت عقیل بن ابوطالب کے ساتھ بھی حضرت ابوطالب کا ذکر خیر کیا۔

۷۔ شب معراج، آسمان اول، حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف جنتی وجود اور بائیں طرف دوزخی وجود دیکھے۔ تو یقیناً ابوطالب کے متعلق تو جانتے ہی ہوں گے کہ کن میں ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی

اگر نزع والی روایت کو مستند مان ہی لیا جائے تو پھر بھی حضرت عباس کی گواہی قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ آپ نے فرمایا (واللہ لقد قال اخی الکلمہ التی امرته ان یقولها)

ترجمہ:۔ اللہ کی قسم، بلاشبہ میرے بھائی نے وہ کلمہ کہا جس کے کہنے کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم بھری

۱۔ اس پر اعتبار کرنا چاہئے چاہے کسی کا کوئی مذہب ہی ہو۔ منکرین ایمان ابوطالب کہتے ہیں کہ وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے اس لئے ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا نام جب بیچ میں آجائے تو پھر نہ ماننا اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین ہے۔

۲۔ یہودی اور منافق کے کیس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی بات سن کر میرٹ کے مطابق فیصلہ دیا جو یہودی کے حق میں تھا۔۔۔ نکتہ یہ ہے کہ یہودی تو اسلام نہیں لایا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو درست موقف رکھتا تھا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔

۳۔ عرب لوگوں کا ایک کیریکٹر تھا۔ (قطع نظر مذہب کے) وہ جھوٹ بولنا نہایت گھٹیا بات سمجھتے تھے ابوسفیان نے (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) شاہ ہرقل کے دربار میں سب سچ بولا اور ساتھیوں کے استفسار پر کہا کہ اگر میں جوابات جھوٹ بول دیتا تو لوگ مجھے جھوٹا ہونے کا طعنہ دیتے۔

نکتہ

آقا ﷺ کو صادق اور امین کے القاب تو کفار نے ہی دیئے تھے وہ ہم مانتے ہیں لیکن جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بات آتی ہے تو وہ نہیں مانتے۔۔۔۔ منکرین ایمان ابوطالب تمہاری عقل پر پردہ کیوں پڑ گیا ہے؟

حیرت ہے

آیت انک لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء جو کہ حضرت ابوطالب کے حق میں غلط منسوب کی جاتی ہے۔ تفسیر میں روایت حضرت ابوہریرہ کی طرف منسوب کر کے مان رہے ہیں حالانکہ حضرت ابوطالب ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے اور حضرت ابوہریرہ سات ہجری میں اسلام لائے (دس سال بعد)

شہنشاہ ولایت۔ مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ کی گواہی

آپ ولایت کے بادشاہ ہیں۔ آقا ﷺ کا فرمان ہے (تفسیر کبیر۔ سورۃ الرعد انما انا منذر و انت لکل قوم هاد کی تشریح) انا منذر و انت الهادی یا علی۔ بک یهتدی المهتدون من بعدی۔ یا علی میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔ یہ ہے مقام مولائے کائنات آپ کی مہر نہ لگے تو ولایت نہیں ملے گی۔ آپ کو ذہنی ایذا پہنچا کر کوئی مفتی مولانا علامہ شیخ القرآن وغیرہ وغیرہ پھر اپنے آپ کو ولی سمجھے اور پیر بنا پھرے تو اس سے بڑی غلط فہمی اور حماقت اور کیا ہو گی۔ مطلب یہ کہ آپ کے والد ماجد کے متعلق بولنا اور لکھنا کہ آپ کافر تھے (استغفراللہ) دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے غلاموں کے غلام تقدیریں بدل دیتے ہیں تو جو آپ فرمائیں گے کیا وہ صحیح نہیں (نعوذ باللہ۔ استغفراللہ)

فرمان مولائے کائنات جو کہ اپنے والد ماجد کے متعلق اشعار کی صورت میں ہے۔ (دیوان علی پڑھیں)

۱۔ اے ابوطالب۔ اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ

۲۔ اور خشک سالی کے پانی

۳۔ اور تاریکی کے نور بلکہ تاریکی میں نور

۴۔ بطحا کا سردار

۵۔ پاکیزہ ہیں ان کی فطرت

۶۔ مبارک ہیں خدا ہی نے ان کی فضیلت بیان کی ہے

۷۔ اللہ کی راہ میں۔ دین محمد رسول اللہ ﷺ میں سرکشوں کے خلاف مدد کی اور عہد و پیمان کا لحاظ رکھا۔

۸۔ غیرت مندوں کو تیری موت نے شکستہ دل کر دیا

۹۔ آپ مصطفےٰ ﷺ کے بہترین چچا تھے۔

فرمان نبی ﷺ در شان علی

ا۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت اور دوزخ تسیم کرنے والے ہیں۔

۲۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

۳۔ جس کا میں مولا اس کا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولا۔

الٰہی جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ اور اس کی مدد کر جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کرے اور ذلیل کر اس کو جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذلیل کیا۔

کیا خیال ہے ولایت چاہیے یا ذلت

ا۔ اگر شہنشاہ کائنات کے والدہ ماجد کو کافر (نعوذ باللہ) کہو گے تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذہنی ایذا پہنچے گی اور پھر تمہارے مقدر میں ذلت ہو گی نہ کہ ولایت۔

۲۔ شہنشاہ ولایت کے غلام منہ سے یہ لفظ نکال دیں فلاں ولی ہے تو وہ ولی بن جاتا ہے۔ پھر یہاں بات ہے ولایت کے بادشاہ کی۔ خواہ مخواہ ضد چھوڑ اپنی زندگی بھر کی محنت برباد نہ کر۔ یہ نہ تو فقہ کا مسئلہ ہے اور نہ ہی اعتقادیات کا۔ بس صرف دل کی بات ہے۔

مزار اقدس شہنشاہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم
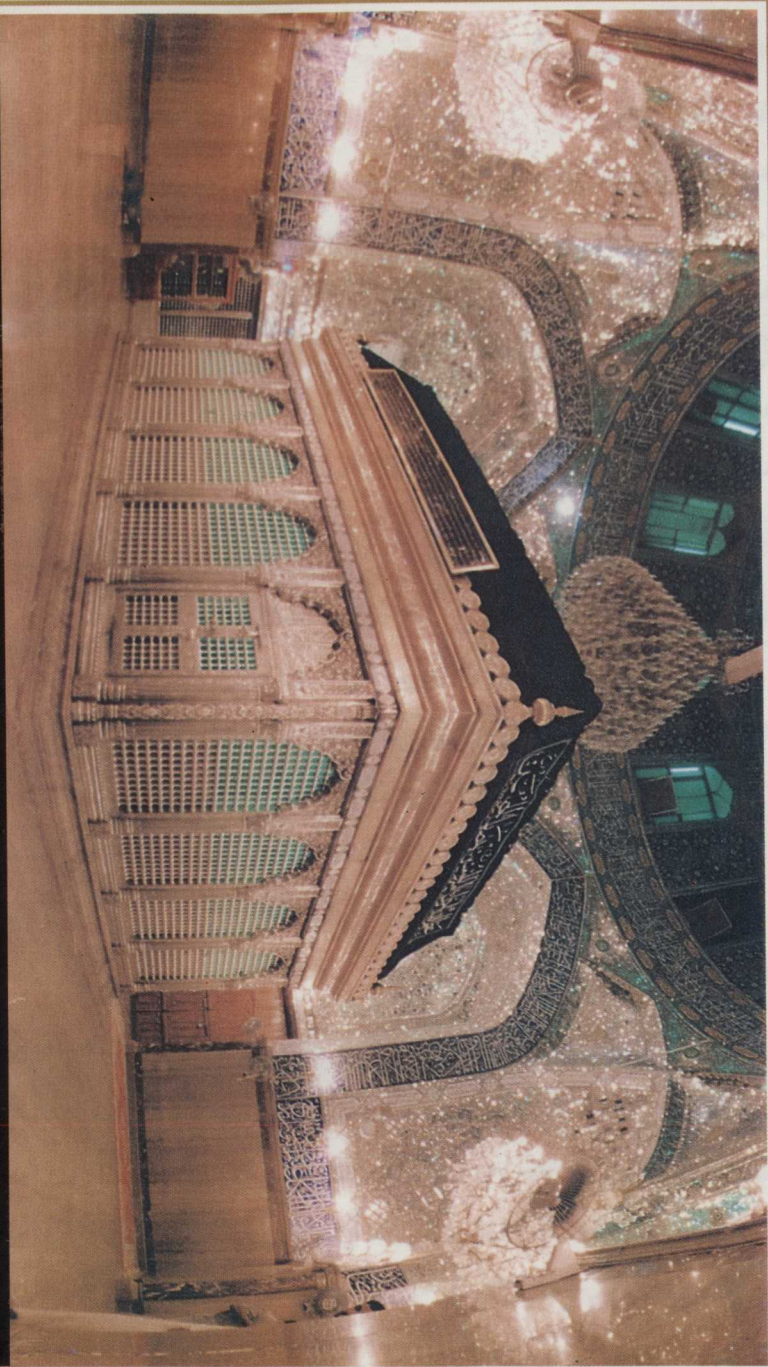
پچیسواں باب

درود ادب علی

امام دیلمی مسند الفردوس میں سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قلت لجبریل ای الاعمال احب الی اللہ عزوجل

قال الصلواۃ علیک یا محمد وحب علی

ترجمہ :- میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے انہوں نے عرض کی اے حمد و ستائش والے نبی! آپ پر درود اور علی کی محبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس میں ندائے یا محمد کے علاوہ درود شریف کے خدا تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ترین عمل ہونے کا بھی ثبوت ہے نیز یہ کہ مولا و محبوب کائنات حضرت علی علیہ سلام کی محبت بھی خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

امام ابن الجوزی الوفا باحوال المصطفےٰ ﷺ میں فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ روئے زمین' پر یہ میری آخری حاضری ہے کیونکہ میں آپ ہی کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ آپ ہی میری حاجت تھے اور امام زرقانی شرح مواہب میں امام ابو نعیم کی روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام روح انور کو قبض کرنے کے بعد آنسو بہاتے ہوئے آسمان پر چلے گئے۔

چھبیسواں باب

شہنشاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کون ہیں؟

جن کے والد ماجد کا ذکر ہو رہا ہے

یہ بھی ضرور پڑھیئے مولوی صاحب :۔ (بعض علی رضی اللہ عنہ تمہیں لے ڈوبے گا)

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکرم وہ ہیں

۱۔ جو اللہ تعالیٰ کے شیر (اسد اللہ) ہیں۔

۲۔ جب لڑتے تو جبریل علیہ سلام ان کے دائیں اور میکائل علیہ سلام ان کے بائیں ہوتے تھے۔

۳۔ جنگ احد میں جبریل علیہ سلام نے آکر فرمایا لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

۴۔ جنہیں فتح مکہ کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک کندھوں پر اٹھایا تھا کہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کریں۔

۵۔ جو قران ناطق ہیں۔

۶۔ جو منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھ کر فرمائیں سلونی (مجھ سے پوچھو)

۷۔ جن سے جبریل علیہ سلام پوچھیں کہ بتائیں اس وقت جبریل کہاں ہے۔

۸۔ جو ایک سجدہ کر کے دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ کرتے تھے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیتے (روح البیان)

۹۔ جن کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

۱۰۔ جنہوں نے امام مہدی کے ظہور کی تاریخ بسم اللہ الرحمٰن کے مبسوطی عدد سے بتائی پھر قیامت کا بتانے لگے کہ کب آئے گی پھر زبان شریف روک لی۔

۱۱۔ جس کی نماز عصر قضا ہو تو سورج واپس اپنے مقام پر پلٹے۔

۱۲۔ جنگ خندق میں عمرو عبدود سے مقابلہ کرتے ہوئے نماز عصر قضا ہو جائے اور جنہوں نے وقت پر ادا کی۔ یہ قضا ان کی ادا سے افضل ہو۔

۱۳۔ جس کی محبت میں امام شافعی کہیں کہ یہ محبت اگر رفض ہے تو جن و انسان کے گروہ تم گواہ ہو جاؤ میں رافضی ہوں۔

وہ علی جن کے متعلق رسول کریم فرمائیں

۱۔ میں علم کا شہر ہوں۔ علی علیہ سلام اس کا دروازہ ہیں

۲۔ علی مجھ سے ایسے ہے جیسے ہارون' موسیٰ سے تھا (گو کہ تم نبی نہیں ہو)

۳۔ مکمل اسلام مکمل کفر سے لڑنے جا رہا ہے (جنگ احزاب)

۴۔ یا علی تم ہادی ہو۔ میرے بعد راہ پانے والے تم سے راہ پائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

۵۔ علی سے گفتگو کے بعد فرمایا میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے علی سے سرگوشی کی

۶۔ الٰہی مجھے موت نہ دینا حتی کہ مجھے علی کو دکھا نہ دے

۷۔ جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا

۸۔ علی جنت دوزخ تقسیم کرنے والے ہیں

۹۔ جس کا میں مولیٰ اس کے علی مولا ہیں (یعنی مولائے کائنات)

۱۰۔ میرا پیغام کوئی نہیں پہنچائے گا مگر میں اور علی (امجد بن سلیمان' اسماعیل' خصائص نسائی)

وہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم جن کے متعلق صحابہ کرام یہ فرمائیں

علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا

۱۔ یا ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبارک ہو آپ نے صبح سویرا اس طرح پایا کہ ہر مومن مرد عورت کے مولیٰ ہو (مشکوۃ)

۲۔ اگر علی نہ ہوتے تو عمر تباہ ہو جاتا (لولا علی لھلک عمر) (کتاب الاستیعاب ج ۲، ص ۴۶۱)

۳۔ یا اللہ عمر وہاں نہ ہو جہاں علی نہ ہو (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱)

۴۔ ابویعلی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ارشاد فرمایا کہ حضرت علی تو تین ایسی فضیلتیں ملی ہیں اگر مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کیا فضائل ہیں۔ فرمایا اول رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا۔ دوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو مسجد میں رکھا اور جو کچھ ان کو وہاں حلال ہے مجھے حلال نہیں تیرے جنگ خیبر میں علم ان کو عطا فرمایا (تاریخ الخلفاء ص ۲۵۹)

۵۔ مال غنیمت بانٹتے ہوئے اپنے بیٹے کے اس سوال کے جواب میں کہ اسے کم حصہ دیا ہے اور حسنین رضی اللہ عنہما کو زیادہ حصہ دیا ہے، فرماتے ہیں، ان جیسی ماں تو لاؤ، ان جیسا باپ تو لاؤ، ان جیسا نانا تو لاؤ۔

۶۔ جو اپنے دور خلافت میں کام کی مصروفیت کی وجہ سے اپنے بیٹے کو تو ملاقات کا وقت نہ دیں لیکن اسی وقت جب پتہ چلے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے تھے اور دروازے سے واپس مڑ گئے (کیونکہ انہیں پتہ چلا تھا کہ اس سے چند لمحے پہلے آپؓ نے اپنے بیٹے کو وقت نہ دیا تھا) وہ عمر جو چالیس ممالک کا فاتح جس کے جلال سے عرب و عجم کانپتے ہوں فوراً ننگے پاؤں گلی کی طرف بھاگ رہا ہو اور پکارتا ہو کہ "یا حسین" وقت کی پابندی تو اس کے اپنے بیٹے کے لئے ہے نہ کہ حسین ابن علی مرتضیٰ کے لئے۔

محبت اہل بیت

ابن عساکر ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطاب منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے وہاں حسینؓ ابن علیؓ بھی موجود تھے آپ کو منبر پر تشریف فرما دیکھ کر کہا کہ میرے بابا جان کے منبر سے اتریئے! حضرت عمر نے فرمایا کہ بیشک یہ آپ کے نانا جان ﷺ ہی کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے مگر یہ تو بتاؤ تمہیں کس نے سکھایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا واللہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا پھر حضرت علیؓ نے حضرت حسینؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے نادان! تم سے یہ بات کس نے کہی تھی؟ حضرت عمر نے فرمایا کہ اے علیؓ میرے بھتیجے کو نہ ڈانٹیے! واقعی یہ منبران کے بابا جان کا ہے' انہوں نے سچ ہی کہا! اس روایت کے تمام اسناد صحیح ہیں۔ (تاریخ الخلفاء۔ علامہ جلال الدین سیوطی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

(تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸)

جب ان کے سامنے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم کا ذکر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا علی سے زیادہ علم سنت کو جاننے والا کوئی نہیں۔

ستائیسواں باب

شان حیدر بزبان حیدر

امام کمال الدین ابی سالم محمد بن طلحہ جلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناقب کی کتاب الوراالمنظم میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ باب مدینہ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے عظیم الشان خطبہ فرمایا تو ایک شخص سوید بن نوفل ہلالی نے اٹھ کر عرض کیا کہ اے امیرالمومنین جس بات کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے اپ اس کو جانتے بھی ہیں؟ تو آپ کرم اللہ وجہ الکریم غضبناک ہو گئے اور فرمایا تجھ کو رونے والیاں روئیں پیٹیں اور تم پر مصائب کا نزول ہو اے بزدل کے بیٹے بیعت توڑنے والے اور جھٹلانے والے خبیث عنقریب طویل عرصہ کم ہو جائے گا اور تم کو غول بیابانی ہلاک کر دیں گے۔ پھر آپ نے اپنے متعلق یہ ارشادات فرمائے۔

"میں رازوں کا راز ہوں' میں انوار کا درخت ہوں' میں آسمانوں کا رہنما ہوں' میں مسیحات کا انیس ہوں' میں جبریل کا خلیل ہوں' میں میکائل کا صفی ہوں' میں بادشاہوں کا قائد ہوں' میں آسمانوں کا شہباز ہوں' میں صراح کا تخت ہوں' میں لوحوں کی حفاظت کرنے والا ہوں' میں تاریکی کا قطب ہوں' میں بیت معمور ہوں' میں بادلوں کا ابر نیساں ہوں' میں غیاہب کا نور ہوں' میں لوحوں کی حفاظت کرنے والا ہوں' میں حج کی کشتی ہوں' میں حج کی حجت ہوں' میں مخلوق کی اصلاح کرنے والا ہوں' میں حقائق کو قائم کرنے والا ہوں' میں تاویل کو بیان کرنے والا ہوں' میں انجیل کو مفسر ہوں' میں کساء والوں کا پانچواں ہوں' میں نساء کے لئے تبیان ہوں' میں الفت والوں کی الفت ہوں' میں اعراف والوں سے ایک ہوں' میں سر ابراہیم ہوں' میں اژدہائے کلیم ہوں' میں ولی الاولیا ہوں' میں انبیاء کی وارث ہوں' میں زبور کا نغمہ ہوں' میں غفور کا پردہ ہوں' میں جلیل کا صفوۃ ہوں' میں انجیل کا ایلیا ہوں' میں شدید القویٰ ہوں' میں حامل لواء ہوں' میں محشر کا امام ہوں' میں ساقی کوثر ہوں' میں قاسم جناں اور نار تقسیم کرنے والا ہوں' میں دین کا بادشاہ ہوں'

میں امام المتقین ہوں، میں وارث مختار ہوں، میں کمزوروں کا مددگار ہوں، میں کفار کی جڑ اکھیڑنے والا ہوں، میں نیک اماموں کا باپ ہوں، میں دروازہ اکھاڑنے والا ہوں، میں گروہوں کو متفرق کرنے والا ہوں، میں قیمتی جوہر ہوں، میں باب مدینہ العلم ہوں، میں مفسر براہین ہوں، میں ظاہر طور پر مشکلات کا حل کرنے والا ہوں، میں نون و قلم ہوں، میں تاریکی کا چراغ ہوں، میں متی کا سوال ہوں، میں ممدوح ہل اتی ہوں، میں بنیاد عظیم ہوں، میں صراط مستقیم ہوں، میں اصراف کا موتی ہوں، میں قاف کا پہاڑ ہوں، میں حروف کا راز ہوں، میں نور ہوں، میں جبلِ راسخ ہوں، میں بلند پرچم ہوں، میں غیبوں کی کنجی ہوں، میں دلوں کا چراغ ہوں، میں نور ارواح ہوں، میں مکرر حملہ کرنے والا سوار ہوں، میں مددگاروں کا مدد ہوں، میں ننگی تلوار ہوں، میں مقتول شہید ہوں، میں قرآن جمع کرنے والا ہوں، میں بیان کی دیوار ہوں، میں برادر رسول ہوں، میں زوج بتول ہوں، میں اسلام کا ستون ہوں، میں کاسر الاصام ہوں، میں صاحب اذن ہوں، میں جن کا قاتل ہوں، میں صالح المومنین ہوں، میں فلاح پانے والوں کا امام ہوں، میں سخاوت کرنے والوں کا امام ہوں، میں اسرار نبوت کی کان ہوں، میں اولین کی خبروں سے آگاہ کرنے والا ہوں، میں آخرین کو پیش آنے والے وقائع کی خبر دینے والا ہوں، میں قطب الاقطاب ہوں، میں حبیب الاحباب ہوں، میں مہدی عصر ہوں، میں عیسیٰ زماں ہوں، خدا کی قسم میں وجہ اللہ ہوں، خدا کی قسم میں اسد اللہ ہوں، میں سید العرب ہوں، میں مصیبتوں کو دور کرنے والا ہوں، میں وہ ہوں جسے لافتی کہا گیا ہے، میں وہ ہوں جس کے لئے رسول خدا ﷺ نے فرمایا تو مجھے ایسے ہے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون میں بنو غالب کا شیر ہوں میں علی ابن ابی طالب ہوں، سوال کرنے والے نے جب یہ تعارف حیدر بزبان حیدر سنا بلند آواز سے چیخ ماری اور مر گیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اہلبیت

فرماتے ہیں اگر علی علیہ السلام سے محبت رفض ہے تو اے جن و انسان کے گروہ گواہ ہو جاؤ میں رافضی ہوں۔

اٹھائیسواں باب

عارفین نے کیا کہا

خواجہ خواجگان

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اور ایمان ابو طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ابو طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ لکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن دوزخ میں نہیں جائیں گے ایک مرتبہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے عجیب و غریب سوال کیے۔ منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن ابو طالب دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ فرمایا ٹھیک ہے میں نے سرور کائنات خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ابو طالب قیامت کے دن بہشت جائیں گے۔

خواجہ شفیق بلخی نے پوچھا' دلیل' فرمایا ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آپ فوت ہوئے ہیں تو دنیا سے باایمان گئے ہیں۔ اس دن سے شیطان غمناکی ہے اور جب اس کی قوم نے غمناکی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس واسطے کہ وہ دنیا سے با ایمان گیا ہے۔ (راحت المحبین مترجم ج دوم ص ۱۱۶۔ مرتبہ امیر خسرو رحمتہ اللہ)

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری اور ایمان ابوطالب

وقال قرطبی - وقد سمعت ان اللّٰہ احی عمہ ابو طالب فامن بہ و روی السھیلی فی الروض بسندہ ان اللّٰہ احی ام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و آباہ فامنا بہ

ترجمہ :- اور فرمایا قرطبی نے اور بے شک سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب کو زندہ فرمایا پس وہ ایمان لائے اور روایت بیان کی سہیلی نے اپنی کتاب الروض سند کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ اور والد مکرم کو زندہ فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔

امام صاوی مالکی اور ایمان ابوطالب

امام صاوی مالکی زیر آیت لاتھدی حضرت ابوطالب کے متعلق فرماتے ہیں وقیل انہ احی و اسلم ثم مات ونقل ھذا القول بعض الصوفیہ

ترجمہ :- اور کہا کہ انہیں زندہ کیا اور وہ اسلام لائے اور پھر فوت ہوئے اور یہ قول بعض صوفیاء نے نقل فرمایا ہے۔

۱۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۸، ص ۲۷۶

۲۔ تفسیر صاوی۔ مطبوعہ مصر ص ۱۸۳

اے منکر ایمان ابوطالب

یہ تمام حوالے تمہیں بلاسند لگتے ہیں۔ حیرت ہے۔ پیر بھی بنتے ہو اور شہنشاہ ولایت کے والد ماجد کے متعلق کہتے ہو۔ نقل کفر کفر نہ باشند "ان کا کفر ثابت ہے" (استغفراللہ)

انتیسواں باب

حضرت ابوطالب علیہ السلام کا علم اور شجاعت

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ۴۲ سال کی شفقت کا ساتھ جو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔ اس پر جب بغور نظر ڈالیں تو آپ کا علم اور شجاعت بہت ہی نمایاں ہیں۔ آخر ہیں ناں مدینۃ العلم اور امیر الاشجعین کے چچا اور باب مدینۃ العلم اور شیرخدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد ماجد چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

علم

الف۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کم سنی (طبعی عمر ۸ سال) میں سردار قریش کے گدے پر بیٹھ جاتے جس پر بیٹھنے کی کسی اور کو جرات نہ ہوتی تھی تو حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر فرماتے بے شک تو (اے میرے بیٹے) بڑا بابرکت ہے۔ (یہ مستقبل کا علم)

ب۔ جب کفار مکہ نے شدید قحط سالی کے باعث بارش کے لئے دعا کرنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت ابوطالب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے اور خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کی۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

اس سوہنے چہرے والے کی طفیل بارش طلب کی جاتی ہے تو بارش برستی ہے۔ حضرت ابوطالب کا علم کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنے سے سب مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔

ت۔ بطور نکاح خوان رسول ﷺ فرماتے ہیں۔ حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبداللہ ﷺ ہے اس کا دنیا کے جس بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ اس کا پلڑا بھاری ہو گا۔ مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہو گی اور اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہو گی۔ گویا کہ حضرت ابوطالب قرآن حکیم کی اس آیہ وللاخرۃ خیرلک من الاولی (والضحی) کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یہ علم نہیں تو اور کیا ہے۔

ث۔ وقت نزع پہ قوم کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں ان کی کفالت کرتا اور تمام آلام و مصائب سے ان کا دفاع کرتا۔ یہ مستقبل کا علم ہی تو ہے کہ آپ کو جنگیں ہجرت کے بعد ہوئی۔ پتہ تھا۔

شجاعت

الف۔ ہاشمی اور مطلبی خون آپ کی رگوں میں گردش کر رہا کفار مکہ مکرمہ میں آپ کے مقابلے میں کوئی جرات نہیں بس صرف شکایتیں لے کر آجاتے تھے۔ آپ نے انہیں للکارا پھر آقا ﷺ کو ان مشرکین کے ظلم و ستم سے بچانے کے لئے نکال کر شعب ابی طالب میں لے آئے۔ پھر متواتر کئی سال ننگی تلوار سے پہرہ دیتے رہے اور وفاو اطاعت کا پیکر بن گئے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

ب۔ کفار کی تیسری شکایت کے بعد جب حضرت ابوطالب نے دیکھا کہ آقا ﷺ کا پتا نہیں چل رہا تو آپ نے ہاشمی نوجوانوں کو کہا کہ تلواریں نکال لو اور اپنے جسم کو چادروں سے تلواریں اندر کر کے لپیٹ لو پھر ان نوجوانوں کو کہا کہ یہ کفار مختلف ٹولیوں میں بٹے بیٹھے ہیں تو تم لوگ ان سے جا ملو اور ان کی باتیں سنو اگر انہوں نے نلپاک منصوبہ بنا کر آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کیا ہے تو ضرور ابوجہل اس سازش میں شریک ہو گا۔ دیکھا کہ ایک صحابی زید بن حارثہ آئے اور انہوں نے آقا ﷺ کا پتا بتایا۔ حضرت ابوطالب نے کہا تھا وفتیکہ

میں انہیں دیکھ نہ لوں میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔ زید تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ کوہ صفا پر ایک مکان میں تھے اور ساتھ اصحاب بھی تھے جو باہم باتیں کر رہے تھے۔ حضرت زید نے آپ ﷺ کو یہ سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے کہاں تھے؟ اچھی طرح تو تھے۔ آقا ﷺ نے فرمایا جی ہاں حضرت ابوطالب نے کہا آپ اپنے گھر جایئے۔ اگلے دن جب صبح ہوئی تو حضرت ابوطالب آقا ﷺ کے پاس گئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر مجالس قریش پر کھڑا کر دیا حضرت ابوطالب کے ساتھ ہاشمی و مطلبی نوجوان بھی تھے۔ آپ نے فرمایا اے گرہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس بات کا قصد کیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا نہیں حضرت ابوطالب نے انہیں سارا واقعہ بتایا اور نوجوانوں سے کہا کہ جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے کھول دو' ان لوگوں نے کھولا تو ہر شخص کے پاس ایک تلوار تھی۔ پھر تمام قوم کفار بھاگی اور سب سے تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا۔ یہ ہوتی ہے شجاعت کہ دشمن کے دل میں ہیبت بیٹھ جائے۔ کفار کو بھگانے والا کون ہوتا ہے۔ وہ مومن ہی ہوتا ہے۔

تیسواں باب

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے الفاظ
ان کا وزن اور قیمت
کیا ایک جنت بھی نہیں؟

حضرت ابوطالب نے پھر کیا کہا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا واللہ اگر تم حضرت محمد ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ ہم تم دونوں فنا ہو جاتے۔ ساری قوم بھاگی اور ان سب سے تیز بھاگنے والا ابوجہل تھا۔

ان الفاظ کا وزن اور قیمت

آقا ﷺ کی شان اقدس میں حفاظت میں، عشق و محبت میں ہی کوئی شخص یہ الفاظ اپنے محبوب کے لئے ادا کر سکتا ہے۔ ان کا وزن دنیا کا کوئی پیمانہ یا ترازو نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان الفاظ کی قیمت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ کیا خیال ہے؟

الفاظ کی قیمت کیا ایک جنت بھی نہیں۔ آقا ﷺ کی سیرت طیبہ پہ نظر دوڑائیں عشاق حضرات کے عشق کے قصوں کو پوری انسانی تاریخ میں پڑھیں۔ (اس وقت آقا ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں) کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جہاں کسی عاشق نے آقا ﷺ کے لئے اپنے آپ کو فنا کرنے کی منادی کی ہو اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو للکارا ہو اور بھگا دیا ہو۔

اے منکرین ایمان ابوطالب! تم تو صرف ایک جنت کی بات کرتے ہو۔ جو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر دے دیتا ہے۔ (شاعر کہتا ہے کہ اللہ کی کیا بات ہے) دو نفل پڑھو اللہ مان جاتا ہے۔ بس اتنی سی بات پہ جنت ملتی ہے۔۔۔ ان الفاظ کو جو ایک عشق رسول ﷺ میں گرفتار نے کہے۔۔۔ ان کی قیمت ایک جنت بھی نہیں۔

نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوۃ اچھی، حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں شاہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے میرا کامل ایمان ہو. نہیں سکتا
(مولانا ظفر علی خاں)

مستقبل کی جنگیں

جیسا کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ نے قوم کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی میں ساری جنگوں میں ان کی کفایت کرتا اور تمام آلام و مصائب سے آپ ﷺ کا دفاع کرتا۔ مستقبل میں ۲۷ غزوات ہوئے۔ کفار منظم ہو کر حملہ آور ہوتے رہے لیکن کیا تاریخ میں کہیں کوئی ایسا موقع ملتا ہے جہاں کسی اور عاشق نے ایسے الفاظ کہے ہوں۔ ان الفاظ کا کہنے والا عشق رسول ﷺ کی بلندیوں پر تھا۔ تم ایمان کی بحث میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ عشق تو اسے بہت آگے لے گیا۔

حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں

ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہو
جس منزل نوں عشق پچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو

اکتیسواں باب

آگ نہیں نور ---- کیا خیال ہے؟

آپ ﷺ سے جو چیز مس ہو جائے اسے آگ نہیں چھو سکتی۔

نور مجسم رحمتہ اللعالمین روٴف رحیم ﷺ نور گر ہیں۔ جو چیز چھو جائے اسے آگ نہیں چھو سکتی۔ بلکہ نور بن جاتی ہے۔

نور گر

الف۔ آقا ﷺ نور مجسم جس چیز کو ہاتھ لگا دیتے وہ نور بن جاتی اور نورانی کرنوں کی بارش ہوتی ہے۔ ایک دن آقا ﷺ باہر سے گھر تشریف لا رہے تھے دروازے سے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیکھ رہی تھیں۔ جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آقا ﷺ کے لباس مبارک کو دیکھا جیسے کہ بھیگے ہوئے ہوں۔ لیکن کپڑے بھیگے ہوئے نہ تھے۔ پوچھنے پر آقا ﷺ نے فرمایا کہ یہ نور کی بارش تھی اور تمہیں اس لئے نظر آرہی تھی کیونکہ تم نے میری چادر اوڑھ رکھی تھی۔

ب۔ دو صحابی رات کو مسجد نبوی سے نکلے اندھیری رات تھی آقا ﷺ نے ایک صحابہ کی چھڑی پر ہاتھ پھیرا تو وہ نور سے چمکنے لگی۔ دونوں صحابی اس چھڑی کی روشنی میں گھروں کو چل دیئے۔ راستے میں ایک موڑ پر دونوں کے راستے الگ ہوتے تھے۔ دوسرے صحابی نے اپنی چھڑی پہلی روشن چھڑی سے مس کی یہ بھی روشن ہو گئی۔ پھر دونوں صحابی اپنے اپنے گھر اپنی اپنی چھڑیوں کی روشنی میں پہنچ گئے۔

آقا ﷺ کے ہاتھ بے جان لکڑی کی چھڑی کو چھو جائیں تو وہ نور بن جاتی ہے

تو آقا ﷺ بچپن میں اپنے چچا حضرت ابوطالب سے پیار سے لپٹیں تو حضرت ابوطالب کا دل منور ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ آقا ﷺ کو نور ماننے والو۔ یہ بھی مان لو (منکر نور سے تو کوئی بات نہیں کرنی)

آگ نہ چھوئے

الف۔ آقا ﷺ حضرت سیدہ بی بی فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر گئے جو اس وقت تنور میں روٹیاں لگا رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بڑے پیار سے ایک روٹی اپنے ہاتھوں سے لگائی۔ تمام روٹیاں پک گئیں جو کہ سیدہ فاطمہ نے نکال لیں۔ یہ روٹی کچی رہی پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا فاطمہ اسے آگ نہ چھوئے گی۔

ب۔ سیرت طیبہ میں کئی واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ نور مجسم رحمتہ للعالمین رؤف رحیم ﷺ کے جسم اقدس سے چھو جانے والی چیزوں کو آگ نے نہیں چھوا۔

کیا خیال ہے؟

حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ۴۲ سال لمبے ساتھ میں تو بارہا ایسے مواقع آئے ہوں گے کہ آقا ﷺ کا جسم اقدس اپنے شفیق غمزار پیار کرنے والے چچا سے تو چھوا ہو گا۔ تو پھر حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کو آگ کیوں چھوئے گی۔ یہ بات تو ایک کم فہم آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ ضد چھوڑ دے۔۔ اپنی آخرت برباد نہ کر۔۔ آقا ﷺ اور شہنشاہ ولایت مولا علی شیر خدا کو ایذا پہنچا کر تجھے کیا ملے گا۔۔ فائدہ تو کوئی نہیں ہو گا۔ البتہ دنیا و آخرت میں ان دو ہستیوں کی ناراضگی مقدر بن جائے گی اور جب یہ دو ہستیاں ناراض ہو جائیں تو پھر آخری بے آرام گاہ یعنی منزل جہنم ہی ہو گی۔

کسی بات کے احسانات؟

منکرین ایمان ابوطالب کہتے ہیں کہ یہ باتیں تو صرف احسانات تھے جو ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئے حیرت ہے ان کے مقیاس ذہانت کی پستی پر۔

سوالات

۱۔ کیا کوئی کافرو مشرک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسانات کرے گا۔ وہ بھی کیوں؟
۲۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کافرو مشرک کے احسانات لیں گے؟ نہیں۔
۳۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کافرو مشرک کے زیرِ بار احسان گوارا فرمائے گا؟ (استغفراللہ)

جواب

ایسی فضول اور غیر مناسب باتیں کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رتبہ رسالت میں توہین و تنقیص کا پہلو نکلتا ہے جس سے ایمان برباد ہو جائے گا۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو لفظ یتیم سے پکارنے سے سنگین اجتناب کرنا چاہیے۔ یتیم کے معنی "یکتا" کے بھی ہیں' اس لئے سورہ والضحیٰ میں جب یہ لفظ آئے (الم یجدک یتیما فاوی) تو یہاں مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کو "یکتا" نہ پایا ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حضرت ابوطالب کا گھر اپنا ہی گھر تھا۔ کسی غیر کا گھر تو نہ تھا۔ فاوٰی" کے معنی جو لوگ "ترس کھا کر جگہ دینا" کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ ترس کھا کر جگہ تو اس کو دی جاتی ہے جو اس دنیا میں بے یارو مددگار ہو جس کا کوئی بھی رشتہ دار نہ ہو۔

فاوٰی کے معنی "مقام دینا" کے بھی ہیں آپ لوگ مکان دینے کی بات کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے آپ کو یکتا پا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی شان شایاں مقام دیا یعنی پوری انسانیت کا ہادی گویا کہ پوری انسانیت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہدایت دی۔

کیا سمجھے مولوی صاحب۔۔۔۔

بتیسواں باب

منکرین ایمان ابوطالب علیہ السلام کے نام

اسے ضرور پڑھنا۔ شاید تجھے عقل آجائے

ا۔ علامہ سید احمد بن زین دحلان شیخ الحرم مفتی مکہ مکرمہ کون تھے۔

الف۔ فاضل بریلوی احمد رضا خاںؒ صاحب اور ان کے والدہ ماجد ان کے سند یافتہ تھے۔

ب۔ مفتی مکہ مکرمہ علامہ سید احمد بن زین دحلان نے ایمان حضرت ابوطالب پر کتابچہ لکھا ہے اور اس کی تصدیق روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔

۲۔ مدعی عشق کے نام

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے استاد مکرم مفتی مکہ مکرمہ علامہ سید احمد بن زین دحلان شیخ الحرم (اور ایمان حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ) مولانا فرماتے ہیں

پہلی مرتبہ اپنے والد محترم کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ کا شرف حاصل کیا۔ پھر آگے چل کر مزید نقل کیا کہ

اس مقدس سفر میں حرمین شریفین کے اکابر علماء مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان متوفی ۱۲۹۹ھ اور مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج ۱۳۰۱ھ وغیرہم سے حدیث تفسیر فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں۔

یہ تو حوالہ بازی تھی ان رسائل میں اعلیٰ حضرت کے جس رسالہ کا تذکرہ ہم نے اوپر کی سطور میں کیا ہے اس میں مفتی مکہ مکرمہ سیدنا قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی وابستگی کا ذکر خود اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اس طرح سے فرماتے ہیں۔

(رسائل رضویہ ۳۳۴ / ۲ ـ ۲۷ / ۲ ـ ۳۰۴ / ۲

۱۔ العلامتہ الکبیر' الامام الشہیر' سیدنا و شیخنا السید احمد بن زین دحلان تغمد اللہ بالرحمتہ و الرضوان

۲۔ الشیخ العلماء بالبلد الامین' الامام' المحدث' الفقیہ الرزین' المولیٰ السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی

۳۔ الشیخ العلامۃ بالبلد الامین' الامام' المحدث' الفقیہہ الرزین' المولیٰ السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی

۴۔ الشیخ العلماء بالبلد الامین' الامام المحدث' الفقیہ الرزین' المولیٰ السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی۔

فاضل بریلویؒ کے والد ماجد حضرت محمد نقی خاںؒ اور علامہ دحلانؒ

مفتی مکہ مکرمہ سیدنا قاضی دحلان مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نہ صرف اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاںؒ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے والد محترم سیدنا محمد نقی خاں رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی آپ سے شرف تلمذو وابستگی حاصل ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس حقیقت کو ظاہر کرنے والی کتاب بھی اسی مطبع سے طبع ہوئی تھی۔ "جس کو عدم ایمان ابوطالب" پر اعلیٰ حضرت کا رسالہ شائع کرنے کا شرف حاصل ہے لیکن صاحب مکتبہ کا کمال یہ ہے کہ آج تک ان پر یہ بھی ظاہر نہ ہو سکا کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"جب ہمارے والد گرامی زیارت حرمین شریفین کو گئے تو وہاں حضرت اجل العلماء سید احمد بن زین دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔" انتہی (جواہر البیان صفحہ ۱۰)

اب بتائیں جناب

قاضی دحلانؒ مفتی مکہ مکرمہ اپنی تحقیق سے ایمان حضرت ابوطالب علیہ السلام پر رسالہ تحریر کریں اور پھر اس کی تصدیق روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بشارت کے ذریعہ ہو

تو

پھر ایمان ابوطالب کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

امام احمد رضا خان بریلویؒ نے جو اپنے اور اپنے والد محترم کے استاد کی عزت افزائی کی ہے اور جو مقام دیا ہے کیا یہ سب سے بڑی دلیل نہیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام صاحب ایمان تھے۔

حضرت علامہ سید محمد بن رسول برزنجی متوفی ۱۱۰۳ھ کی بشارت ایمان ابوطالب

مفتی مکہ مکرمہ قاضی احمد بن زینی دحلان فرماتے ہیں

یہ عبد فقیر حرم شریف کے طالبان قلم کا خادم بہت گنہگار اور معرفت الیہ کا طلب گار احمد بن زینی دحلان کہتا ہے کہ میری نظر سے علامہ نبیل و شہیر سید محمد بن رسول برزنجی متوفی ۱۱۰۳ھ کی ایک جلیل القدر تالیف مبارکہ گزری جو کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نجات کے متعلق ہے اور س کتاب میں حضور رسالت ماب ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام کی نجات کے متعلق بھی بحث کی گئی ہے اور اس امر کو کتاب و سنت اور اقوال علماء سے استنباط کرتے ہوئے پایہ ثبوت کو پہنچا دیا ہے چنانچہ جو شخص بھی ان کے پیش کردہ دلائل و براہین پر غور کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام یقیناً نجات حاصل کریں گے۔

انہوں نے ان نصوص کو صحیح مضنے پہنا دیئے ہیں جو اس کے خلاف کا اقتضاء کرتی ہیں حتی کہ یہ تمام نصوص حضرت ابوطالب علیہ السلام کی نجات کی دلیل بن گئی ہیں۔

علامہ برزنجی نے جو مسلک اختیار کیا ہے اس میں آپ پر کسی کو بھی سبقت حاصل نہیں اور حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نجات کا ہر منکر ان کے دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے۔

چنانچہ قائلین عدم نجات نے جس دلیل سے بھی استدلال کیا ہے آپ نے اس کو اسی پر لوٹا کر دلیل نجات بنا دیا ہے اور قائلین عدم نجات کی کسی بھی دلیل کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ جن باتوں نے انہیں شبہ میں ڈال رکھا ان کا پورا پورا ازالہ کر دیا ہے اور اپنے ہر دعویٰ پر دلیل قائم کی ہے۔

آپ کی پیش کردہ مباحث میں بعض ایسے دقیق مقام بھی ہیں جنہیں بڑے بڑے علماء ہی سمجھ سکتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی طالب علموں کی کم فہمی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اثبات مطلوب سے کچھ مزید مباحث بھی ذکر کی ہیں تاکہ تمام امور واضح اور آشکارا ہو جائیں اور حصول مقصود کے لئے تقویت کا باعث ہوئی۔

چنانچہ مجھے خواہش ہوئی کہ ان اوراق میں آپ کے بیان کردہ ان مقاصد کی تلخیص بیان کر دوں جن سے حضرت ابوطالب علیہ السلام کی نجات کا اثبات ہوتا ہے تاکہ ان دلائل کو جاننے والا ہر مجلس میں غالب رہے۔

میں نے اس کتاب میں "علامہ برزنجی" کی دقیق عبارات کو حتی الامکان آسان بنانے کی بھی کوشش کی ہے اور کئی دقیق نکتوں کو حذف بھی کر دیا ہے اور ان کی جگہ مواہب لدنیہ اور سیرت حلبیہ کی ان عبارات کا اضافہ کر دیا ہے جو اس مضمون سے مناسبت رکھتی تھیں اور یہ تمام امور حصول مقصد کے لئے وافی و کافی ہیں۔ چنانچہ بندوں میں سے جو شخص بھی ان پر مطلع ہو گا اسے ان سے انشاء اللہ العزیز نفع اور فائدہ حاصل ہو گا۔

میں نے اس تالیف کا نام اسنی المطالب فی نجات ابی طالبؑ رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اعانت و توفیق اور اخلاص و قبولیت کے لئے دعا گو ہوں کہ وہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت کے صدقے خاتمہ بالخیر فرمائے۔

بشارت

حضرت علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ کے آخر پر فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس رسالہ کے مسودہ کو مکمل کیا تو اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے حرمت والے مہینوں میں سے ذیعقد مبارک کی ابتداء ہو چکی تھی اور ہجرت کا سن مبارک ۱۰۸۸ھ اور میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے رسول افضل الصلواۃ واز کی السلام کے مقدس شہر مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا و اکرامہا کے باب بالزقاق المشہور بزقاق البدور میں سکونت پذیر تھا اور یہ دروازہ شہر پناہ میں داخل ہے۔

بشارت

بہر کیف مسودہ مکمل ہو گیا تو میں نے حرم نبوی شریف کے خدام میں سے ایک نہایت ہی ذاکر و شاغل بزرگ جو اکثر اور ادو و ظائف میں مصروف رہتے تھے اور بڑی عظیم شان کے مالک تھے کی خدمت میں مسودہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ اسے حضور رسالت ماب ﷺ کے حجرہ اقدس کے ان پردوں کے نیچے رکھ دیں جو آپ کے مزار اقدس کو ڈھانپے ہوئے ہیں اگر حضور سرور کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں قبولیت حاصل ہو گئی تو پھر اس مشورے کو خوشخط کر کے لکھوں گا اور اگر آپ ﷺ نے منظور نہ فرمایا تو پھر اس کو تلف کر دوں گا۔

چنانچہ وہ بزرگ کتاب ہذا کے مسودے کو حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں لے گئے اور آپ کی قبر اطہر کے پردوں کے نیچے رکھ دیا اور پھر جب میں دو روز کے بعد حاضر ہوا تو حضور رسالت ماب ﷺ کی طرف سے اس کی مقبولیت کی بشارت دی گئی اور سند مقبولیت عطا فرمائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تمام فروع میں امداد فرمائی پس اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس عنایت پر شکر گزار ہوں کیونکہ یہ مسودہ مالک الملک کی امداد و استعانت سے تکمیل پذیر ہوا ہے۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس انعما و الہام پر بے حد شکر ادا کرتا ہوں اور اس کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس کی امداد و استعانت سے ہی اس کا آغاز و اختتام ہوا۔

حمدا" کثیر طیبا" مبار کافیہ حمدا" یوانی نعمہ و یکافی مزیدہ کما ینبغی لجلال وجہہ و عظمتہ سلطانہ' اس ذات پاک کی زیادہ سے زیادہ حمد واجب ہے اس کے وعدہ کے حصول کے لئے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میرا جتنا زیادہ شکر کرو گے میں اتنا ہی زیادہ تمہیں نوازوں گا۔

اور اکمل الصلواۃ التسلیم اس نبی مکرم ﷺ پر جو قرآن حکیم کے ساتھ مبعوث ہوئے اور صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کی نعت میں ہے کہ وہ مومنوں پر کمال مہربانی اور رحم فرمانے والے ہیں صلواۃ و سلام ہو آپ پر

اور آپ ﷺ کی ال پر اور آپ ﷺ کے اصحاب پر اور آپ ﷺ کے آباؤ اجداد پر اور آپ ﷺ کی امہات پر اور آپ ﷺ کی ازواج پر اور آپ ﷺ کی اولاد پر اور آپ ﷺ کے علوم کے وارثوں پر اور آپ ﷺ کے غلاموں پر اور اللہ تبارک و تعالیٰ مغفرت فرمائے ہماری اور ہمارے والدین کی اور ہمارے قلبی اور صلبی اور دینی بھائیوں اور تمام مسلمان مردوں کی اور مسلمان عورتوں کی۔

اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں کو ان لوگوں کے لئے غلو سے محفوظ رکھ جو ایمان لائے۔

اے ہمارے رب! تو مہربانی فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے ادعواہم فیہا سبحانک اللہم و تحتیہم فیہا و سلام و آخرو اہم ان اللہ رب العالمین

یہ سب کچھ حضرت علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ نجات الابوین کے آخر پر ہے جس کے تتمہ میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کی نجات کا اثبات کیا گیا ہے۔

مولف رسالہ ہذا اسنی المطالب فی نجات ابی طالب علامہ دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس رسالہ کی تسوید و تکمیل سے ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۰۲ھ کو ہفتہ کے دن فارغ ہوا۔

علامہ سید محمد رسول برزنجی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۰۳ھ کون تھے

مفتی مکہ مشرفہ علامہ قاضی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد طاہرہ کا اس کتاب میں جو تعارف نامہ تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علامہ محمد المرادی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ مبارک "اسلاک الدر فی وفیات اعیان اہل القرن الثانی العشر" میں حضرت علامہ مولانا سید محمد بن رسول برزنجی علیہ رحمتہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سادات خاندان کے فرد فرید ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام سیدنا موسیٰ کاظم علیہ السلام تک پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح منتہی ہوتا ہے۔

حضرت امام سیدنا موسیٰ کاظم بن امام سیدنا جعفر الصادق بن امام سیدنا محمد الباقرؓ بن امام سیدنا علی زین العابدینؓ بن امام سیدنا حسین سبط رسولؐ بن امام سیدنا علی ابن ابی طالبؓ و سیدتنا فاطمۃ الزہراؓ بنت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیدنا امام محمد بن رسول البرزنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب اوصاف جلیلہ، عظیم عالم باعمل، جلیل القدر مفکر، فہیم، ذی ادراک و اقتدار اور جدل و مناظرہ پر پوری قوت رکھنے والے اور حجت و برہان قائم کرنے والے تھے۔

آپ اکثر طور پر مخالف کے محاورہ سے ہی اس کی دلیل توڑ کر اس پر غلبہ حاصل کر لیتے اور وہی حجت اس پر قائم کر دیتے جیسا کہ آپ ان کے اس رسالہ میں بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ولادت

علامہ برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول شریف ۱۰۴۰ھ جمعتہ المبارک کی رات کو قصبہ البرزنج میں ہوئی اور آپ نے لکھنا پڑھنا اپنے والد گرامی سے سیکھا اور پھر حصول علم دین کے لئے اکثر شہروں میں پھرتے رہے اور مشہور و معروف علمائدین سے اکتساب فیض کرتے ہوئے کثیر علوم حاصل کئے۔

بعد ازاں آپ نے مدینہ المنورہ زاد اللہ شرفہا میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور سلسلہ تدریس شروع فرما دیا اور اس کے ساتھ ہی آپ عجیب اور مفید کتابیں بھی تصنیف فرماتے رہتے منجملہ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ نامر ۲۔ انہار السلیل فی شرح اسماء التنزیل" للبیضاوی

۳۔ "شرح الفیہ السیوطی فی مصطلح الحدیث اور اس کا نام المصطلح" ہے کیونکہ "المصطلح" میں الفیہ کی وضاحت نہیں ہوتی۔ ۴۔ مختصر تلخیص المفتاح

۵۔ مرقاۃ الصعود فی تفسیر اوائل العقود ۶۔ جالی الاحزان فی فضائل رمضان

۷۔ الضاوی علی صبح فاتحہ البیضاوی ۸۔ والاشاعۃ فی اشتراط الساعۃ

وفات

حضرت علامہ محمد بن رسول البرزنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ۱۱۰۳ھ پیر کے دن ظہر کے وقت مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا و اکرامہا میں بزقاق قاشی کے گھر میں ہوا۔ اور آپ کے لئے عظیم شہادت گاہ تیار کی گئی کہتے ہیں آپ کی شہادت زہر دینے سے واقع ہوئی تھی اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مزارات مقدسہ کے قریب جنت البقیع میں مدفون ہوئے اور یہ جگہ بنات رسول صلوات اللہ علیہ و علیہن کے قبہ مبارکہ کے باہر قریب ترین واقع ہے۔

تینتیسواں باب

خلاصہ کلام

سیدنا حضرت ابوطالب علیہ السلام حصار اسلام' محافظ رسالت' متولی کعبہ' ساقی حجاج' شیخ بطحا' سردار قریش' رئیس مکہ مکرمہ' زینت گلستان ہاشمی' عم سلطان الانبیاء ﷺ والد امام الاولیاء علیہ السلام' جد حسنین رضی اللہ عنہما' چسمہ فصاحت' منبع بلاغت' مبلغ توحید' عظیم شاعر' واقف منزلت نبوت کریمہ' حامل حسن رسالت و ولایت' صاحب فراست و بصیرت' پیکر شجاعت اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ہی مومن تھے۔

ا۔ ایمان کی منادی

الف۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آقا ﷺ کی نبوت و رسالت کا دل کی تصدیق کرنے کے علاوہ زبانی اور تحریری اقرار تو کیا منادی کر دی۔ سامعین کو بارہا اشعار کی صورت میں مخاطب کر کے مثلاً

الم تعلموا انا وجدنا محمد انبياء كموسى

(کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک ہم نے پایا محمد ﷺ کو موسی جیسا نبی)

یہ اقرار اور منادی نہیں تو اور کیا ہے۔ (کسی شاعر سے پوچھو کہ شعر کا تعلق دل اور زبان سے کتنا ہے)

ب۔ ایمان اور کفر کے دلائل بظاہر متعارض ہوں تو ایمان کے دلائل کو ترجیح دی جائے گی مثلاً نزع والی روایت کے اندر جو آخری الفاظ ہیں اس کے متعلق بھی دو روایات ہیں آقا ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا اور دوسری روایت میں فرمایا میں نے سنا۔ (مدارج النبوت) اخلاقی طور پر اور قانونی طور پر بھی اثبات والی بات قبول کی جاتی ہے۔ (یہاں یہ دلیل ان کے لئے ہے جو کفر کے قائل ہیں اور

جنہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ایسی بات کرنے سے آقا ﷺ اور شہنشاہ ولایت مولائے کائنات مولی علی شیر خدا کو کتنی ایذا پہنچتی ہو گی اور یہ ایذا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کے مترادف ہے جن کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں لعنت اور آخرت میں لعنت اور درد ناک عذاب کیا ہے) ویسے بھی اسلام کفر پر غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔ (الا سلام یعلو ولا یعلی علیہ)

ت۔ دین کی محبت ہی رشتہ داری ہوتی ہے دین ایک جیسا نہ ہو تو طبعی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ ذرا بدر کے میدان میں جھانک کر دیکھو، طبعی محبت ختم ہو گئی۔

۲۔ ۴۲ سال کی رفاقت و شفقت پر ایک نظر

آقا ﷺ نے اپنے چچا کے ہاں ماہ و سال کیوں گزارے؟ اس لئے کہ

الف۔ حضرت ابوطالب کے گھر میں نہ بت تھا اور نہ بت پرستی کا شائبہ۔

ب۔ حضرت ابوطالب کے دسترخوان پر حلال و طیب اشیاء ہوتی تھیں جو سب مل کر کھاتے تھے۔

ت۔ حضرت ابوطالب آقا ﷺ کو اپنے پہلو میں لٹاتے یقیناً آقا ﷺ کا جسم مبارک تو آپ سے مس ہوتا تھا اور جس چیز کو آپ ﷺ چھو لیں اسے آگ جہنم نہیں چھوتی۔

ث۔ سفر شام میں جب بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کی بعثت کی نشانیاں بتائیں اور مہر نبوت کو چوما پھر حضرت ابوطالب کو آپ ﷺ کی حفاظت کی تاکید کی۔ دراصل نبوت پر ایمان تو اس دن ہی آگیا تھا۔ حضرت ابوطالب کی دل میں تب ہی تو ۴۲ سال حفاظت و نصرت کی۔

ج۔ خطبہ نکاح میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور ملت ابراہیم پر ہونے کا اعلان ہوتا ہے اور یہ خطبہ بہت لوگوں خصوصاً امراء اور روساء قریش کے سامنے پڑھا جا رہا ہے۔ ملت ابراہیمی پر ہی حضرت عبدالمطلب تھے۔ ملت ابراہیمی پر ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ میں ملت عبدالمطلب پر رہا ہوں

تو بھی اس دلیل سے آپ مومن اور جنتی ہیں۔ (سمجھنے کے لئے ذرا بصیرت کی ضرورت ہے)

ح۔ آقا ﷺ کی شان اقدس جو کہ مستقبل میں ہونی تھی اس کے متعلق بھی بتانا کہ محمد ﷺ کا پلڑا بھاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ مستقبل میں آپ ﷺ کی شان بہت بلند ہو گی اور قدر و منزلت بہت ہو گی۔ ابھی تو اعلان نبوت میں پندرہ سال باقی ہیں لیکن حضرت ابوطالب اس وقت اپنے خطبے میں اعلان کر رہے ہیں یہ ایمان کی قوت ہی تھی جو یہ خطبہ پڑھا رہی تھی۔

خ۔ آپ ﷺ کے لڑکپن مبارک میں جب اہل مکہ قحط سالی کے دوران بارش کے لئے دعا کرانے کے لئے آئے تو آپ علیہ السلام نے آقا ﷺ کو ساتھ لیا۔ خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لگا کر دعا مانگی اور جو اشعار کہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

(اس روشن چہرے والے ہر قسم جس کی طفیل بارش کے طلب کی جاتی ہے)

یہ آقا ﷺ کے لئے اپنے تحت الشعور میں اس ایمان کی چنگاری کی وجہ سے تھا جو بحیرہ راہب نے نبوت کی نشانیاں بتا کر روشن کی تھی۔۔۔ نفسیاتی طور پر ابوطالب تو بحیرہ راہب سے ملنے کے بعد ہی نبوت پر ایمان لے آئے تھے۔

د۔ آقا ﷺ نے اعلان نبوت کیا۔ اس وقت ۳۲ سال ساتھ گزر گئے۔ حضرت ابوطالب نے اپنے نور نظر حضرت علی مرتضیٰ مولائے کائنات کو آقا ﷺ کے دین کی پیروی کا حکم دیا۔ یہ ایمان ہی تو تھا۔ اعلان نبوت سے کفار مکہ مکرمہ میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی کہ ان کے معبودوں کو برا بھلا اور ان کے باپ داداؤں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اگر حضرت ابوطالب مومن نہ ہوتے تو کم از کم اپنے بیٹوں کو نئے دین پہ چلنے سے روک دیتے۔۔۔

ذ۔ کفار مکہ مکرمہ کی شکایت کہ محمد ﷺ ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے

حضرت ابوطالب آقا ﷺ کو ان کفار مکہ کے سامنے کہتے کہ یہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ تم ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو۔۔۔ اگر ایمان نہ ہوتا تو کہتے کہ تم ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو۔ لیکن نہیں کفار مکہ مکرمہ کے معبود حضرت ابوطالب کے معبود نہ تھے۔

ر۔ اگر ایمان نہ ہوتا تو یقیناً اپنے اندر نئے دین سے ضرور نفرت اور اس کا اظہار بھی کرتے کیونکہ دین کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے۔ جس انداز سے ابولہب نے نئے دین سے نفرت کا اظہار کیا اور دیگر کفار مکہ مکرمہ نے اذیت رسانی شروع کی۔ حضرت ابوطالب اپنی اس نفرت کو چھپا نہ سکتے۔ یا پھر بیچ میں سے ہٹ جاتے۔

ز۔ کفار مکہ کی دوسری شکایت کے بعد آقا ﷺ کو فرمانا۔ اللہ کی قسم یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے۔۔۔ یہ کیا ہے ایمان یا کفر؟

س۔ کفار مکہ مکرمہ کی تیسری شکایت کے بعد آقا ﷺ کا رات بھر نہ ملنا جس سے شک پڑ گیا کہ کہیں کفار نے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل نہ کر دیا ہو۔ حضرت ابوطالب کی بے چینی بنو ہاشم کو تلواریں نکال کر چادروں میں لپیٹ لینے کا حکم اور پھر کفار مکہ کی ٹولیوں میں خصوصا ابوجہل کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سننا تاکہ پتہ چلے کہ انہوں نے یہ گھناؤنا جرم کیا ہے کہ نہیں پھر ایک صحابہ کا یہ خبر دینا کہ وہ ابھی ابھی آپ ﷺ کے پاس سے آیا ہے۔ اس پر حضرت ابوطالب کا فرمانا کہ جب تک میں خود دیکھ نہ لوں تسلی نہ ہو گی۔ پھر خود دیکھنے اور بات چیت کرنے کے بعد آقا ﷺ کے سامنے کفار مکہ مکرمہ کو اپنے منصوبہ سے آگاہ کرنا اور کہنا واللہ تم لوگ آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ یہاں تک کہ ہم تم دونوں فنا ہو جاتے۔ یہ ایمان کی بلندیاں نہیں تو اور کیا ہے؟ اے ایمان ابوطالب کے منکر اللہ تعالیٰ تجھے عقل دے تاکہ تو اتنی سی معمولی بات کو سمجھ سکے کہ اگر وہ کافر و مشرک ہوتے تو

انہیں کیا مصیبت پڑی تھی کہ ایسی منصوبہ بندی کرتے یا ایسے الفاظ منہ سے نکالتے۔۔۔۔

ش۔ حضرت ابوطالب نے ابولہب کو بھی رسول کریم ﷺ کا ساتھ دینے کو کہا لیکن وہ تھا ہی ازلی بدبخت۔۔۔ طبعی محبت کی رٹ لگانے والے کم عقلو۔ پھر تو ابولہب کو چاہئے تھا کہ کفار کو چھوڑ کر ادھر حضرت ابوطالب کے ساتھ آملتا۔

ص۔ شعب ابی طالب میں تین سال گزارنا۔ سوشل بائیکاٹ کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے تک نوبت کا آجانا کیونکہ راشن بھی بند ہو گیا تھا۔ پھر آقا ﷺ کی شان اقدس میں ایسے اشعار لکھنا جن سے نبوت کی صداقت کی منادی ہو۔

الم تعلموا انا وجدنا محمدا ﷺ

نبیا کموسی خط فی اول الکتب

ترجمہ :۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے پایا محمد ﷺ کو موسیٰ جیسا نبی پہلی کتابوں میں لکھا ہوا۔ یہ تو پوری قوم کے سامنے ایمان کی منادی ہے نبوت کی تصدیق کا زبانی اور تحریری اعلان جو کہ آج بھی چودہ سو سال بعد تحریری حالت میں مل رہا ہے کسی شاعر سے پوچھو۔ وہ لکھتے وقت اپنی زبان سے بار بار وہ الفاظ دہراتا ہے جو وہ اپنے شعر میں لکھ رہا ہو۔۔ (ایمان کے منکر مولوی صاحب رٹ لگا رہے ہیں کہ حضرت ابوطالب نے زبان سے اقرار نہیں کیا) یہ اقرار زبانی بھی ہے اور تحریری بھی ہے ویسے کہاں لکھا ہے کہ زبانی اقرار کے لئے گواہ ہونے چاہیں؟

ص۔ ایک غزوہ میں ایک صحابہ نے ایک کافر کو قتل کر دیا تھا گو کہ اس نے زبان سے کلمہ بھی پڑھ لیا تھا اور پھر آقا ﷺ کے دریافت کرنے پر اس صحابی نے عرض کیا کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ اس پر حاکم کائنات، فخر موجودات، اصل الموجوات، مختار منتخب رحمتہ للعالمین روف رحیم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ معلوم ہوا ایمان کا تعلق دل کی

تصدیق سے ہے۔ زبانی اقرار نہ بھی ہو تو دل کی تصدیق کافی ہے (ایمان کے منکر صاحب اللہ تمہیں سمجھنے کے لئے عقل دے۔ یہی میری دعا ہے)

ط۔ وقت نزع والی روایت کو اگر مان لیں تو آگے پھر سننے کے متعلق دو روایات ہیں۔ پہلی روایت یہ کہ آقا ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا اور دوسری روایت یہ کہ میں نے سنا۔۔۔ حسن ظن بہتر ہے سوئے ظن سے۔۔۔ ایمان کے متعلق نفی اور اثبات کی روایات ہوں تو اثبات والی ہی مانی جاتی ہے۔

اس روایت میں دیگر باتیں بھی قابل غور ہیں وہ یہ کہ

(۱) کیا ۴۲ سال کے بعد ہی وقت نزع پر آقا ﷺ نے ایمان پیش کرنا تھا؟ اس سے پہلے یہ کام نہ کیا ہو گا۔ کیونکہ وقت نزع والا اسلام تو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

(۲) دوسری روایت کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں' عبدالمطلب تو ملت ابراہیمی پر تھے۔ یہ تو عین ایمان کی بات ہے۔ اس میں تو کوئی بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لمحہ پر منکر ایمان ابوطالب پٹڑی سے اتر جاتا ہے اور ضد کرنا شروع کر دیتا ہے کہ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو سب مومن موحد ہی تھے لیکن ابوطالب نہ تھے۔۔۔ پتہ نہیں اس ضد کی کیا وجہ ہے جو اس کو خسارے میں لے جائے گی اور یہ بھول جاتا ہے کہ آقا ﷺ اور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو ایذا پہنچا کر دنیا و آخرت کی رسوائی کما رہا ہے۔

(۳) قوم کے طعنے والے الفاظ کے پیچھے ایمان کی بات نہیں۔ یہ عربوں کی نسلی حمیت کی بات تھی وہ یہ کہ وہ لوگ موت سے نہیں ڈرتے اور بس بدر میں ابوجہل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہتا ہے کہ گردن نیچے سے کاٹو سردار کی گردن ہے لمبی نظر آئے۔ یہ وہ اس لئے کہہ رہا ہے کہ موت سے نہیں ڈرتا عرب قوم کی نفسیات پڑھیں۔ لڑائی بہادری اور موت سے نہ ڈرنا ان کے کردار کا حصہ تھا چاہے مومن تھے چاہے کافر۔

(۴) پھر آگے فرمایا کہ یہ بات میں تمہیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تمہیں خوش کر دوں۔ دیکھا وقت نزع پر بھی اپنے محبوب ﷺ کی خوشی کا خیال ہے۔

(۵) قوم کو وصیت کی کہ محمد ﷺ کی پیروی کرنا' ہدایت پاؤ گے' پھر اپنی موت کی تاخیر اور زندگی کی گنجائش کی بات کرنا کہ اگر ایسا ہوتا تو میں جنگوں میں ان کی کفالت کرتا' آلام و مصائب سے دفاع کرتا' کیا یہ ایمان نہیں؟ اگر واقعی زندہ رہتے تو ۲۷ غزوات اور دیگر ۵۸ لڑائیوں اور معرکوں میں جو ہجرت کے بعد ہوئیں ضرور علی الاعلان مدد کرتے۔

ظ۔ ۴۲ سالوں میں کوئی بھی ایسا وقت موقع یا لمحہ نہیں آیا کہ حضرت ابوطالب نے ایسی بات یا ایسے کردار کا مظاہرہ کیا ہو جس سے ان کے دل سے کفر کی بدبو آئے۔۔۔ وہ تو سراپا ایمان تھے۔ یہ کفر کی بو تو منکر ایمان ابوطالب کے اندر سے آرہی ہے جو وہ منبر پر بیٹھ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر کفر کفر کر رہا ہے۔

ع۔ عذاب والی آیات کا روایت والی حدیثوں سے ٹکراؤ ہے اور یہ حدیثیں آپس میں بھی متضاد ہیں۔ مثلاً کبھی زمانہ حال ہے اور کبھی زمانہ مستقبل کی۔

غ۔ شفاعت والی حدیثیں جس انداز سے پیش کی گئی ہیں ان سے آقا ﷺ کی شان شفاعت اور اختیارات میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔۔۔ آقا ﷺ کا ایک امتی کسی جہنمی کی شفاعت کر کے جنت میں لئے جاتا ہے۔ اولیائے کرام تقدیریں بدل سکتے ہیں۔ روایت والے الفاظ کہ قیامت کو میری شفاعت ابوطالب کو فائدہ دے وہ نچلے طبقے سے مقام ضحضاح پر آجائیں گے۔ غور کریں اس بات سے آقا ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے۔ آپ ﷺ تو محبوب خدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو آپ ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔ آپ مختار المنتخب ہیں مالک کل ہیں۔ نچلا طبقہ تو منافقین کے لئے ہے۔ پھر پاؤں آگ میں ہوں اور اس سے دماغ کھولتا ہو۔ یہ کیسی شفاعت ہے اور کیسا فائدہ ہے؟

آخر میں بخاری شریف کی حدیث بھی غور سے پڑھیں

ف۔ باب الدیات ج ۳ جو کہ کتاب ہذا کے باب الایمان میں درج کر دی گئی ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ اگر کوئی کافر صرف اتنا کہے اسلمت للہ (میں اللہ تعالیٰ کا تابعدار ہو گیا یعنی مسلمان ہوا) تو اسے قتل نہ کیا جائے کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے (ناحق) غور طلب بات یہ ہے کہ نہ تو اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور نہ محمد رسول اللہ کہا۔ چونکہ اسلمت للہ کا مفہوم ہی یہی ہے' اس لئے مسلمان ہو گیا۔

ق۔ ایمان لانے کے لئے معروف الفاظ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایمان تو دل کی کیفیت کا نام ہے۔ اکابر علماء کرام کے فتاویٰ آپ نے پڑھ ہی لئے ہوں گے۔

ک۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے فتوی جو کہ کتاب ہذا کے اندر درج کر دیا ہے اسے بھی غور سے پڑھیں۔

ل۔ بنوامیہ کے دور میں احادیث و روایات میں تحریف وغیرہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان مبارک گھٹانے کے لئے یہ کام ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے ایسی باتوں کی وجہ سے ہی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ داداؤں نے نہ سنی ہوں۔۔۔

آقا ﷺ نے ۴۲ سال کا ساتھ کیوں رکھا؟

وہ اس لئے کہ

الف۔ صاحب کلی علم غیب کو پتا تھا کہ حضرت ابوطالب دل سے ایمان کی تصدیق کر رہے ہیں۔ قیامت تک کے حالات آپ ﷺ ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی مبارک کو۔

ب۔ حضرت ابوطالب کے گھر میں نہ بت تھے' نہ بت پرستی' کھانا حلال و پاکیزہ تھا جس کے شروع کرنے سے پہلے صاحب کلی علم غیب بسم اللہ الاحد اور کھانا کھانے کے بعد الحمد اللہ کہتے۔۔۔ یہ باتیں موحد کے گھر میں ہوتی ہیں نہ کہ بت پرست مشرک کے۔ اگر بت پرستی یا غیر اللہ کے نام پہ ذبح وغیرہ ہوتا تو یقیناً آپ ﷺ اظہار ناراضگی کرتے اور کھانا کھانے سے انکار کر دیتے۔

ت۔ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ الاحد کہنا اور کھانے سے فراغت پر الحمد للہ کہنا (تفسیر کبیر) آپ ﷺ کے علم مبارک کی نشانی ہے۔ ابھی تو جبریل علیہ السلام نے ۳۲ سال بعد غار حرا میں حاضر ہونا ہے۔ آقا ﷺ کے علم مبارک کو محدود اور بتدریج کہنے والے لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اس گستاخی کی۔

ث۔ آقا ﷺ نے مقدس پانی' (ایک چشمے کو معجزے کے طور پر) حضرت ابوطالب کے لئے پیش کیا جب انہیں سخت پیاس تھی اور ارد گرد دور تک پانی دستیاب نہ تھا۔ مقدس پانی تو مومنوں کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مشرک کے لئے۔

ج۔ بارش کا ہونا اور پھر رکنا' مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد' مسجد نبوی میں آقا ﷺ نے فرمایا اگر آج ابوطالب ہوتے تو خوش ہوتے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھه

آقا ﷺ نے فرمایا ہاں---- یہ ایک مومن کی یاد ہے۔ جو اس کی موت کے بعد بھی تازہ ہے---- آپ ﷺ کو کیا ضرورت ہے کہ ایک کافر و مشرک کو اس طرح یاد کریں۔

ح۔ صحابہ کرام بھی جانتے تھے کہ حضرت ابوطالب مومن تھے تب ہی تو رسول کریم ﷺ یاد کر رہے ہیں۔

خ۔ اگر طبعی محبت کی بات ہوتی تو پھر ابولہب کو بھی یاد کرنا چاہئے تھا (استغفراللہ)

د۔ اعلان نبوت کے بعد والے دس سال

اگر حضرت ابوطالب مومن نہ ہوتے تو آپ ﷺ جو صاحب قرآن ہیں۔ حافظ قرآن ہیں کبھی ان سے موالات نہ رکھتے کیونکہ کافر و مشرک کے ساتھ منہ پھیرنے کا حکم آیا ہے۔

ذ۔ بعث کے بعد

کی کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں کے مقابلے میں آقا ﷺ کے لئے حضرت ابوطالب کا چٹان کی طرح ثابت قدم رہ کر مقابلہ کرنا۔ یہ سب ایمان کی وجہ سے تھا جو آقا ﷺ کو معلوم تھا۔

۴۲ سال کا ساتھ

ر۔ اس لمبے ساتھ کے بنیاد ایک تھی اور وہ ہے ایمان---- منکرین ایمان ابوطالب پر دلیل دیتے ہیں کہ یہ ساتھ طبعی محبت کی وجہ سے تھا میں کہتا ہوں نہیں۔ دین اور مسلک بہت نازک معاملے ہیں۔ طبعی محبت ختم ہو جاتی ہے اگر دین مسلک ایک نہ ہوں--- یہ طبعی محبت ابولہب نے کیوں نہ پیش کی۔ کہیں نہ کہیں اعلان نبوت کے بعد کوئی تو واقعہ بتاؤ--- کہ ابولہب کو طبعی محبت کھینچ کر آقا ﷺ کے پاس لے گئے۔ بلکہ یہ دین ہی تھا جو جدا ہونے کی وجہ سے ذاتی دشمنی کا باعث بن گیا۔

ز۔ حضرت ابوطالب کے وصال کے بعد

کفار و مشرکین کا رویہ یکلخت بدل گیا جسے رسول کریم ﷺ نے محسوس کیا۔ بلکہ کفار کی شرانگیزیاں مزید بڑھ گئیں کیونکہ حیات ابوطالب میں وہ یہ جرات نہ کر سکتے تھے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ کا فرمانا (یا عم ما اسرع ما وجدت فقدک)

اے چچا کتنی جلدی تیرے کھو جانے کو محسوس کرنے لگا ہوں۔

کیا سمجھے

اے منکرین ایمان ابوطالب رسول کریم ﷺ ایک کافر کے لئے کیوں ایسے حسرت بھرے الفاظ کہیں گے یقیناً" وہ مومن اور شفیق ساتھی کے لئے ہی کہیں گے۔

س۔ کفار مکہ کو یقین تھا کہ حضرت ابوطالب مومن ہیں

اس بات کا اظہار وہ کھلے طور پر نہ کر سکے ان میں اتنی جرات ہی نہ تھی کہ حضرت ابوطالب کو یہ کہہ سکیں لیکن انہیں یقین تھا۔ آپ کے وصال کے بعد بلکہ ہجرت کے بعد جنگ بدر کے لئے جاتے ہوئے طالب بن حضرت ابوطالب کو انہوں نے یہی طعنہ دیا تھا کہ اے بنی ہاشم تم بظارہ اگرچہ ہمارے ساتھ ہو لیکن تمہاری قلبی ہمدردیاں محمد ﷺ کے ساتھ ہیں۔ یہ بات سن کر طالب اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ راستے سے ہی واپس مکہ مکرمہ لوٹ گیا تھا۔

چوتیسواں باب

حرف آخر

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان اور عدم ایمان کے متعلق آج سے نہیں قرون اولیٰ سے ہی اختلاف موجود ہے۔ حق میں اور مخالفت میں روایات ملتی ہیں۔ عارفین اور درویش حضرات نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہنشاہ ولایت مولا علی شیرخدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں دل سے گواہی دی کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن تھے۔ دوسری طرف منکرین ایمان ابوطالب مخالف روایات لے کر حضرت ابوطالب کے اوپر کفر کے فتوے تحریری طور پر دے کر ایک طرح کی ضد اختیار کرتے ہیں اور منبر پر بیٹھ کر گلا پھاڑ پھاڑ کر ایسے بیان کرتے ہیں جیسے وہ ایک مشن کی تکمیل کی ہو۔ حالانکہ انہیں پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دے کر وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے کے ساتھ ساتھ مولائے کائنات شہنشاہ ولایت مولی علی شیرخدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایذا پہنچا کر دنیا اور آخرت برباد کر رہے ہیں۔ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہر نہ لگے تو وُلایت نہیں ملتی۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

انا منذر وانت الهادی یا علی بک یهتدی المهتدون من بعدی

(تفسیر کبیر) آیت

انما انت منذر ولکل قوم هاد (الرعد ۔ کی تفسیر)

ترجمہ :۔ میں ڈر سنانے والا ہوں اور تو ہادی ہے یا علی تجھ سے راہ پانے والے راہ پائیں گے۔ میرے بعد

۲۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت اور دوزخ تقسیم کرنے والے ہیں۔

۳۔ اگر دل نہیں مانتا تو پھر کم از کم سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کو ایذا پہنچا کر پھر "ولایت" حاصل کرنے کی تمنا کرنا۔۔۔ کتنی کم عقلی کی بات ہے۔

۴۔ شہنشاہ ولایت نے جب اپنے والد حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حضور میں فرمایا

اے ابوطالب! اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ اور خشک سالی کے پانی اور تاریکی کے نور۔ غیرت مندوں کو تیری موت نے شکستہ دل کر دیا اور آپ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

پھر آپ کرم اللہ وجہ الکریم نے فرمایا انا بن عبدالمطلب

توجہ فرمایئے

اے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی مومن کہلانے والے ولایت کے متمنی اس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ ہادی کا قول حق ہے۔۔۔ حسن ظن بہتر ہے سوئے ظن سے۔

پھر بھی اگر کوئی اپنی اس ضد پر اڑا رہے کہ وہ کفر پر تھے (معاذ اللہ) تو اسے اس کی مقیاس ذہانت کی پستی۔ بصیرت سے محرومی اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہنشاہ ولایت رضی اللہ عنہ سے بغض ہی کہا جا سکتا ہے۔

نوٹ کریں

۱۔ علمی دلائل کی روشنی میں تو فقہ کے مسائل میں بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے۔ انہوں نے اپنے کئی پیش رو علماء سے فقہی مسائل میں اختلاف کیا اور اسے تطفل کا نام دیا ہے۔

۲۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ان رشید امام ابو یوسف اور امام محمد آپ سے کئی مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں۔

۳۔ آج کل کے علماء تو فاضل بریلوی ان کے کئی اور فتوؤں پر عمل نہیں کر رہے مثلاً فوٹو اتروانا، لاؤڈ سپیکر کا استعمال اور مزامیر کے ساتھ قوالی وغیرہ۔

۴۔ ایک دفعہ پھر:۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک لکھ رہا ہوں یہ کہ "میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں۔ پہلی تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تم اسے مضبوط پکڑو اور میرے اہل بیت میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ (مشکوۃ) شہنشاہ ولایت مولائے کائنات شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن ہونے کے متعلق بندہ نے دلائل (قرآن پاک اور احادیث پاک اور عقلی نکتہ نظر سے) دیئے۔

۵۔ یہ اعتقادیات کا معاملہ نہیں دل کا معاملہ ہے۔

ڈاکٹر اقبالؒ فرماتے ہیں:۔

اے مسلمان اپنے دل پوچھ، ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں حرم خالی

(بال جبریل)

تاثرات

حضرت ابوطالب علیہ السلام

○ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور اہل بیت کی محبت اگر رفض ہے تو جن و انسان کے گروہ تم گواہ ہو جاؤ۔ میں رافضی ہوں۔

○ حضرت بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حیدریم قلندرم مستم بندہ مرتضے علی ہستم

○ حضرت عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

علی شاہ مرداں اماما کبیرا
کہ بعد از نبی شد بشیرا نذیرا

○ خواجہ مظہرالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بدوش خواجہ ولایت کا منتہائے کمال
زمانہ نہ لا سکے گا کبھی علی کا مثال

○ حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں

سزا وار خلافت در تمامی مشرق و مغرب
نمی دانم کسے غیر علی ابن ابی طالب

○ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

(قادری حنفی سنی ہیں)

پوچھتے کیا ہو مذہب اقبال
یہ گنہ گار بو ترابی ہے
فیض اقبال ہے اسی در کا
بندہ شاہ لافتی ہوں میں
دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہلبیت
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظل دامن حیدر مجھے
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف
نجف میرا مدینہ ہے مدینہ ہے میرا کعبہ
میں بندہ اور کاہوں امت شاہ ولایت ہوں

گوشہ محققین طلبائے تحقیق کی مشترکہ لائبریری

سید شبیر حسین شاہ زاہد
ایم اے ۔ عربی
ایم اے ۔ اسلامیات
ایم اے ۔ تاریخ
ننکانہ صاحب، شیخوپورہ

سیدنا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد گرامی اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق چچا ہیں۔ جن کی اسلام کے لئے خدمات کو اہل سنت اور اہل شیعہ نے تسلیم کیا ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی آٹھ سال سے لے کر پچاس سال کی عمر تک دل و جان سے خدمت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنے والی مصیبت کو اپنی طرف آنے والی مصیبت کی حیثیت میں برداشت کیا ہر تنگی و تکلیف میں رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست و بازو بنے۔ اپنے تین بیٹوں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ شعب ابی طالب میں سختی کے تین سال رفاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزارے۔ اپنی عیال داری کے باوجود کفالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ نہ کفار کی ناراضی کی پروا کی، نہ رشتہ داروں کی قطع تعلقی کا فکر کیا نہ دھمکیوں کو درخوار اعتنا سمجھا نہ پیغام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آنے دیا۔ اگر پرواہ کی تو صرف اور صرف خاتم النبیین نبی اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی پرواہ کی۔

گرامی محترم کرنل ریٹائرڈ محمد انور مدنی نے اپنی قابل قدر تصنیف "حضرت ابو طالبؓ" میں عم رسول مقبول کی انہی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا ہے ان کے خلوص عظیمہ کی تحسین کی ہے ان کی وفاء جمیل کا تذکرہ کیا ہے ان کے حوصلے، برداشت، نجابت، کرامت، بہادری اور عظمت کو خراج تحسین پیش کیا ہے سب سے عظیم بات یہ کہ انہی صفات جمیلہ و خدمات جلیلہ کے حوالے سے "ایمان ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کا اثبات کیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن، حدیث، اقوال صحابہ، مستند اشعار اور تاریخی واقعات سے استناد کیا ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

مطابق تو ایمان کا ایک نشان ہی کسی کو مسلمان کہنے کو کافی ہوتا ہے فاضل مدنی نے تو ایمان ابوطالبؑ پر دلائل و نصوص کے انبار لگا دیئے ہیں۔ غرضیکہ یہ کتاب حضرت ابوطالبؑ کی خدمات' صفات' ایمان' وجدان' محبت' مودت' ایثار و بے غرضی' جاں نثاری و عالی حوصلگی کا مرقع ہے یہ مصنف محترم کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و تعظیم اہل بیت کا شاہکار ہے یہ علماء سلف و خلف کے عقائد حقہ و حسن ظن کا پرتو ہے اور عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و پردان مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحوں کی آواز ہے کہ

وقد کنت للمصطفیٰ خیر عم

(اور آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین چچا تھے۔)

"نکاح خوان سرکار معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالبؑ" ان اشعار کا مصداق ہے۔

ایمان ابوطالبؑ مانا گیا ضرور ایقان ابوطالبؑ جانا گیا ضرور
نصرت نبی کی کی ہمیشہ ابوطالبؑ نے پیمان ابوطالبؑ جانا گیا ضرور
سچ ہے نبی کا ساتھ نہ چھوڑ ابوطالبؑ نے وجدان ابوطالبؑ جانا گیا ضرور
ہوئے حضورؐ ان کے اور وہ حضورؐ کے دیدان ابوطالبؑ جانا گیا ضرور
رشتہ ہے ان میں خون کا' ایمان کا بیشک نیقان ابوطالبؑ جانا گیا ضرور
لکھی کتاب حضرت مدنی نے شوق سے احسان ابوطالبؑ مانا گیا ضرور
شاہ مدینہ راضی ہوں مولا علیؑ بھی خوش صدقان ابوطالبؑ مانا گیا ضرور
زاہد بنیں ابوطالبؑ بہر محمدؐ ہم ارمان ابوطالبؑ مانا گیا ضرور

اللہ سے دعا ہے کہ مجھے' تمام مسلمانان عالم' فاضل مصنف اور تمام اہل حق کو جادہ ہدایت پہ رکھے۔ خوامخواہ کے منکروں کو توفیق ہدایت دے حسن ظن کا سلیقہ دے اور قبولیت حق کا حوصلہ دے۔ مصنف اعلام کے حق میں اس کتاب کو بخشش کا وسیلہ بنائے آمین' بجاہ سید المرسلین والحمد للہ رب العالمین

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صلی علی سیدنا محمد
وعلٰی الہ بقدر حسنہ و جمالہ

اسلام کا لبادہ اوڑھے منافقین جن کے دلوں میں بغض و کدورت مصطفیٰ ﷺ کی جہنمی آگ جل رہی تھی ان کی ریشہ دوانیوں کے نتائج ہلاکو اور چنگیز خاں کی تباہ کاریوں سے زیادہ خوفناک ہیں۔ صد افسوس ان من گھڑت روایات کا سہارا اور احادیث مبارکہ کا غلط مفہوم لے کر ہی عترت رسول اللہ ﷺ کے مقدس لہو سے عرب کی سرزمین کو رنگین کرنے کے لئے یزیدو شمر جیسے جہنمی کتے پیدا ہوئے۔ راجپال، رشدی جیسے فتنوں نے سر اٹھایا تو دوسری طرف پوری امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ ان منافقین کے ورثاء آج بھی ورثے کی دلیلوں کے ذریعے حاکم کائنات ﷺ کو ایذا دیتے ہیں تو اور سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں پھر حق کو جوش آتا ہے تو حق کے جانثار رسم شبیری کی خواہش لئے سنت خداوندی کو قضا نہیں ہونے دیتے۔ وہ اپنے خون جگر سے وہ تحریر لکھتے ہیں کہ حق واضح ہو جاتا ہے اور باطل سورۃ لہب کی عملی تفسیر بن جاتا ہے۔ ان ہی بندگان خدا اور عشاق میں سے بندہ رسول کریم ﷺ کرنل (ر) محمد انور مدنی کی ذات ہے۔ جو اپنے مالک کی رضا کے لئے محبت بھری تحقیقی تصانیف خدمت اقدس ﷺ میں پیش کرتے رہتے ہیں ان ہی کاوشوں میں نکاح خواں سرکار معظم ﷺ ۴۲ سال کا شفیق ساتھی حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہے۔ جو بغض حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جلنے والوں کا منہ بند کرنے کے لئے اکسیر ہے۔ یہ ان کی مودۃ و محبت اہلبیت رسول اللہ ﷺ اور علم و محنت کا ثمر ہے۔ جسے کسی دنیاوی معاوضے کے لالچ کے بغیر عالم اسلام کی خدمت میں پیش

کیا ہے۔ قاری کو ان کے ہر لفظ میں دامن مصطفیٰ ﷺ سے انکا عشق و احترام اور در شہنشاہ ولایت مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلی وابستگی نظر آئے گی۔ دور جدید میں ایسی تحقیقی کاوشوں کی بے حد ضرورت ہے جو متلاشیان حق کے لئے شمع ہدایت ثابت ہوں۔ ناچیز دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ اس خدمت کو قبول فرمائیں اور کرنل صاحب کو اسی جذبے پر استقامت عطا فرمائیں اور دین و دنیا میں بلند مراتب سے نوازیں اس تصنیف کے وسیلے سے دل کے اندھوں کو بینائی نصیب فرمائیں۔ (آمین) والسلام

ڈاکٹر سید محمد زمان شاہ بخاری

سابق ڈویژنل جنرل سیکرٹری انجمن طلباء اسلام

ملتان ڈویژن، وہاڑی شہر

سید نور حسین شاہ حنفی بریلوی پرھراڑ، ضلع خوشاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بغداد دا والی سوہنا' پیر ہمارا

کوئی ثانی نہ اسدا جگ ڈھونڈیا میں سارا

بندہ رسول کریم ﷺ جناب کرنل صاحب

اسلام علیکم! ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اس کتاب "نکاح خوان رسول اللہ ﷺ" ۴۲ سال کا شفیق ساتھی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے اپنے تاثرات بیان کرتا ہوں۔ یہ بہت ہی اچھی لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں کسی بھی حقائق سے چشم پوشی نہیں کی گئی ہے۔ ویسے تو کرنل صاحب کی تحقیقوں کے آگے ہمارا علم کچھ بھی، نہیں ہے۔ اپنے دلائل دینا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے مگر جو کچھ اپنے علم میں ہے اسے بیان کرنا ضروری ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو اپنی قرابت داروں سے محبت تھی؟ تو کتاب صواعق محرقہ (ترجمہ برق سوزاں) میں لکھا ہے کہ جب ابولہب کی بیٹی ہجرت کر کے مدینہ گئی تو مدینہ کی عورتوں نے اسے طعنہ دیا کہ تو تو اس شخص کی بیٹی ہے جس کی ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک سورۃ نازل فرمائی ہے تو وہ روتی ہوئی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی۔ آپ ﷺ ناراض ہوئے اور کہا کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہوئی جو کہ میرے قرابت داروں کے حوالے سے مجھے ایذا دیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے صحابی تھے مگر وہ ماں کی خدمت کی وجہ سے آپ ﷺ کا دیدار نہ کر سکے تھے ان کے ہاں آپؐ نے فرمایا تھا کہ بے شک اویس قدنی نے مجھے دیکھا نہیں ہے مگر وہ میرا صحابی ہے۔ اس لئے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے تو جس ہستی کی صحبت میں آپ ۴۲ سال رہے کیا وہ ہستی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہے آنحضرت ﷺ فرائض نبوت سے پہلے

اور پہلی وحی سے پہلے دین ابراہیمی پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تے تو پہلی وحی قبل والی عبادت رائیگاں تھی اگر نہیں تھی تو پہلی وحی سے پہلے والا نکاح بھی رائیگاں نہیں تھا اور نکاح خواں بھی (ثم معاذ اللہ) کافر نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ کے صاجزادے کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ ﷺ سے اس صاجزادے کے بارے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے جنت میں دودھ پلانے والی ایک دائی (حور) مقرر ہے۔ رسول کریم ﷺ کے فرائض نبوت سے ۹ سال بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو وضو کا طریقہ بتایا تھا تو کیا یہ نو سال بغیر نماز کے گزرے تھے یا اگر وضو کرتے تھے اس وضو کی عبادتیں قابل قبول نہ ہوئی تھیں۔ اس لئے احادیث نبویؐ پر بے تکے فتویٰ لگانے والوں سے گذارش ہے کہ احادیث پاک اور قرآن مجید کا مفہوم سمجھیں۔

آخر میں ہی کہوں گا کہ تمام پیچیدہ مسائل کا جواب کرنل صاحب نے اپنی کتاب میں دے دیا تھا مزید تفصیل کی ضرورت نہیں میں اپنی تحریر کو ان دو شعراں پر ختم کرتا ہوں کہ۔

تیرے بدن پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا۔

والسلام

سید نور حسن شاہ حنفی بریلوی

ولد حافظ سید محمد رحمت شاہ چشتی

محلہ میدان پدھراڑ ضلع خوشاب

لیفٹیننٹ جنرل سید ذاکر علی زیدی (ر) چکلالہ راولپنڈی

برادرم جناب قبلہ کرنل مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے تو میں آپ کا اپنے دل کی تمام تر گہرائیوں سے ڈھیر سا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے مجھ جیسے متلاشی حق کو اپنی حقائق سے لبریز تصنیف حضرت ابوطالب علیہ السلام سے نوازا۔ اس کتاب کا ایک ایک لفظ قاری کے لئے ضیاء پاشی کرتا ہے۔ میں نے اس کتاب کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ کتاب ایک طرف تو سیرت حضرت ابوطالبؑ پر ایک مفصل اور مدلل تحریر ہے تو دوسری جانب آپ کی اپنی ہاشمی خاندان رسالت مآب ﷺ سے گہری عقیدت اور اسلام شناسی کا بھرپور اظہار ہے۔

اسلامی تاریخ کا یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ بعض تذکرہ نگاروں اور تاریخ نگاروں نے صرف بغض کی بناء پر حضرت ابوطالبؑ جیسے مومن کامل پر بھی کفر کا لیبل چسپاں کر دیا بخاری شریف میں ہے کہ جب جناب رسالتمآب سے پوچھا کہ جناب ابوطالبؑ نے آپ پر بڑے احسانات کئے ہیں کیا ان احسانات کا صلہ بھی انہیں کچھ نہیں ملے گا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ (خاکم بدھن) ہم نے انہیں جہنم میں دیکھا ہے ہم اللہ سے شفاعت کریں گے تو قیامت کے دن ہم انہیں اس مقام تک لے آئیں گے کہ آگ ان کے ٹخنوں تک ہو گی مگر دماغ کھول رہا ہو گا میں یہ سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں علماء کو تو چھوڑیئے۔ ایک اسلام کا عام طالبعلم بھی بخوبی جانتا ہے کہ شفاعت رسلتمآب ﷺ صرف مومنین کے لئے ہو گی کسی کافر کے لئے نہیں تو پھر حضور اکرمؐ حضرت ابوطالبؑ کی (اگر نعوذ باللہ) کافر تھے تو ان کی شفاعت چہ معنی دارد؟ خداوند عالم تو قرآن میں صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ ''کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا اپنے رب کے سامنے مگر اس کی اجازت سے'' اللہ اجازت دے گا کہ جناب ابوطالب کی شفاعت کرو۔ تو پھر وہ شفاعت کیا شفاعت ہو گی کہ سرکار شفاعت فرما دیں اور حضرت ابوطالب کی مغفرت نہ ہو۔ کیا شفاعت کا یہی تصور ہے مسلمانوں کے اذہاں میں (سبحان اللہ) خدا تو قرآن میں فرماتا ہے کہ احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں لیکن بغض و تعصب کی

حد ہے کہ حضرت ابوطالب کے احسانات بھول جاتے ہیں۔ تاریخ نگار خود لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد شروع میں ہی حلقہ بگوش ایمان ہو گئیں تھیں اور اسلامی دور میں آٹھ سال تک حضرت ابوطالبؑ کی زوجہ محترمہ بن کر رہیں۔ حضرت ابوطالب کے ایمان پر طعن لگانے والے حضرات یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ نبی اکرمؐ پر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں کہ وہ کیا پیغمبر تھے کہ آٹھ سال تک فاطمہ بنت اسد (مومنہ) کو حضرت ابوطالب سے جدا نہیں کرتے جبکہ ایک مومنہ ایک مشرک کے نکاح میں نہیں رہ سکتی (وہ فاطمہ بنت اسد جسے اپنی حقیقی ماں کے بعد ماں کہتے تھے)

مولانا کوثر نیازی مرحوم دہلی میں جلسہ امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کے موقع پر ایمان ابوطالبؑ پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں "میں بہت گناہ گار ہوں مگر کہتا ہوں خدا کی قسم جس جنت میں حضرت ابوطالب نہیں ہوں گے مجھ جیسا گناہ گار بھی اس جنت میں جانے کے لئے تیار نہیں"

مدنی صاحب جس کی آغوش عاطفت کو خداوند عالم اپنی آغوش کہے کیا وہ (نعوذ باللہ) کافر ہو سکتا ہے؟ (سورۃ الضحیٰ ۹۳) میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

الم یجدک یتیما فاوی

آخر میں عرض کروں کہ اس کتاب "حضرت ابوطالب" میں جس حسن اسلوب سے حضرت ابوطالب کے ایمان اور ان کے مومن کامل ہونے کا آپ نے قران اور دیگر مستند اسلامی کتب کے حوالوں سے اعتراضات کا جواب دے لوگوں کو اس تذبذب سے نکلنے کے لئے تاریخی شواہد اور براہین کی روشنی میں اپنے لئے راہ حق متعین کرنے اور سچ کو تسلیم کرنے کے لئے ان کے اذہاں کو ایک صاف شفاف فضا فراہم کی ہے۔

اختتام پر میں آپ کے حق میں دعا گو ہوں کہ خداوند عالم آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور آپ کے قلم میں اور بھی طاقت تاکہ راہ حق میں آپ کا سفر رواں دواں رہے آمین۔

(فقط آپ کا مخلص
سید ذکر علی زیدی

پینتیسواں

آخر میں مدعی عشق رسول ﷺ کریم ﷺ کے نام

یہ کیسا عشق ہے؟

۱۔ جس سے عشق کیا جائے اس کی ہر چیز سے عشق ہوتا ہے اس کی خوشیوں سے عشق کے ساتھ ساتھ اس کے غموں سے بھی عشق ہوتا ہے۔

۲۔ عاشق اپنے محبوب کی دلازاری کبھی نہیں کرتا لیکن اے عشق کے دعویدار تو نے اپنے محبوب کی دلازاری ضرور کی ہے۔

۳۔ اے عشق کے دعویدار تو نے محبوب کی شان میں اشعار کہے۔ تحریریں لکھیں تفسیریں لکھیں اپنے زور قلم کا خوب اظہار کیا۔۔۔ لیکن۔۔۔۔ پھر بھی تو نے عشق کو روایات کی بھینٹ چڑھا دیا۔

۴۔ تمہیں پتہ ہے تو نے کیا پایا اور کیا کھویا؟

۵۔ روایات کو عشق پر ترجیح دے کر۔ محبوب کی طبع پر ایذا کی۔ محبوب کے محبوب کی طبع ایذا کا اظہار کیا۔

۶۔ نہیں یہ پیار نہیں یہ تو بیوپار ہے۔

۷۔ اس کا فائدہ کیا ہو گا جب محبوب کے شفیق چچا اور نکاح خواں کے خلاف فتویٰ کفر دیا۔

۸۔ محبوب ﷺ کا فرمان کہ تم میرے اہل قرابت کے حوالے سے مجھے ایذا دیتے ہو۔ پھر کیا جواب دو گے؟

۹۔ وہ حضرت ابو طالب ۔۔ کون ابو طالب؟ جو اس شہنشاہ ولایت کے والد ماجد ہیں جن کی مہر لگے تو ولایت ملتی ہے۔

۱۰۔ اس کے بعد بھی تو ولی اور پیر کہلاتا ہے۔ کیسی خوش فہمی ہے۔

۱۱۔ تو نے عشق کو روایات کے بوجھ میں دبا دیا۔

واہ بھئی واہ کیسے عاشق بنتے ہو؟

قیامت کے دن جب

اگر رسول کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم کیسے عاشق بنتے تھے۔ لوگوں میں تمہارے عاشق ہونے چرچا تو بہت تھا لیکن

الف۔ تو نے میرے شفیق چچا (جس نے میرے ساتھ تمام دوسرے رشتوں سے زیادہ وقت گزارا یعنی ۴۲ سال) کو کافر کہہ کر مجھے ذہنی ایذا پہنچائی۔

ب۔ تجھے خیال نہ آیا کہ وہ میرے شفیق چچا ہیں۔

ت۔ وہ میرے نکاح خواں ہیں۔

ث۔ تو روایات میں کھو گیا۔

ج۔ یہ کیسا عشق تھا۔ یہ کیسا پیار تھا۔

ح۔ کم از کم تو نے میرا ہی خیال کر لیا ہوتا اور نہیں تو کم از کم خاموش رہتے۔

۲۔ اگر شہنشاہ ولایت مولا علی علیہ السلام نے ایسا ہی سوال پوچھا کہ

ا۔ تو نے میرے والد کو کافر کہا۔

۲۔ کیا تجھے ذرہ بھر بھی میرا خیال نہ آیا اور نہیں تو کم از کم خاموش رہتے۔

تم کیا جواب دو گے

یہی ناں کہ ان کے کفر پہ بہت سی روایات تمہیں ملتی تھیں اور ایمان والی روایات تمہارے نزدیک غیر مستند اور ضعیف تھیں اس کے علاوہ تمہارے پاس جواب بھی کیا ہو سکتا ہے۔

پھر اکابر علماء نے تو یہ کہا ہے

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ بے ضرورت گفتگو اور بحث و مباحثہ اور ان کو برا کہنے سے اجتناب کرنا چاہئے کہ اس سے حضور ﷺ کی طبعی ایذا کا احتمال ہے (روح البیان پ ۲۰، ص ۱۸۲)

لیکن یاد رکھو

الف۔ اگر روایات کی بات ہے تو پھر کفر کے لئے یقین چاہئے اور تمہارے شعور کو بھی پتہ ہے کہ "یقین" والی کو بھی روایت نہیں۔

ب۔ تمہارا تو کام بیوپار کرنا تھا۔ پیار کا نام لے کر جو تم کرتے رہے کہ عاشق کہلا کر جنت تو مل ہی جائے گی۔

پیار کرنے والے

صرف اپنے محبوب کو خوش رکھتے ہیں محبوب کی خوشیوں کے ساتھ اس کے غموں سے بھی پیار ہوتا ہے جو تم کر نہ سکے تم نے دنیا میں خوب کاروبار کیا پیسہ کمایا، نام کمایا، اور بالاخر تم نے بیوپار ہی کیا پیار کے نام تلے۔ پیار نہ کیا۔

تمہاری غلطی

تمہیں پتہ ہے تم نے کیا غلطی کی؟

۱۔ تم نے حضرت ابوطالب کے ایمان کو جھٹلا کر حضرت عبدالمطلب کے ایمان پر زد لگائی۔ وہ کیسے؟

۲۔ وہ اس طرح کہ وقت موت بقول روایت حضرت ابوطالب نے کہا کہ میں ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہوں (سو ایک طرح تم نے ابوجہل اینڈ کمپنی کی بات کی تصدیق کی)

۳۔ اگر (معاذ اللہ) حضرت عبدالمطلب کے ایمان پر زد ڈالو گے تو پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ایمان پر (معاذ اللہ) زد پڑے گی۔

۴۔ تم نے اس تکون کو جھٹلایا یہی تمہاری غلطی ہے۔

روز قیامت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا

کیا تم روز قیامت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا کرو گے آخر کس منہ سے؟

اے مسلماں! اپنے دل سے پوچھ' ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں حرم خالی
کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے
اگر ہو عشق' تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو' تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

(بال جبریل ۔ علامہ اقبال)

بندہ رسول کریم ﷺ کرنل (ر) محمد انور مدنی کی تالیفات

١۔ صاحب کلی علم غیب ٢۔ حاکم کائنات (محمد رسول اللہ ﷺ)

٣۔ اصل الموجودات ٤۔ الزام شرک اور عشق مصطفیٰ ﷺ

٥۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش اور اختیارات مصطفیٰ ﷺ

٦۔ کلی ایمان (مسٹر اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں)

٧۔ سورہ والضحیٰ (محبوب ﷺ کو یکتا پایا اور تمام انسانیت کو آپ ﷺ کے ذریعے ہدایت بخشی)

٨۔ سورہ عبس (اللہ تعالیٰ کا طرز گفتگو۔ عابس کافر ہے نہ کہ آقا ﷺ)

٩۔ دربار رسول اللہ ﷺ کے ٢١٢ فیصلے (عدلیہ کے لیے صراط مستقیم)

١٠۔ عیدوں کی عید (عید میلاد النبی ﷺ)

١١۔ "لذنبک" (ذنب بمعنی گناہ کر کے رسول کریم ﷺ کی طرف نسبت واضافت کرنا سنگین بے ادبی اور گستاخی ہے۔ (جتنی چاہیں تاویلیں کریں)

١٢۔ نکاح خوان رسول کریم ﷺ (حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

١٣۔ رسول کریم ﷺ پر جادو کا اثر نہ ہوا تھا

ا۔ شہنشاہ انبیاء ﷺ پر جادو اثر نہیں کر سکتا کیونکہ یہ عقلاً، نقلاً اور قرآن مجید کے اعجاز کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ کا جسم اقدس معجزہ ہے۔

ب۔ رسول کریم ﷺ کے امتی اولیاء کرام حضرت معین الدین چشتی اجمیری کی جوتی نے جادوگر جے پال کو مار مار کر آپ کے قدموں میں لا گرایا تھا۔ پھر ناکامی کے بعد بالآخر مسلمان ہو گیا اور آپ کی بیعت کر لی تھی۔ ج۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کا مقابلہ کرنے والا جادوگر رائے راجو ناکامی کے بعد بالآخر مسلمان ہو گیا۔

د۔ نبوت وولایت کا نظام اللہ تعالیٰ نے کائنات چلانے کے لیے بنایا ہے۔ شیطان اس نظام کو درہم برہم نہیں کر سکتا۔ جادو شیطانی عمل ہے۔

١٤۔ زیارت قبر سیدہ صادقہ امینہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی بشارت ہوں)

نوٹ: کتب حاصل کرنے کے لیے ٢٢ روپے کے ڈاک ٹکٹ فی کتاب ارسال فرمائیں۔ کیونکہ کتب بذریعہ رجسٹری بھیجی جاتی ہیں۔ شکایات ملی ہیں کہ بغیر رجسٹری کتب منزل مقصود تک نہیں پہنچتیں۔

P.O.Box No. 11050 L.C.C.H.S. Lahore Cantt.54792

بندہ رسول کریم ﷺ کرنل (ر) محمد انور مدنی کی زیر طبع کتب

۱۔ حاضر و ناظر رسول کریم ﷺ ۲۔ آباء و اجداد رسول کریم ﷺ

۳۔ شہنشاہ ولایت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ (قرآن ناطق اور شیر خدا)

ا۔ مکمل اسلام مکمل کفر سے لڑنے جارہا ہے۔ (فرمان نبوی ﷺ)

ب۔ أنا نقطة تحت الباء (بسم اللہ کی ب کا نقطہ میں ہوں)۔ قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ امیر الاشجعین ﷺ کی حربی قیادت اور ذاتی شجاعت

۵۔ محمد رسول اللہ ﷺ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کہا) کب؟

۶۔ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں (فرمان نبوی ﷺ)

۷۔ اسلام کیسے پھیلا؟ (غیر مسلموں کے اعتراض "اسلام بزور شمشیر پھیلا" کا جواب)

۸۔ لباس خضر میں کیسے کیسے لوگ؟ (خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں)

۹۔ لاالہ الا اللہ (سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کب؟

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے دفتر کا نظام (فرمان نبوی، و الله معطی و أنا قاسم)

۱۱۔ محبّ جل جلالہ اور محبوب ﷺ کی گفتگو (قرآن حکیم)

۱۲۔ جاؤک قرآن پاک سے اس شعر کے حق میں دلائل:

خدا جسے پکڑے چھڑاوے محمد ﷺ

محمد ﷺ کے پکڑے کو چھڑا کوئی نہیں سکتا

۱۳۔ جنت کہاں ہے؟ (دربار نبوی ﷺ میں ہے ناں)

(ایک گستاخ رسول کی کتاب "آسمانی جنت اور درباری جہنم" کا جواب)

۱۴۔ قرآن و سنت کی حاکمیت (مغربی جمہوریت ہر کرپشن کو جنم دیتی ہے)

۱۵۔ حدیث تصویر فرمان نبوی ﷺ کی حکمتوں کی صحیح سمجھ۔

۱۶۔ اہل کتاب کون؟ (آج صرف اہل قرآن ہی اہل کتاب ہیں)

نذرانۂ عقیدت بحضور سیدنا ابوطالب رض

از مصنف

سراپا دین، سراپا وفا، ابوطالب — رسولِ پاک کا مدحت سرا ابوطالب رض

خدا کی پاک امانت سنبھالنے والا — حصارِ شاہِ رسالت بنا ابوطالب رض

خدا کے نور کے جلووں کو لے کے دامن میں — خدا کا دین بچاتا رہا ابوطالب رض

رسولِ پاک کی رحمت نوازنے آئی — زبانِ عشق سے جب بھی کہا ابوطالب رض

خدا نے اُسکو فراست بھی دی بصیرت بھی — عدل کی شان بڑھاتا رہا ابوطالب رض

وہ شیخ وادئ بطحا، عرب کا مردِ غیور — رئیسِ مکہ بڑوں سے بڑا ابوطالب رض

ازل سے شانِ رسالت کا وہ مصدِّق تھا — دلیل بلکہ رسالت کی تھا ابوطالب رض

غلامی شاہِ دو عالم کی روز و شب ایسی — ملی کسی کو نہ تیرے سوا ابوطالب رض

تمہاری صلب میں نورِ علی فروزاں تھا — تمہیں تھے مہبطِ نورِ خدا ابوطالب رض

طوافِ خانۂ محبوب، رات بھر کرنا — عظیم تر ہے یہ پہرہ ترا ابوطالب رض

تمہیں شجر ہو ثمردار باغ ہاشم کے — تمہیں سے شجرۂ عترت چلا ابوطالب رض

تمہاری شان کو عظمت کو ہو سلام مرا — قبول کرنا یہ ہدیہ مرا ابوطالب رض

تمہارے عزم نے ظلمت کو سرنگوں رکھا — تمہارے زور سے باطل مٹا ابوطالب رض

تمہاری گود میں ایماں کی جان پلتی رہی — تمہارے گھر سے ہی ایماں ملا ابوطالب رض

مثال اس کی یقیناً محال ہے۔ صائم — ہوئے حضور پہ جیسے فدا ابوطالب رض

محمد فیاض احمد اویسی
مدیر ماہنامہ "فیض عالم" بہاول پور،

مرکزی دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ
سیرانی روڈ، بہاول پور (پاکستان)
فون: 881371، 875910

تاریخ ۱۲ - جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

حوالہ نمبر ______

بخدمت حضرت بندہ رسول کرنل محمد انور مدنی م۔ ا۔

السلام علیکم

آپ کی تالیفات میں دن بدن اضافہ اہلسنت کے لیے خوشی کا باعث ہے۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ ہو

دور حاضر نشر و اشاعت کا دور ہے۔ مذاہب باطلہ مذموم عزائم کی اشاعت کے لیے ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ آپ جیسے مرد میدان اُن کا منہ توڑ رہے ہیں۔ بلا شبہ یہ ساری عنایت آقائے کائنات سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ہے۔ یہ چند حروف آپ کی نذر کیے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مخلصانہ کاوشوں کو قبول فرمائے۔

والسلام محمد فیاض احمد اویسی
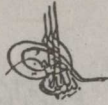
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث
الباہر السلطان محی الدین سید عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ النورانی وعلیٰ اولیاء امتہ اجمعین

حمد و سلام

حمد کے لائق ہے وہ ذاتِ نہاں! — خالق و مالک ہے جو ہر دو جہاں
تھا وہ اک مخفی خزانہ نور کا — چاہا جب کرنا ظہور اس نور کا

کر دیا پیدا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پاک کو
نور سے اپنے شہِ صلی اللہ علیہ وسلم لولاک کو

○

السلام اے نورِ حق شمس الضحیٰ صلی اللہ علیہ وسلم — کُن منوّر قلبِ من بدر الدجیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
السلام اے مالکِ کون و مکاں — مَن رَاٰنی قد راٰ الحق کی شاں
اے شہِ والا حشم عالی مقام — آپ پر لاکھوں کروڑوں ہو سلام
دل شکستہ، حالِ خستہ کا سلام — کیجیے منظور یا خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
السلام اے پیرِ پیراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ السلام — السلام اے میرِ میراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ السلام
السلام اے نائبِ خیر الوریٰ — سرور و سردارِ جملہ اولیا

آپ پر محبوبِ سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں مدام
از غریبِ بے نوا لاکھوں سلام

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام
کلام شیخ سعدیؒ
کتبہ گوہر قلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کی خصوصی توجہ کے لیے

برادران اسلام ______________ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ادب چونکہ جزو ایمان ہے اس لئے عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے مندرجہ ذیل باتیں ملحوظ خاطر رکھئے۔ دعا میں خیر و برکت اور زینت کے لئے

اے اللہ' اے رب العالمین اے مالک دو جہاں کی بجائے یا رب العالمین یا ارحم الراحمین یا احکم الحاکمین سے شروع کیجئے۔ **گفتگو میں: (ا)** فقط اللہ نے فرمایا کہنے کی بجائے اللہ تعالیٰ' اللہ جل شانہ' اللہ تبارک وتعالیٰ' اللہ جل مجدہٗ الکریم' حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا (ب) اسی طرح آں حضرت' حضور' سرکار' یا رسول اللہ نے فرمایا کہنے کی بجائے حضرت نبی کریم ﷺ' حضور سید عالم ﷺ' سرکار دو عالم ﷺ کہنے کا مودب و بابرکت طریقہ اپنایئے (ت) صرف قرآن و حدیث' سیرت' مکہ یا مدینہ کہنے کی بجائے قرآن حکیم' قرآن مجید' حدیث مبارک' حدیث شریف' سیرت مطہرہ' سیرت مبارکہ' مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' مدینہ طیبہ کہا کیجئے (ث) یوں ہی اہل بیت' صحابہ و اولیاء کہنے کی بجائے اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کہہ کر اپنی بات کو حسن و تازگی بخشئے۔ **(تحریر میں)** اس قسم کے مخفف اشارے یعنی ج' تعا' صلعم' اور رح لکھنے سے اجتناب فرمائیں اور مکمل جل جلالہ' علیہ السلام' ﷺ' رضی اللہ عنہ' رحمۃ اللہ علیہ لکھئے اور اگر ایسے اشارے لکھے ہوئے پائیں تو ان کی اصلاح کریں اور مکمل پڑھیں۔

اسی طرح اسلامی مہینوں کے نام بھی مکمل آداب کے ساتھ تحریر فرمائیں اور پڑھیں۔ جیسے محرم الحرام' صفر المظفر' ربیع الاول شریف' ربیع الاخر شریف وغیرہ اللہ کریم توفیق عطا فرمائیں' بجاہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ۔ آمین

یا صاحبَ الجمالِ و یا سیّدَ البشر
من وجہک المنیر لَقد نوّر القمر
لا یمکن الثنا‌ء کما کان حقّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر

صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا منصب آپ کا رُتبہ صلّی اللہ علیہ وسلّم
فرش ہے مسند، عرش ہے تکیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

صحرا صحرا، گلشن گلشن، قریہ قریہ، بستی بستی
اُن کے کرم کی ہر سُو برکھا صلّی اللہ علیہ وسلّم

بحرِ عطا ہیں، ابرِ سخا ہیں، نُورِ خُدا ہیں شمعِ ہُدا ہیں
ہر پہلو سے آپ ہیں یکتا صلّی اللہ علیہ وسلّم

صبحِ ازل سے شامِ ابد تک، تاباں تاباں، خنداں خنداں
عکسِ جمالِ چہرۂ زیبا صلّی اللہ علیہ وسلّم

مخبرِ صادق، رہبرِ کامل، محسنِ اعظم، ہادیٔ برحق
عظمت کے عنواں ہیں کیا کیا صلّی اللہ علیہ وسلّم

جادہ جادہ، منزل منزل، جلوت جلوت، خلوت خلوت
روشن روشن نقشِ کفِ پا صلّی اللہ علیہ وسلّم

کوئی ستم ہو، کوئی الم ہو، کوئی خطا ہو، کوئی سزا ہو
سب کا تدارک ایک یہ نسخہ "صلّی اللہ علیہ وسلّم"

نُور کا پیکر، شاہدِ داور، ساقیٔ کوثر، شافعِ محشر
اللہ اللہ کملی والا صلّی اللہ علیہ وسلّم

فرمان رسول کریم ﷺ

۱۔ ایک زمانہ آئے گا تم ایسی حدیثیں سنو گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میرے بعد تمہارے لئے حدیثیں بہت ہو جائیں گی اس لئے جب تمہارے روبرو میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو، جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو اور جو مخالف ہو اس کو رد کر دو۔"